ابتدائی سکولوں میں

تعلیم کے طریقے

از

مدن گوپال سنگھ
وائس پرنسپل سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور

۱۹۴۲ء

اکسفورڈ یونیورسٹی پریس
کلکتہ - بمبئی - مدراس

قیمت ۱۲؍ دفعہ اول

امرت الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام دھرم چند بھارگو بی۔ ایس۔ سی چھپوا کر
ہمفری ملفرڈ پبلشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس نے شائع کیا۔

Singh : Instruction in Indian Primary Schools—Urdu
(Ibtadai Skulon men Talim-ke-Tariqe)

فہرست مضامین

صفحہ

تمہید ... ۱

پہلا باب

تعلیم اور جماعتی تدریس کے اصول ۶

دُوسرا باب

مادری زبان پڑھانا ۱۶

تیسرا باب

ریاضی پڑھانا ۳۵

چوتھا باب

کھیل کھیل میں تعلیم ۴۹

پانچواں باب

جغرافیہ پڑھانا اور اُسکی اہمیّت ۵۹

چھٹا باب

علم تواریخ کی تعلیم ۷۲

ساتواں باب

مطالعہ قدرت ۰

آٹھواں باب

حفظانِ صحت کی تعلیم ۹۵

نواں باب

جسمانی ورزش ۱۰۳

دسواں باب

تربیتِ اخلاق ۱۱۶

گیارھواں باب

ڈرائینگ اور دستکاری کی تعلیم ۱۳۱

یہ سب مضامین انگریزی کی کتاب Instruction in Indian Primary Schools سے لئے گئے ہیں۔ اور اُنہیں اُردو زبان میں ترجمہ کرتے وقت پنجاب کے سکولوں کی ضروریات کے سات مطابقت دی گئی ہے۔ اِس ترمیم اور اضافہ کا ذمہ دار مترجم ہے۔ اور وہ اُن سب صاحبان کا شکریہ اد کرتا ہے جنہوں نے انگریزی مضامین لکھے تھے۔ اُن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

H. Dippie, M.A., D.S.O.,
Gurubandhu Bhattacharyya, M.A., B.T.,
K. S. Appaswami Ayyar, M.A.,
J. C. Powell-Price, M.A.,
V. Natarajan, B.A., L.T.,
V. D. Ghate, M.A., T.D.,
Phyllis S. Darling, M.R.S.T., F.R.G.S.,
Katherine Keyhoe, B.A.,
W. M. Ryburn, M.A.,
Phyllis Brookes-Smith, B.A.,
Amba Prasad Shrivastava.

تمہید

پچھلے پانچ سالوں سے ابتدائی تعلیم کی اصلاح کے متعلق ہندوستان میں ایک خاص تحریک جاری ہے۔ نہ صرف پنجاب بلکہ تقریباً ہر ایک صوبے میں کمیٹیاں بنائی جا چکی ہیں۔ جن کا مقصد ہماری ابتدائی تعلیم کو بہتر بنانا ہے۔ ان اصلاح کرنے والی کمیٹیوں میں سب سے اہم وہ کمیٹی تھی جو مہاتما گاندھی کی تحریک پر واردھا میں بنائی گئی۔ اس کے صدر مسٹر ذاکر حسین پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی تھے۔ اس کمیٹی نے ۷ سے ۱۴ سال کی عمر کے لڑکوں کے لئے ایک تعلیمی نظام تجویز کیا جسے اب واردھا سکیم کے نام سے پکارتے ہیں اس سکیم کے بنیادی اصول دو ہیں اور یہ دونوں کم و بیش تعلیم جدید کے بنیادی اصولوں میں سے ہیں۔ اس تمہید میں ہم واردھا سکیم پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔ صرف اُن لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے عام لوگوں اور خاص کر اُستادوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ ہماری ابتدائی تعلیم ہمارے موجودہ حالات کے موافق نہیں۔ ہمارے پرائمری سکولوں میں جو لکھائی پڑھائی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں تعلیم کے نام سے نہیں پکاری جا سکتی۔ اور اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے بچوں کی زندگی پر ہماری تعلیم کا اثر دیرپا ہو تو ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی طریقوں کو تبدیل کریں۔

طریقہ تعلیم کو تبدیل کرنے سے کیا مراد ہے اور وقتاً فوقتاً اسے تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؛ امر واقع یہ ہے کہ ہر ایک سوسائٹی اپنی ضروریات کے مطابق اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرتی ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف قوم کے مدرسوں سے دستیاب ہوتی ہے بلکہ گھروں۔ بازاروں۔ کھیتوں اور روزمرہ کی زندگی کے بے شمار حالات سے بچے کو ملتی ہے۔ مدرسوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ اس وسیع تعلیم کا ایک حصہ ہوتی ہے اور بچے کی زندگی میں اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ باقی کل تعلیم اس مکتبی تعلیم کا عکس ہوتی ہے۔ گھروں۔ بازاروں۔ کھیتوں اور روزمرہ کی زندگی لوگ اسی طرح بسر کرتے ہیں جس طرح سے انہوں نے سکول میں بسر کرنا سیکھا ہے۔ زندگی کے حالات اور اس کی ضروریات بدلتی

رہتی ہیں۔ مگر اکثر ہمارے تعلیمی طریقے اِس کے ساتھ ساتھ نہیں بدلتے۔ سکولوں کا نظام۔ اُستادوں کے خیالات۔ جماعت میں لکھنے پڑھنے کے طریقے صدیوں سے تقریباً وہی چلے آتے ہیں۔ اور خاص کوشش کے بغیر اُن کا تبدیل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ قومی اور مجلسی زندگی کی ضروریات اور مکتبی تعلیم کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جاتی ہے جس کو عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت گزرنے پر درسی تعلیم قومی ضروریات کے نقطہ نگاہ سے بالکل بے فائدہ اور نکمی ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں تمیز کرنا اصلی معنوں میں مشکل ہو جاتا ہے۔

چند سالوں سے ہندوستان میں کم و بیش اسی قسم کے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہماری درسی تعلیم کے طریقے اتنے پرانے اور دقیانوسی ہیں کہ عام لوگوں کو اس تعلیم میں کوئی یقین نہیں رہا۔ خاص کر ہماری ابتدائی تعلیم تو ہمارے بچّوں کو محض خواندہ بنانے کیلئے بھی ناقابل ثابت ہو چکی ہے۔ ہائی سکول یا کالج میں تعلیم یافتہ ہندوستانی نوجوانوں کے متعلق اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں تعلیم سے کچھ فائدہ ہوا ہے۔ کہ نہیں مگر اُن بچّوں کے متعلق کوئی اختلاف رائے ممکن نہیں جن کی تعلیم ابتدائی درجے تک محدود رہی ہو کچھ عرصے کے لئے وہ نہایت معمولی قسم کا لکھنا پڑھنا سیکھ لیں تو سیکھ لیں۔ مگر سکول چھوڑنے کے جلد ہی بعد اُن میں اور ناخواندہ بچوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر ہمارا طریقۂ تعلیم صحیح ہو اور ہمارے مدرسے زندگی کی ضروریات سے مطابقت رکھتے ہوں تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ چار یا پانچ سال کی تعلیم کے بعد بھی بچہ جسمانی اور روحانی لحاظ سے اُسی حالت میں رہے جس حالت میں سکول جانے سے پہلے تھا۔ ہو نہیں سکتا کہ کوئی سلسلۂ تعلیم جو انسانی فطرت و ضروریات پر انحصار رکھتا ہے۔ اِس قسم کے نتیجے پیدا نہ کر دے جو بچے کی تمام آئندہ زندگی پر اثر ڈالنے والے ہوں۔

ابتدائی تعلیم کا سنہری اصول یہ ہے کہ "طریقۂ تعلیم تعلیمی مواد سے کہیں زیادہ اہم ہے"۔ اُردو جغرافیہ حساب اور دوسرے مضامین اتنے ضروری نہیں۔ جتنا یہ ضروری ہے کہ یہ مضمون کس طریقے سے پڑھائے جاتے ہیں یہ مضمون بچے کی جسمانی اور دماغی نشو و نما کا کس حد تک ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بذاتِ خود ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم کے صحیح طریقوں کو استعمال کر کے سکول میں کوئی خاص مضمون پڑھائے بغیر بھی بچہ "تعلیم یافتہ" بنایا جا سکتا ہے۔ اور آئندہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ اُستاد جو اس سنہری اصول کو ذہن نشین کر لے کبھی غلط طریقۂ تعلیم استعمال نہیں کر سکتا۔

رہتی ہیں۔ مگر اکثر ہمارے تعلیمی طریقے اِس کے ساتھ ساتھ نہیں بدلتے۔ سکولوں کا نظام۔ اُستادوں کے خیالات۔ جماعت میں لکھنے پڑھنے کے طریقے صدیوں سے تقریباً وہی چلے آتے ہیں۔ اور خاص کوشش کے بغیر اُن کا تبدیل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ قومی اور مجلسی زندگی کی ضروریات اور مکتبی تعلیم کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جاتی ہے جس کو عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت گزرنے پر درسی تعلیم قومی ضروریات کے نقطہ نگاہ سے بالکل بے فائدہ اور نکمی ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں تمیز کرنا اصلی معنوں میں مشکل ہو جاتا ہے۔

چند سالوں سے ہندوستان میں کم وبیش اسی قسم کے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہماری درسی تعلیم کے طریقے اتنے پرانے اور دقیانوسی ہیں کہ عام لوگوں کو اس تعلیم میں کوئی یقین نہیں رہا۔ خاص کر ہماری ابتدائی تعلیم تو ہمارے بچّوں کو محض خواندہ بنانے کے بھی ناقابل ثابت ہو چکی ہے۔ باقی سکول یا کالج میں تعلیم یافتہ ہندوستانی نوجوانوں کے متعلق اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں تعلیم سے کچھ فائدہ ہوا ہے۔ کہ نہیں مگر اُن بچّوں کے متعلق کوئی اختلاف رائے ممکن نہیں جن کی تعلیم ابتدائی درجے تک محدود رہی ہو۔ کچھ عرصے کے لئے وہ نہایت معمولی قسم کا لکھنا پڑھنا سیکھ لیں تو سیکھ لیں۔ مگر سکول چھوڑنے کے جلد ہی بعد اُن میں اور ناخواندہ بچوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر ہمارا طریقۂ تعلیم صحیح ہو اور ہمارے مدرسے زندگی کی ضروریات سے مطابقت رکھتے ہوں تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ چار یا پانچ سال کی تعلیم کے بعد بھی بچہ جسمانی اور روحانی لحاظ سے اُسی حالت میں رہے جس حالت میں سکول جانے سے پہلے تھا۔ ہو نہیں سکتا کہ کوئی سلسلۂ تعلیم جو انسانی فطرت و ضروریات پر انحصار رکھتا ہے۔ اِس قسم کے نتیجے پیدا نہ کر دے جو بچے کی تمام آئندہ زندگی پر اثر ڈالنے والے ہوں۔

ابتدائی تعلیم کا سنہری اصول یہ ہے کہ "طریقۂ تعلیم تعلیمی مواد سے کہیں زیادہ اہم ہے"۔ اُردو جغرافیہ حساب اور دوسرے مضامین اتنے ضروری نہیں۔ جتنا یہ ضروری ہے کہ یہ مضمون کس طریقے سے پڑھائے جاتے ہیں یہ مضمون بچے کی جسمانی اور دماغی نشو و نما کا کس حد تک ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بذاتِ خود ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم کے صحیح طریقوں کو استعمال کر کے سکول میں کوئی خاص مضمون پڑھائے بغیر بھی بچّہ "تعلیم یافتہ" بنایا جا سکتا ہے۔ اور آئندہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ اُستاد جو اس سنہری اصول کو ذہن نشین کر لے کبھی غلط طریقۂ تعلیم استعمال نہیں کر سکتا۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ تعلیمِ جدید نے تعلیم کا سارا زور اُستاد اور تعلیمی مواد سے تبدیل کر کے بچے پر ڈال دیا ہے۔ صحیح معنوں میں تعلیمِ جدید بچے کی تعلیم ہے کیونکہ اِس کے طریقے سو فیصدی بچے کی ضروریات اور فطرت پر انحصار رکھتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے تعلیمی محققین کی رائے ہے کہ اُستاد۔ سکول۔ کتاب۔ اور دیگر درسی لوازمات محض ایک ذریعہ ہیں اس تعلیم کا جو بچہ اپنی فطرت اور اپنے حالات میں مطابقت پیدا کرنے سے حاصل کرتا ہے۔

اسی لئے آج کل تمام مہذب قومیں اِس بات پر زور دے رہی ہیں کہ ہر ایک قسم کی تعلیم کا مقصد یہی ہونا چاہئے کہ بچے کی شخصیت اور انفرادی زندگی نشو و نما پائے اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے کہ بچے کی جسمانی نشو و نما کی طرف مکمل توجہ دی جائے۔ اِس کی خوراک۔ اس کے آرام۔ اُس کی کھیل کُود کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔ اُستاد اور والدین۔ سکول اور گھر میں ایک تعلق پیدا ہو جائے جس سے بچہ دو مختلف قسم کی زندگیاں بسر کرنا بند کر کے ایک ایسی زندگی بسر کرے کہ درسی اور گھریلو زندگی اس کے دو جزو بن جائیں۔ یہ اُسی حالت میں ہو سکتا ہے۔ جب سکول محض لکھنا پڑھنا سیکھنے کی جگہ نہ ہو بلکہ ایک خوشنما دلچسپ مقام ہو جہاں بچہ خوشی خوشی اپنا وقت صرف کرنے پر آمادہ ہو جائے اور بلا کسی ڈر یا مجبوری کے اُس کی زندگی اِس طریقہ سے بسر ہو کہ جوں جوں وہ بڑا ہوتا جائے۔ اس کی عادتیں ایسی بن جائیں کہ وہ صفائی۔ اچھائی اور خوبصورتی سے مانوس ہو کر اُن کو اپنی زندگی کا جزو بنا لے۔

تعلیمِ جدید کی تمام تحقیق اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بچے کی دماغی نشو و نما ان درسی حالات میں نہ صرف آسان بلکہ اُن کی غیر حاضری میں صحیح معنوں میں ناممکن ہے۔ وہ سکول جس میں بچہ سہما رہتا ہے یا جہاں وہ گھنٹوں تک بھوکا پیاسا اور بے آرام بیٹھا رہتا ہے۔ یا جہاں بجائے وقت پر کھیل کود کے اُسے رٹنے کے لئے کتابیں دی جاتی ہیں کبھی اُس کے دماغی نشو و نما کا خاطر خواہ انتظام نہیں کر سکتا۔ انسان کی دماغی زندگی کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ انسان کی جسمانی ضروریات پوری ہوں اور طبیعت بشاش ہو۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہمارے اُستاد اس اہم معاملے میں اپنے خیالات کو تبدیل کریں۔ اُستاد۔ والدین اور بچے کے باہمی تعلقات کی تبدیلی موجودہ زمانے کی اشد ضرورت ہے اُستاد اور والدین کا یہ وہم کہ بغیر کسی قسم کے "ڈر" کے بچے گستاخ ہو جاتے ہیں اور گستاخ ہو کر بُری عادتوں

میں پڑ جاتے ہیں۔ بالکل غلط اور بے بنیاد وہم ہے۔ بچہ تنگ آکر گستاخی سیکھتا ہے۔ اور اچھی عادتوں کی غیر موجودگی میں بُری عادتیں سیکھتا ہے۔ اگر اُستاد اور والدین ہمدردی اور سمجھ سے بچے کی قدرتی زندگی اور فطرت کا مطالعہ کریں تو بچے اور اُن کے درمیان ایک ایسا دوستانہ "تعلق" پیدا ہو جائے گا۔ کہ بچہ سخت سے سخت کام بھی بڑی خوشی سے کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اگر اس کی درسی اور گھریلو زندگی کے حالات کو اس کی جسمانی اور دماغی ضروریات کے مطابق بنا دیا جائے۔ اور اس کی فطری ضروریات کو پورا کر دیا جائے تو بچہ خود بخود تعلیم حاصل کر لیتا ہے۔ اُستاد کو چاہئے کہ وہ سکول کے نظام میں وہی جگہ اختیار کرے جو قدرت کی بڑی بڑی طاقتیں نظامِ قدرت میں اختیار کرتی ہیں۔ ان طاقتوں کی موجودگی اور عمل کا اظہار اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کوئی چیز قدرتی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ قدرت کی یہ طاقتیں بڑی سنجیدگی اور سکون سے ہر وقت اپنی اپنی جگہ موجود ہیں اور دُنیا کے نظام کو چلا رہی ہیں اور بلا ضرورت کسی کے سدِ راہ نہیں ہوتیں۔ کسی کی زندگی میں دست اندازی نہیں کرتیں۔ سکول بھی چھوٹے پیمانے پر ایک دنیا ہے۔ اُستاد اِس دُنیا کی انتظامیہ طاقتوں کا مجموعہ ہے اور ہر ایک طالب علم اس دنیا کا باشندہ ہے۔ اُس کی دماغی اور جسمانی نشوونما کے لئے ایک نظام اور طریقے کا ہونا لازمی ہے۔ مگر یہ لازمی نہیں کہ وہ اس دنیا میں ڈر کر رہے اور اُسے یہ زندگی دوبھر معلوم ہو۔ اور اِس دنیا کا نظام اور طریقہ اُس کے لئے وبالِ جان ہو جائے۔

میرے شاگرد اکثر مجھ سے یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ کامیاب اُستاد بننے کا راز کیا ہے۔ کیونکہ اس سوال کا جواب دینا آسان نہیں میں ایک سادہ سا جواب دے کر اپنی مشکل کو حل کر لیا کرتا ہوں۔ میرے خیال میں معلم کی کامیابی کا راز مشاہدہ اور صبر میں پنہاں ہے۔ جو اُستاد ہمدردی اور محبت سے اپنے طالب علموں کی زندگی اور ضروریات کا مشاہدہ کرتا ہے اور صبر سے انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔

چند سال گذرے میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور مجھے شوق ہوا کہ میں اس کے خیالات کا ترجمان بن کر انہیں نہ صرف ابتدائی سکولوں میں پڑھانے والے دوستوں تک پہنچاؤں۔ بلکہ اپنے خیالات بھی ان کے نذر کردوں۔ مگر سالہا سال سے انگریزی زبان کو کم و بیش ہر وقت استعمال کرنے کی وجہ سے میں اُردو زبان کے اس قلیل سرمایہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا جو کسی زمانے میں میرے حصے آیا تھا۔ اور

جب کوشش کی تو بقول داغ یہ محسوس کیا۔

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو
کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے

چند احباب کی مدد اور حوصلہ افزائی سے میں نے ہمت کی اور دو سال کی محنت کے بعد یہ کتاب تیار کی۔ اِس میں بہت سی خامیاں ہونگی مگر امید ہے کہ انہیں نظر انداز کر کے اُستاد اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھ سکیں گے۔ اور اس کی چند ہدایات کو عمل میں لانے کے قابل سمجھیں گے۔

سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور
مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء

مدن گوپال سنگھ

پہلا باب

تعلیم اور جماعتی تدریس کے اصول

اِس باب کا عنوان میں نے انہیں الفاظ میں قائم کیا ہے جن میں آج کل اِس مضمون پر اکثر تعلیمی رسالوں میں طبع آزمائی کی جاتی ہے۔ ان الفاظ کا استعمال مجھے خاص طور پر پُر معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ابتدائی تعلیم کے مروجہ اصولوں اور طریقوں کی ترمیم و اصلاح کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ مَیں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ ہمارے تعلیمی اصولوں میں کوئی نقص نہیں۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے۔ کہ اِن اصولوں کی روشنی میں ہمارے خاص حالات کے مطابق ابتدائی سکولوں میں طریقہ تعلیم میں اصلاح کر دی جائے۔

ہندوستان کے مختلف حصوں میں ابتدائی تعلیم کے حالات مختلف ہیں۔ کئی جگہ مثلاً پنجاب بنگال مدراس اور بمبئی میں حالات قدرے بہتر ہیں۔ تاہم مفصلہ ذیل باتیں کم و بیش ہر ایک صوبے اور ریاست پر حاوی ہیں۔

اوّل:۔ استادوں کی واقفیت عامہ بہت کم ہے۔ اور انہیں اپنی ذات پر بہت کم اعتماد ہوتا ہے ان میں سے اکثر صرف مڈل تک تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ اور صرف ایک دو سال کی ٹریننگ حاصل کی ہوتی ہے۔ کہیں کہیں (مثلاً بہار و اڑیسہ میں) نصف سے زیادہ تعداد بغیر کسی ٹریننگ کے سکولوں میں بطور اُستاد تعینات ہو جاتی ہے۔

دوم:۔ اکثر سکول بالکل بے سروسامان ہیں۔ اُن میں سے کثیر تعداد عمارت کے بغیر ہیں۔ اور جماعتیں لوگوں کے برآمدوں یا کرایہ پر لی ہوئی کوٹھڑیوں میں لگتی ہیں۔ بہت سے سکولوں میں پرائمری کی چاروں جماعتوں کے لئے صرف ایک اُستاد مقرر ہوتا ہے۔ اور بعض لوئر مڈل سکولوں میں چھ

جماعتوں کے لئے صرف دو اُستاد مہیا کئے جاتے ہیں۔ سامان کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض سکولوں میں تو تختۂ سیاہ تک بھی معدوم ہے۔ طالب علموں کے پاس ضروری کتابیں تک نہیں ہوتیں۔ اور بہت سے اُستاد ایسے ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب اپنے استعمال کے لئے نہیں خریدی۔

تعلیم کے صحیح طریقے اور اصول ان سکولوں میں رائج نہیں ہو سکتے۔ جہاں ایک ہی اُستاد ہو۔ یا جو مکان۔ کتابوں اور تختۂ سیاہ تک سے محروم ہوں۔ ایسے مدارس کے متعلق تو بالعموم یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ وہ کوئی مفید کام کر ہی نہیں سکتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بہت جگہ اکثر ہم کو ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ جہاں اُستاد لیاقت اور ٹریننگ سے بے بہرہ ہیں اور سکول کی عمارت خستہ حالت میں ہے اور ضروری سامان موجود نہیں۔

اِس کے علاوہ ایک اور بہت ابتدائی مشکل ایسی ہے۔ جو کم و بیش ہندوستان بھر میں ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ میری مراد ان پُرانے تعلیمی طریقوں سے ہے۔ جو اکثر سکولوں میں رائج ہیں۔ اکثر اُستاد ان کو نہ صرف عمل میں لاتے ہیں۔ بلکہ بڑے جوش و خروش سے ان کی حمایت کرتے ہیں۔

۱۵-۱۶ سال ہوئے کہ کچھ سیاسی مقاصد اور مطالب کو حاصل کرنے کے لئے مغربی رواجوں اور طریقوں کی خوب نکتہ چینی کی گئی تھی اور ہر ایک مغربی چیز کو خاص حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اُسی سلسلہ میں زمانہ قدیم کے طریقۂ تعلیم کے پیرودں کو تعلیم کے نئے اصولوں کی تردید کرنے کا موقع ملا۔ مگر ہندوستان موجودہ دنیا کا ایک حصہ ہے۔ سیاسی اور صنعتی طور پر اس کی آئندہ ترقی اِس دُنیا کی ترقی سے وابستہ ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ مستقبل میں مشرقی بنیادوں پر مغرب کی عمارت بنانا ممکن نہیں۔ مغربی دنیا میں شامل ہو کر اِس کا مقابلہ کرنے کی طاقت مغربی طریقوں سے ہی پیدا کی جا سکتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ابتدا ہی سے مغربی طریقۂ تعلیم کو رائج کرنے میں ہی ہماری بہبودی ہے۔ اور اس ضرورت کا مکمل احساس ہونا نہایت لازمی ہے۔

زمانہ سلف کے مداح تعلیمی نقطۂ نگاہ سے دو باتوں پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اول۔ مادری زبان اور اس کی تعلیم میں زبان کی ظاہرہ ہیئت اور ساخت پر زور دینا زیادہ ضروری ہے۔ بہ نسبت اُس کے استعمال کی قابلیت کو پیدا کرنے کے۔ دوم۔ زبانی یادداشت پر مکمل انحصار رکھنے کی کوشش

کرنا یعنی جہاں تک ہو سکے بچّے کو ہر ایک سبق کا مواد حفظ کروا دینا۔

باوجود اُستادوں اور ڈسٹرکٹ اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کی ٹریننگ کے ہم زمانۂ قدیم کے ان دو تعلیمی اصولوں پر بالکل کوئی اثر نہیں ڈال سکے۔ ابتدائی تعلیم کا زمانہ بچّے کی زندگی کا وہ حصّہ ہوتا ہے جب کہ اُس کی تعلیم کا طریقہ اُس کی عادتوں کے بنانے پر فوری اثر پیدا کرتا ہے تعلیم کے رواجی طریقوں کی پیروی کرنے والے اُستاد الفاظ کو بار بار دہرانے اور یاد کرنے پر زیادہ زور دیتے ہیں حتیٰ کہ سکول کے کام میں طالب علم کو کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔

ہماری تعلیم کی یہ ابتدائی نوعیت سالہا سال سے ہماری تمام تعلیمی اصلاح کے حق میں سدِ راہ کا کام کرتی آئی ہے۔

مثلاً کن لوگوں کو لے کر ہم ایک سال کی ٹریننگ کے بعد اُستاد بنا دیتے ہیں؟ ان لوگوں کو جنہوں نے آٹھ سال یعنی مڈل تک اپنی تمام تعلیم کا انحصار زبانی رٹنے اور حفظ کر کے پاس کرنے پر رکھا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ٹریننگ کے دوران میں بھی یہ طلبا ٹریننگ کی اصطلاحات کو حفظ کر لیتے ہیں۔ امتحان کے وقت انہیں حسب موقع دہرا دیا جاتا ہے۔ مگر دل و دماغ پر اس علم کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور رواجی طریقوں کی بنیادیں پہلے کی طرح مستحکم چلی آتی ہیں۔ میں نے اپنے سابقہ شاگردوں میں سے ایک کو جو ایم۔اے بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر ہیں۔ دوسرے اُستادوں کے سامنے "تکان" کے موضوع پر ایک عالمانہ لیکچر دیتے سُنا ہے۔ مگر عملی طور پر اُن کے سکول کا ٹائم ٹیبل وہی ہے۔ جو آج سے کئی سال پہلے سابقہ ہیڈ ماسٹروں کے زمانہ میں تھا۔ اور جس میں "تکان" کے اصولوں کی مکمل خلاف ورزی کی گئی ہے۔ کسی چیز کے علم اور عمل میں فرق کا ہونا ایک ایسی عام بات ہے کہ اس کی شرح کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے یہ بات خاص اہمیّت رکھتی ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں یہ خصوصیّت ہماری روزانہ اور گھریلو زندگی کا حصّہ بن چکی ہے۔ ہم رسم و رواج کے اس قدر پابند ہیں کہ باوجود ایک چیز کا علم ہونے کے ہم اُسے عمل میں نہیں لا سکتے۔ یا لانے کی ہمّت نہیں کر سکتے اس قومی کمزوری کو دور کرنے کا اوّلین موقع ہمارے بچّوں کی زندگی کے وہی ابتدائی سال ہو سکتے ہیں جب وہ ہمارے اُستادوں[1] کے اثر و رسوخ کے ماتحت ہوتے ہیں۔

---

[1] اُستادوں سے یہاں مراد والدین سے بھی ہے۔

پرانے طریقہ تعلیم کو سمجھنے کی غرض سے میں نے کئی سنسکرت کے عالموں سے لفظ "پڑھنا" کے معنی اور مخرج دریافت کئے ہیں۔ لیکن بے سُود۔ حالات سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ لفظ "پڑھنا" کا عام مفہوم یہ ہے۔ کسی لکھے یا چھپے ہوئے نشان کی طرف آنکھوں سے دیکھنا۔ اور پھر جو لفظ اُس نشان سے مراد ہو اُس کو اونچی آواز سے کہنا۔ انہی معنوں میں ہم تاریخ۔ جغرافیہ۔ حفظانِ صحت۔ اور حتیٰ کہ مشاہدہ قدرت بھی "پڑھتے" ہیں۔ اور اسی طرح بعد ازاں ہم فزکس اور کیمسٹری (علم الطبعیات) بھی پڑھتے ہیں۔ ایک عام خصوصیت جو اکثر پرائمری سکولوں میں دیکھنے میں آتی ہے۔ اور جو "پڑھنے" کی اِس اصطلاح پر ٹھیک بیٹھتی ہے وہ یہ ہے۔ ایک ہی وقت جماعت کے مختلف طلبا مختلف صفحوں اور مختلف کتابوں کو خوب اونچی آواز سے پڑھ سکتے ہیں۔ اور بعد ازاں اسی عادت کے ماتحت گھر پر اپنی کتابوں کو اونچی آواز سے پڑھتے جاتے ہیں اور جسم خاص کر سر کو ہلاتے جاتے ہیں۔ اُن کے چہروں پر نظر ڈالنے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ آنکھیں اور زبان تو بڑے جوش سے اپنا کام کر رہی ہیں۔ مگر دماغ بالکل بیکار ہے۔ ہاں پڑھنے والے کے دل میں ایک اُمید ضرور ہے کہ خوش قسمتی سے امتحان کے دن لفظوں کی آواز اور شکل کا جو رابطہ دماغ میں قائم ہو چکا ہے۔ شاید حسن اتفاق سے تازہ ہو جائے اور ان الفاظ کو دوبارہ لکھ سکنے میں مدد دے۔

پڑھنے کا یہ رواجی طریقہ حروف تہجی کی پڑھائی سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر طلبا جو حرفوں کے نام۔ الف۔ بے وغیرہ بڑی آسانی سے دہرا سکتے ہیں۔ یہ نہیں بتا سکتے کہ کس حرف کے ساتھ کونسی آواز وابستہ ہے۔ اور کوئی خاص حرف لکھنے سے کیا مُراد ہے۔ حساب کی ابتدائی پڑھائی کا بھی یہی حال ہے۔ بچہ اپنی سلیٹ یا تختی پر لکھے ہوئے اعداد کو سلسلہ وار ایک سے سو تک ازبر سُنا دیتا ہے۔ لیکن اگر درمیان میں کسی خاص عدد پر انگلی رکھ کر پوچھا جائے کہ یہ کیا ہے تو وہ جواب نہیں دے سکتا۔ باوجود اِس کے کہ وہ بیسیوں دفعہ اونچی آواز سے اسے "یاد" کر چکا ہے۔ عدد اور تعداد کی مطابقت تو بہت دیر تک اُس کے دماغ میں جگہ نہیں پاتی۔ بعد ازاں اسی طرح کہانیاں یاد کرنے میں بچہ اسی عادت کے ماتحت کام کرتا ہے۔ جو کہانی اسے یاد کرا دی گئی ہے۔ وہ ایک سِرے سے دوسرے سرے تک بڑی آسانی سے دہرا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اُسے پہلے حرف سے شروع کرنے دیا جائے۔ اگر اُسے کہا جائے کہ فلاں واقعہ سے آگے کہانی اپنے الفاظ میں بیان کرو تو وہ ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔

اور نہ ہی اُس کہانی کے متعلق بالکل سادہ سوالوں کا جواب دے سکتا ہے۔ ابتدائی سکولوں کی ادنےٰ جماعتوں میں "پڑھنا" ہمیشہ سال بھر میں ایک ہی کتاب تک محدود رہتا ہے۔ یہ ایک ادب یا لٹریچر کی کتاب بن جاتی ہے۔ اور یہ اُس وقت تک "ختم" نہیں سمجھی جاتی جب تک کہ لڑکا کتاب کے تمام مشکل الفاظ کے ہم معنی الفاظ یاد نہ کر لے۔ جو عام طور پر کتاب کے لفظوں سے بھی زیادہ مشکل ہوتے ہیں۔ اِس لئے لڑکے کے لئے تمام کتاب کو رٹ لینا ہی آسان رہتا ہے۔ "لکھائی" جو اصلی معنوں میں "انشا" مضمون (کمپوزیشن) ہونی چاہیے۔ ان جماعتوں میں اس "ادب" کی کتاب میں سے چیدہ فقروں اور عبارتوں کی نقل تک محدود رہتی ہے۔ اگر یہ مشق خوش خطی سیکھنے کی غرض سے کی جاتے تو واقعی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان فقروں یا پیروں کو اِس غرض سے لکھوایا جاتا ہے کہ حسبِ ضرورت انہیں جواب مضمون کی صورت میں زبانی لکھا جا سکے۔ اگر رواجی طریقے کی سب سے قبیح صورت دیکھنی منظور ہو تو اس کام پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ جو ہمارے ابتدائی سکولوں میں "انشا مضمون" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عام طور پر وہ مضمون لکھنے کے لئے نہیں دیئے جاتے جن میں طلبا اپنے مشاہدہ۔ روزانہ تجربہ یا سوچ بچار سے کام لے سکیں۔ سلیبس کے مطابق چند مضامین جو "تیار شدہ" یا بنے بنائے ہوتے ہیں۔ کل جماعت کے لئے اُن ہی الفاظ میں کافی سمجھے جاتے ہیں اور عام طور پر اس کا رواجی طریقہ یہ ہے کہ اُستاد ایک مضمون کا عنوان تختہ سیاہ پر لکھ دیتا ہے جماعت کے طلبا سے چند سوال کرتا ہے۔ جو جواب ملتے ہیں۔ ان کی تصحیح کر کے تختہ پر لکھتا جاتا ہے اور بعد ازاں جماعت کو ہدایت کرتا ہے کہ اُن کی نقل کر لے۔ جماعت کو کبھی موقع نہیں دیا جاتا کہ فرداً فرداً کسی مضمون پر بُرے بھلے طریقے سے خود طبع آزمائی کریں۔ "خط و کتابت" کا بھی یہی حشر ہوتا ہے۔ عام خط باپ یا بھائی یا کتب فروش کے نام سالہا سال سے ہر ایک جماعت اور ہر ایک لڑکے کے قلم سے اُن ہی الفاظ میں لکھائے جا رہے ہیں اور بوقت ضرورت امتحان میں زبانی یاد کئے ہوئے نسخوں سے نقل کر کے ممتحن کے سامنے پیش کر دئے جاتے ہیں۔ طلبا کو کبھی موقع نہیں دیا جاتا کہ وہ اپنے والد یا بھائی کے متعلق ذاتی خیال کا اظہار کر سکیں۔ یا بجائے کتب فروش کے کسی سبزی فروش یا میوہ فروش کو اپنی ضروریات کے مطابق خط لکھ سکیں یہ خط سال کے دوران میں مقررہ وقتوں پر بغیر کسی قسم کی ضرورت شفقت یا اہمیت کے اُستاد کی ہدایت سے لکھے جاتے ہیں۔ اور رٹ لئے جاتے ہیں۔ حال ہی

میں ایک پرائمری سکول کے معائنہ پر میں نے چوتھی جماعت کے ایک طالب علم کے پاس دو چھپی ہوئی کتابیں دیکھیں۔ ایک مضمون نویسی اور دوسری خطوط نویسی پر۔ ان کتابوں کے اکثر حصّے اس طالبعلم کو زبانی یاد تھے۔ اگرچہ اُس کے پاس کوئی کاپی نہ تھی جس سے ظاہر ہو کہ اُس نے کبھی کوئی خط یا مضمون خود لکھا ہو۔ جواب مضمون اور خط لکھنے کا یہ مروجہ طریقہ ہمیں ورثہ میں مل چکا ہے۔ اور نسلاً بعد نسلاً اُستاد اِسے استعمال کرتے چلے آتے ہیں۔ حتےٰ کہ قومی طور پر ہم لفظوں اور خیالات کے فطری تعلق کی اہمیّت کو بھول چکے ہیں۔ اور محض لفظوں کے استعمال سے ہمیں مکمل تسلّی ہو جاتی ہے۔

حافظہ کے متعلق مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک بیش بہا قوت ہے جسے انسان بجا طور پر دنیا کے اکثر کاموں میں استعمال میں لاتا ہے۔ مگر ہماری تعلیمی دنیا میں اِسے وہ قدر و منزلت حاصل ہو گئی ہے۔ جو در اصل اس کا حق نہیں۔ اور وہ حقوق جو آج اِسے حاصل ہیں۔ فی الحقیقت دوسری اعلےٰ طاقتوں کو حاصل ہونے چاہئیں۔ ہمارے معصوم بچّوں کی دوسری طاقتوں کو نظر انداز کر کے سارا زور ان کی قوت حافظہ پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اور اُس سے جو نقصانات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل مثال سے عیاں ہو جائیں گے۔ ہم میں سے اکثر جانتے ہیں کہ حساب کا مضمون پڑھانے میں اُستاد گُروں اور پہاڑوں کے یاد کرنے پر کس قدر زور دیتے ہیں اور جماعت کا کس قدر قیمتی وقت اس پر صرف کرتے ہیں بعض جگہوں پر اسے دیسی یا مہاجنی حساب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کچھ دن ہوئے میں ایک پرائمری سکول کا معائنہ کر رہا تھا۔ بڑے فخر کے ساتھ اُستاد نے ایک سات سالہ بچہ کو میرے سامنے پیش کیا جو ۴۰ تک پہاڑے سنا سکتا تھا۔ جب میں نے اِس لڑکے کو نہایت ابتدائی حساب کے متعلق چند سادہ سوالات پوچھے تو اسے بالکل کورا پایا۔ یہ سوالات طالب علم کی روزانہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اُن کی اہمیّت اُستاد خود تسلیم کرتا تھا۔ جب یہ دلچسپ واقعہ مجھے پیش آیا۔ تو باقی جماعت اونچی آواز میں پہاڑے رٹنے میں مست تھی۔ اور اُس شور میں سوائے ایک ادنےٰ اسی قسم کے حافظے کے اور کسی دماغی قوت کا بیدار ہونا ناممکن تھا۔

ان حالات سے صاف ظاہر ہے کہ تعلیم کے مسلّمہ اصولوں کو ہماری ضروریات کے مطابق بنانے کی فوری ضرورت ہے۔ ہمارے اُستادوں نے خود پرانے رواجی طریقوں سے بے سروسامان سکولوں میں تعلیم پائی ہوتی ہے۔ ان کے خیالات دقیانوسی ہوتے ہیں اور مروجہ طریقوں کا اُن پر اتنا گہرا اثر

ہو چکا ہوتا ہے۔ کہ ہماری ابتدائی تعلیم میں کوئی اہم تبدیلی کرنا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اصلاح کا محض ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اُستادوں کی توجہ چند محدود مقاصد کی طرف دلائیں۔ اور طالب علموں کی گھریلو زندگی جو آج تک اُن کی تعلیمی زندگی کو مروجہ طریقوں کے مطابق چلنے پر مجبور کرتی رہی ہے۔ تبدیل کرنے کی کوشش کریں میں چاہتا ہوں کہ تعلیم کے صرف دو مقاصد ہر اُستاد کے پیش نظر لاؤں اور درخواست کروں کہ وہ اپنی اور سکول کی ہر کوشش ان دونوں مقاصد کی کامیابی میں صرف کر دے۔ تمام ابتدائی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ اوّل طالب علم اپنی شخصیت سے آشنا ہو جائے اور دوم اُسے اپنی ذات پر مکمل اعتماد ہو جائے۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کا سب سے پہلے ایک عملی پہلو ہے۔ جماعت کے ہر ایک فرد کو اُستاد علیحدہ علیحدہ جگہ یا چٹائی پر بٹھائے تاکہ ہر ایک لڑکا ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر ہو۔ اور اس کی شخصیت اُس پر اور اُستاد پر عیاں ہو۔ وہ محض ایک انسانی گروہ کا ادنےٰ جزو نہ ہو اور اُستاد کے سامنے بجائے ایک انسانی انبار کے خوبصورت بشری ذرہ دکھائی دے۔ آگے چل کر اُستاد جماعت میں ایک ایسی فضا پیدا کرے کہ ہر ایک طالب علم چپ چاپ اپنے کام میں مصروف رہ سکے یعنی اونچی آواز سے مل کر سبق یاد کرنا یا اُسے رٹنا قطعی بند کر دیا جائے جماعت کے شور و شر سے اکثر اُستادوں کو خیال ہو جاتا ہے کہ بہت کام ہو رہا ہے۔ اور اُنہیں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب ہر ایک طالبعلم اپنا اپنا کام کرنے میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اُستاد کو نئے نئے طریقے عمل میں لانے پڑیں گے۔ جن سے ہر ایک طالب علم کے لئے اور زیادہ دلچسپی اور مصروفیت کا سامان مہیا ہو سکے۔ مثلاً اردو لکھنا پڑھنا سکھانے میں بجائے حروف تہجی کو زبانی یاد کرانے اور ا۔ اِ۔ اُ۔ رٹوانے کے موگا میتھڈ کا استعمال لازم ہو جائیگا۔ تاکہ طالب علم دو ایک روز کی محنت کے بعد ہی لکھنے پڑھنے میں انفرادی طور پر دلچسپی لینا شروع کر دے۔ اور اُسے اپنے آپ پر یہ بھروسہ ہو جائے کہ میں بھی لکھنا پڑھنا سیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح حساب سیکھنے میں ہر ایک طالب علم کے لئے علیحدہ علیحدہ پتے۔ گولیاں۔ پتھر یا لکڑی کے ٹکڑے مہیا کر دیئے جائیں۔ اُن کو وہ گن سکے۔ قرینے سے رکھ سکے۔ اور اُن کو اپنے سمجھ کر اُن کے استعمال میں خوشی اور فخر حاصل کرے۔ اگر عملی طریقے استعمال کئے جائیں۔ تو ہر ایک طالب علم دو چار روز کے بعد ہی اپنی ضرورت اور عقل کے مطابق لکھنا پڑھنا اور گننا سیکھ جائے گا۔ اور اُس کے دماغ کی

نشو ونما صحیح معنوں میں شروع ہو جائے گی۔

علاوہ بریں اگر تھوڑی سی توجہ "دستکاری" کی طرف دے دی جائے تو سکول طلبا کے لئے اور بھی دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے۔ استاد گاؤں کے محدود وسائل کو مدنظر رکھ کر ایک فہرست ایسے کاموں کی تیار کر سکتا ہے۔ جو ہر ایک طالب علم اپنی عمر اور تعلیم کے مطابق بخوبی تیار کر سکے۔ اور اپنے ہاتھوں کو استعمال کر کے حظ اٹھا سکے۔ یہ عملی طریقہ ہماری تعلیم میں ایک پُر معنی اور اہم تبدیلی پیدا کر دے گا اور ہم جلد ہی محسوس کر لیں گے کہ اس نئے طریقے سے طالب علم دوسروں کے خیالات اور الفاظ پر انحصار رکھنے کی بُری عادت چھوڑ دیں گے۔ جواب مضمون لکھتے یا خط و کتابت کرتے وقت اُن کی یہ کوشش نہ ہو گی کہ "بازاری" کتابوں سے حفظ کئے ہوئے مواد کی نقل کرنے کی کوشش کریں بلکہ یہ کہ وہ اپنے مشاہدے اور تجربے سے فائدہ اٹھا کر صحیح معنوں میں "اپنے" خیالات کا اظہار کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر وقت اُستاد کو یہی کوشش کرنی پڑے گی کہ وہ ہر ایک طالب علم کے حسب حال جواب مضمون تجویز کرے اور اس کے لکھنے میں اُس کی رہنمائی کرے۔ مگر اُس کی اِس محنت کے نتائج اس قدر حوصلہ افزا ہوں گے کہ اپنا کام اس پر شاق گزرنے کی بجائے نہایت دلچسپی کا باعث بن جائے گا۔

اگر انہی محدود مقاصد کو پیش نظر رکھا جائے اور سمجھ اور دُور بینی سے کام لیا جائے تو یقیناً ہمارے مدرسوں کا ماحول مکمل طور پر بدل جائے گا۔ طالب علم سُستی اور کاہلی کی جگہ چُستی اور سرگرمی سے اپنے کام میں مصروف نظر آئیں گے اور انہیں اپنے کام سے وہ خوشی حاصل ہو گی جو ہر ایک انسان کو اپنی کوششوں کو کامیابی کی منزل پر پہنچا کر ہوتی ہے۔ علاوہ بریں طلبا اور اُستاد کی کوششوں کا عملی استعمال سکول کیلئے بھی از حد فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ دستکاری اور عملی تعلیم صحیح معنوں میں وہ ہے۔ جس سے طالب علم اپنی ضروریات کو خود مہیا کر سکے۔ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں ہر ایک سکول کے طالب علم اپنے بیٹھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی چٹائیاں گنتی کا سامان رکھنے کے لئے تھیلیاں پڑھنے کے لئے ہر ایک قسم کے نقشے۔ سکول لائبریری اور دیگر ہر قسم کی جلد سازی خود تیار نہ کر سکیں بڑی جماعتوں کے طالب علم ادنےٰ جماعتوں کے لئے خوش خطی کے نقشے تیار کر سکتے ہیں۔ اُن کیلئے گنتی اور املا کا موزوں مواد اپنی جواب مضمون یا حساب کی جماعت میں بطور مشق خوشخط لکھ سکتے

ہیں۔ یہ کام بچوں کو باہمی امداد کا ضروری سبق اِن کی روزمرّہ زندگی میں سکھانے کے علاوہ سکول کی کئی ایک مالی مشکلات کو بھی حل کر دیں گے۔ ہماری میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کی مالی حالت اتنی آسودہ نہیں کہ وہ سکول کی ہر ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مدد بہم پہنچا سکیں۔ وہ اُستاد جنہیں اپنے سکول سے محبّت اور اپنے پیشہ پر فخر ہے اکثر اس قسم کے طریقے ڈھونڈ لیتے ہیں کہ اسکول کی بہبودی اور بچّوں کی تعلیم کا سامان اُن کے اپنے ہاتھوں کی محنت سے پیدا ہو جائے۔ ممکن نہیں کہ ہمارے ملک کی مالی حالت کبھی بھی اتنی اچھی ہو کہ ہم اپنے سکولوں میں وہ سامانِ جدید مہیّا کر سکیں جو اکثر مغربی سکولوں میں ابتدائی تعلیم کے لئے مہیّا کیا جاتا ہے۔ لازمی طور پر ہر ایک اُستاد کو اپنے حالات کے مطابق نئے طریقے ایجاد کرنے پڑیں گے جن سے تعلیم جدید کے اصول ایک غریب گاؤں کی چند سادہ چیزوں کے ذریعے واضح ہو سکیں اور طالب علموں کیلئے ذریعۂ تعلیم اور موجب دلچسپی ثابت ہو سکیں۔ اور اگر ممکن ہو تو سکول کی کسی اہم ضرورت کو بھی پورا کر سکیں۔

چند ایسے سکولوں کے معائنہ کے دوران میں مَیں نے بُہت سی ایسی چیزیں دیکھیں جو بچّوں نے اُستاد کی مدد سے خود بنائی تھیں۔ ایک سکول میں بینچوں کی ایک محدود تعداد تھی۔ ان بینچوں کو کاٹ کر ہر ایک طالب علم کے لئے ایک چھوٹا سا ڈیسک فرشی نشست کے لئے مہیّا کیا گیا (بینچوں پر میں بیٹھنے کے خلاف ہوں کیونکہ یہ ہماری روزانہ دیہاتی زندگی اور مالی حالت کے منافی ہے)۔ ایک اور سکول میں ہر ایک لڑکے نے اپنی نشست کے سامنے اینٹوں اور بانس کی چھڑیوں کی مدد سے ان پر مٹی لیپ کر بہت مفید قسم کے ڈیسک تیار کئے۔ اسی طرح کہیں جھولے کہیں سی سا۔ اور چکہ بچّوں نے اپنے کھیلنے کے لئے گاؤں والوں کی مدد سے تیار کئے۔ ایک اور اُستاد نے اپنی جماعت کی مدد سے بیکار اور بدشکل کھڑیا مٹی کے ڈھیلے اکٹھے کروائے۔ انہیں پسوایا اور تھوڑے سے آٹے کے ساتھ گوندھ کر چاک کی پنسلیں تیار کیں جو تختہ سیاہ پر لکھنے کیلئے اچھی طرح سے استعمال ہو سکتی تھیں۔

اس میں شک نہیں کہ میں نے اُس مضمون پر کوئی عالمانہ یا وسیع بحث نہیں کی جس کا ذکر میں نے اس باب کے عنوان میں کیا تھا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ ہماری اولین ضرورت یہ ہے کہ ہم ابتدائی تعلیم کے دو ایک سادہ اصولوں کو پختہ کریں۔ ہندوستانی تعلیم کے پُرانے طریقوں کو مسمار کر کے تعلیم جدید کی بنیاد از سر نو ڈالیں۔ میں اس غلط فہمی کو دُور کرنا چاہتا ہوں کہ میں قدیم زمانے کی ہندوستانی تعلیم کا نکتہ چین ہوں۔ مجھے

پورا احساس ہے کہ تعلیم جدید میں کوئی ایسا جزو نہیں جو ہماری پرانی تعلیم کے اُس حصّے کا مقابلہ کرسکے۔ جس کے ماتحت شاگرد اپنے اُستاد پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ وہ ذاتی تعلقات جو اُستاد اور اس کے شاگردوں کے درمیان دورانِ تعلیم میں پیدا ہو جاتے تھے۔ ہماری پرانی تہذیب کا ایک شاندار نمونہ ہیں۔ مگر ہندوستان بدقسمتی سے نئی دنیا کی نئی تہذیب میں شامل ہو چکا ہے۔ اس جدوجہد کے لئے ایک نئی قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس نئی تہذیب کے دو ضروری اصول یہ ہیں کہ ہر ایک شہری اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھے اور کسی ایسے خیال پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ جسے اس کی عقل صحیح قرار دینے کے لئے تیار نہیں۔ ہندوستان کی بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ اگر ہمارے اُستاد محنت اور محبت سے نئی دنیا کی ضروریات کو ہماری پرانی تہذیب کے بہترین طریقوں سے ملا کر ایک نیا ہندوستان پیدا کر سکیں جو آج کل کی گھبرائی ہوئی دنیا کی ایک نئے راستے پر رہنمائی کر سکے۔

دوسرا باب

مادری زبان پڑھانا

انسان زبان سے دو کام لیتا ہے۔ اوّل خیالات کا اظہار کرنا دوسرے انہیں اخذ کرنا۔ یعنی بچّہ ایک زبان سیکھ کر سننے اور پڑھنے کے ذریعے دوسروں کے خیالات کو سمجھتا اور اپنی دماغی زندگی کا جزو بناتا چلا جاتا ہے۔ بولنے اور لکھنے کے ذریعے وہ اپنے خیالات اور اندرونی زندگی کا صحیح اظہار سیکھتا ہے پس ظاہر ہے کہ مادری زبان پڑھانے میں ہمیں پڑھنا۔ لکھنا اور بولنا اس غرض سے سکھانا چاہیئے کہ طالب علم دوسروں کے خیالات کو صحیح طور پر اور باقاعدہ سمجھ سکے اور اپنے خیالات کو لکھ یا بول کر صحیح طور پر اور باقاعدہ دوسروں پر واضح کر سکے۔

ابتدائی تعلیم محض اس بات تک ہی محدود نہیں کہ طالب علم حروف اور الفاظ کی شناخت کے قابل ہو جائے اور لکھے ہوئے مواد کو اونچی آواز سے "پڑھ" سکے۔ ابتدائی تعلیم کا نہایت ضروری فرض یہ ہے کہ بچہ چار سال کے دوران میں لکھے یا چھپے ہوتے سادہ مواد کو آسانی سے پڑھنے کے قابل ہو جائے اور جو کچھ پڑھے۔ اس کو سمجھ بھی سکے۔ جہاں تک لکھنے کا تعلق ہے ہمارا فرض ہے کہ بچے کے ہاتھ اور بازو میں ہم وہ ہنر پیدا کر دیں کہ وہ ان کی صحیح حرکات سے صاف اور جلد لکھنے کے کام کو کامیابی سے سرانجام دے سکے۔ اور اس طرح وہ اپنے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کو بہترین طریقے سے پیش کر سکے۔ آخر الذکر کی نسبت پہلے دو فرائض خاص طور پر لازمی ہیں۔

پڑھنا

خواندگی سے عام مراد یہ لی جاتی ہے کہ بچہ "پڑھ" سکتا ہے۔ مگر "پڑھنے" سے کیا مراد ہے۔ اس کے

متعلق عام لوگوں کو کافی واقفیت نہیں۔ ایک لمحہ غور کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ پڑھنا سیکھنا چار چیزوں کا مجموعہ ہے

اوّل۔ لکھے ہوئے مواد کی شناخت۔ تاکہ لکھے ہوئے خیالات کو بچہ الفاظ کی صورت میں تبدیل کر سکے یہ کام ۵۔۶ سال کی عمر میں سکھایا جا سکتا ہے۔

دوم۔ جن خیالات کو تحریر سے الفاظ کی شکل میں تبدیل کیا ہو۔ ان کو سمجھنے کی استعداد یعنی کتاب کو پڑھ کر اُس کے ماحصل کو سمجھ سکنے کی قابلیت۔ اکثر لوگ کتاب یا اخبار کو بخوبی اونچی آواز سے پڑھ سکتے ہیں۔ مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ جو کچھ انھوں نے پڑھا ہے اس کا مطلب کیا ہے۔

یہ کام ۷ سال کی عمر میں سکھایا جا سکتا ہے۔

سوم۔ کتابوں کے استعمال سے اُن کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنا۔ تاکہ بچہ سکول چھوڑنے کے بعد بھی اپنا مطالعہ جاری رکھ سکے۔

یہ کام ۸ سال کی عمر میں سکھایا جا سکتا ہے۔ مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض طلبا کے لئے کتابیں بالکل بے لطف اور روکھی پھیکی ہوتی ہیں۔ وہ پڑھنا وبالِ جان سمجھتے ہیں۔ اور اُن سے نفرت کرنے لگتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سکول چھوڑ کر کتاب کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

چہارم۔ جو کچھ پڑھا جائے اُس پر تنقید کرنے کی استعداد پیدا کرنا۔

یہ کام دس سال کی عمر میں سکھایا جا سکتا ہے۔ اِس عمر میں بچہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے خیالات کی نکتہ چینی یا پُرفہم تائید کر سکے۔ مگر ہمارے یہاں تو عام خیال یہ ہے کہ چھپی ہوئی چیز غلط نہیں ہو سکتی۔ اگر سوچا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ چھپی ہوئی چیز بھی کسی شخص کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔ اگر ایک شخص جھوٹ بول سکتا ہے تو وہ جھوٹ لکھ بھی سکتا ہے۔ بچوں میں شروع سے یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ جو کچھ پڑھیں اُسے غور سے سمجھنے اور اُس کی تجزی کرنے کی کوشش کریں۔ اور کسی خیال کو محض اس لئے قبول نہ کریں کہ وہ اخبار یا کتاب میں لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ آخر ہم عام لوگوں کی ہر ایک بات کو تو صحیح نہیں مان لیتے۔ جو کچھ ہم سنتے ہیں۔ اُسے صحیح قبول کرنے سے پہلے ہم اُسے ایک سکے کی مانند خوب ٹھوک بجا کر پرکھتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم لکھے ہوئے مواد کو سوچے سمجھے بغیر صحیح تسلیم کر لیں۔ اور اُس کی جانچ پڑتال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بچوں میں اس قسم کی عادت پیدا کرنے کے لئے بہت سے طریقے استعمال ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ پانچ سات فقرے تختۂ سیاہ پر لکھ دیئے جائیں اور

جماعت سے کہا جائے کہ ان فقروں کو غور سے پڑھو اور بتاؤ کہ کون سے فقرے سچ اور قبول کرنے کے قابل ہیں اور کونسے فقرے غلط ہیں اور انہیں قبول نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً:

(۱) زندگی کے لئے پانی پینا لازمی ہے اس لئے تم تالاب کا پانی پیا کرو۔

(۲) کونین ملیریا کو دُور کرتی ہے۔ اِس لئے جب ہمیں ملیریا بخار ہو تو ہمیں کونین استعمال کرنی چاہئے۔

(۳) تمام دوکاندار یکم جنوری کو اپنی دوکانوں کا نصف مال ڈسٹرکٹ بورڈ کے حوالے کر دینگے۔ اخبار میں یوں لکھا ہے۔ اس لئے یہ بات ضرور ٹھیک ہوگی۔

(۴) بابو رام لعل کا مکان اگلے جمعہ کو نیلام ہوگا۔ اخبار میں اس کا اشتہار چھپا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پڑھنے کے چار مقاصد جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔ یہ کم و بیش پرائمری کی چار ہی جماعتوں سے وابستہ ہیں یعنی چھ سال کی عمر سے لے کر ۱۰ سال کی عمر تک بچہ اس طریقے سے پڑھنا سیکھ سکتا ہے کہ یہ مقاصد حاصل ہو جائیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ پہلی جماعت میں صرف پڑھنا ہی سکھایا جائے۔ اور دوسری میں اس کا مطلب سمجھنا۔ وغیرہ۔ بلکہ لازمی یہ ہے کہ شروع ہی سے ان چاروں مقصدوں کو مدِنظر رکھ کر اُستاد مادری زبان کی پڑھائی اور لکھائی میں دلچسپی پیدا کر دے۔ پڑھنا سیکھنے سے پہلے بچے میں یہ احساس پیدا کیا جا سکتا ہے کہ کتابیں بے انتہا قسم کی خوشیوں کا منبع ہیں۔ اور اگر دوسری جماعت میں وہ اس قابل ہو جائے کہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کا ماحصل سمجھ سکے تو اُستاد اُسے صحیح اور غلط میں تمیز کرنا بھی سکھا سکتا ہے۔ اسی طرح شروع ہی میں جب بچہ محض لفظوں کی شکل و ساخت سے آشنا ہو رہا ہو۔ وہ یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش کرے کہ ان کا مطلب کیا ہے نہ کہ محض الفاظ کو اونچی آواز سے ادا کرنا سیکھے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ شروع ہی سے پڑھنے کی کتاب اور نقشے یعنی چارٹ بے معنی الفاظ کا سلسلہ نہ ہوں۔ بلکہ کہانی کی صورت میں ہوں تاکہ بچے جو کچھ پڑھیں اُسے سمجھ سکیں اور ادا کر سکیں۔ اگر قاعدہ (اُردو پرائمر) صحیح طریقے پر لکھا گیا ہو اور بچوں کو الفاظ کی شناخت صحیح معنوں میں ہو جائے تو وہ خود بخود پڑھتے چلے جائینگے۔ اور اُستاد کو محض گاہے گاہے اُن کی مدد کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلے ہی دن سے پڑھنے کی نسبت نفسِ مضمون سمجھنے پر زور دینا کتنا ضروری ہے۔

طریقہ

پہلا سال عمر تقریباً ۶ سال

حروف اور الفاظ کی شناخت۔

(۱) پڑھنا مکمل الفاظ کی پہچان اور بناوٹ ہی سے شروع کراؤ

(۲) حروف کو کسی ایسی ترتیب میں سکھاؤ جس میں الفاظ بنانے سہل ہوں۔

(۳) حرکات اور سکنات شروع ہی میں سکھادو۔

(۴) جب کوئی نیا حرف سکھاؤ تو اُس سے جس قدر الفاظ بن سکیں بنانے سکھاؤ۔ اِس کام میں سیکھے ہوئے حروف کی مدد لو۔

(۵) جب کبھی کوئی نیا لفظ سکھاؤ اِسے پہلے سیکھے ہوتے الفاظ کے ساتھ ملا کر جس قدر فقرے بن سکیں بنا کر پڑھنا سکھاؤ۔

مندرجہ ذیل مثالوں سے یہ چند اصول خوب واضح ہو جائینگے۔ مگر ہر ایک اُستاد ان اصولوں کی بنا پر خود لاانتہا مثالیں قائم کر سکتا ہے۔ اِس منزل پر سب سے اچھا اصول صرف یہی ہے کہ حروف الفاظ۔ اور فقروں کو رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی مدد سے سکھایا جائے۔ تاکہ بچہ جوں جوں پڑھنے میں ترقی کرے۔ اُسے پڑھے ہوتے مراد کا ماحصل سمجھ کر خوشی ہو۔ اور پڑھنے کے کام میں دلچسپی بڑھتی چلی جائے۔

حروف کی پہچان۔ اب پ

ان سے ساختہ الفاظ کی پہچان۔ اب۔ با۔ بابا۔ باپ۔ وغیرہ

نیا حرف۔ ج

نئے الفاظ۔ جا۔ جیپ۔ بج۔ جب۔ بجا۔ باجا وغیرہ۔

فقرات۔ جا۔ بابا جا۔ اب جا۔ بابا اب جا۔ باجا بجا۔ وغیرہ۔

سبق کا خاکہ۔

(۱) مشق کیخاطر اور تمہید کے طور پر پہلا سبق دہراؤ (اب۔ بابا۔ باپ وغیرہ)

(۲) لڑکوں سے کہو کہ وہ کچھ الفاظ اپنی سلیٹوں پر لکھیں۔ (بابا۔ باپ۔ وغیرہ)

(۳) اس سبق میں جو نیا حرف سکھانا چاہتے ہو اُسے تختہ سیاہ پر لکھو۔ (ج)

(۴) اس کو صحیح تلفظ سے ایک۔ دو تین بار پڑھو۔ (جیم۔ ج)

(۵) لڑکوں کو اپنی سلیٹوں پر لکھنے کے لئے کہو۔ لڑکے اُس وقت تک لکھتے رہیں جب تک کہ صحیح نہ لکھا جائے۔ (ج)

(۶) نئے حرف کو شامل کر کے نئے لفظ بناؤ۔ اور انہیں واضح طور پر بولتے رہو تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلبا کی مدد سے انہیں پڑھاؤ۔ (جا۔ باجا۔ باباجا۔ باپ جا۔ بجا۔ وغیرہ)

(۷) اب جھلکی طریقہ استعمال کرو۔

جلد سے جلد پڑھنا سکھانے کے لئے یہ ایک اہم طریقہ ہے۔ دیکھنے میں آیا ہوگا کہ جب آدمی ایک لفظ کو دیکھتا ہے تو وہ اس کے ہجے نہیں کرتا۔ بلکہ اس لفظ کی شکل ہی کو دیکھ کر کہ دیتا ہے کہ یہ فلاں لفظ ہے۔ اس لفظ کی شکل اُس کے دماغ میں منقش ہو چکی ہے اور وہ اسے دیکھنے پر اسی طرح سے پہچان لیتا ہے جس طرح ہم اپنے دوستوں کو ان کی شکل صورت سے پہچان جاتے ہیں۔ بچہ اس وقت تک روانگی سے پڑھنا نہیں سیکھ سکتا۔ جب تک اُس کی حرف بہ حرف ہجے کر کے پڑھنے کی عادت دُور نہ کی جائے۔ یہ عادت ہمیشہ آہستہ آہستہ دور کرنی چاہیئے۔ تاکہ بچہ جوں جوں ترقی کرتا جائے ایک لفظ کو بحیثیت مجموعی پہچان کر پڑھنے کی عادت بنایا جائے۔

جھلکی طریقہ دو طرح سے استعمال ہو سکتا ہے۔ **اول**۔ اُستاد تختہ سیاہ پر نہایت خوشخط ایک لفظ کو لکھ دے۔ مگر لکھتے وقت جماعت کی طرف پشت کر کے اس طرح سے کھڑا رہے۔ کہ کوئی طالبعلم اُس لفظ کو نہ دیکھ سکے۔ پھر کسی کتاب یا کاغذ سے اُس لفظ کو چھپالے۔ اور جماعت سے مخاطب ہو کر کہے۔ میں نے تختہ سیاہ پر ایک لفظ لکھا ہے۔ جو اس کاغذ کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ میں کاغذ کو کچھ دیر کے لئے ہٹالوں گا۔ تم میں سے ہر ایک بچہ اس لفظ کو خاموشی سے پڑھنے کی کوشش کرے۔ دیکھیں کون کون پڑھ سکتا ہے۔ شروع شروع میں ممکن ہے کہ کاغذ کو کچھ لمحوں کے لئے تختہ سیاہ سے دُور رکھنا پڑے۔ مگر جلد ہی بچوں کو فی الفور پڑھ لینے کی عادت پڑ جائے گی اور اُستاد محسوس کرے گا کہ خواہ وہ کتنی جلدی بھی لفظ کو دوبارہ ڈھانکنے کی کوشش کیوں نہ کرے۔

لڑکے لفظ کو پڑھ لیں گے۔ فی الواقع بات یہ ہے کہ انسانی آنکھ ایک سیکنڈ کے پانچویں حصہ میں ایک لفظ کو پہچان سکتی ہے اور اِسے ایک حرف یا ایک لفظ کے "پڑھنے" میں یکساں وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔

دوم۔ گتے کے ٹکڑوں پر مختلف الفاظ ایک ایک کر کے لکھے ہوں۔ اِن گتوں کو تختہ سیاہ پر الٹ کر لٹکا دیا جائے۔ یا باری باری ہاتھ سے دکھایا جائے۔ بچوں کو پہلے کی طرح ہدایت کی جائے اور دیکھتے ہی پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ اِسی طرح ہر روز چند منٹ کے لئے جھلکی طریقہ استعمال کرنا چاہیئے۔ جب تک کہ بچوں کو بالکل رواں پڑھنے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اِس جھلکی طریقہ کے استعمال سے بچوں کا مشاہدہ، حافظہ اور حاضر جوابی بڑھتی ہے۔ زبان دانی میں ان تینوں صفات کا استعمال نہایت مفید ثابت ہو چکا ہے۔

گتے کے ٹکڑوں پر علیحدہ علیحدہ لکھے ہوتے حروف کا استعمال بھی پڑھنے اور لکھنے میں بچوں کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے مثلاً | ا | | ب | | پ | | ج | ہر ایک لڑکے کے پاس اس قسم کے پانچ پانچ پتے ہوں جن پر یہ حروف لکھے ہوئے ہوں۔ اگر ہر ایک حرف کے پتوں کو علیحدہ علیحدہ ڈبوں میں رکھا جائے تو بانٹتے وقت بہت سا وقت بچ سکتا ہے اور جب وہ استعمال کے بعد مل گئے ہوں تو اُن کو علیحدہ علیحدہ چن کر با ترتیب ڈبوں میں ڈالنے سے بچوں کو اُن کی پہچان میں مدد ملتی ہے۔ اگر جماعت کا ہر ایک لڑکا اِس کام کو نہ کر سکے تو شروع میں ایک دو سمجھدار لڑکوں کے سپرد کر دینا چاہیئے مگر کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ آہستہ آہستہ جماعت کا ہر ایک لڑکا اپنی باری پر اِسے کرنے کے قابل ہو جائے۔

حرکات و سکنات کو بھی علیحدہ حروف تصوّر کر کے گتے کے ٹکڑوں پر لگا دیا جائے۔ جب اُستاد جماعت کو کوئی لفظ لکھنے کے لئے کہے تو بچے اِس لفظ کے مجموعی حروف کو صحیح ترتیب میں اپنی سلیٹ پر بچھا دیں۔ اور اس کے نیچے لفظ کو صحیح طریقے سے لکھ دیں۔ مثلاً اُستاد نے کہا۔ لکھو باجا۔ تو پہلے بچے اپنے پتوں میں سے ۴ پتے چن کر ب ا ج ا کی ترتیب سے سلیٹ پر بچھائیں پھر اس کے نیچے باجا لکھ دیں، اور اُستاد کے پاس تصیح کے لئے لے جائیں۔ شروع میں اگر اُستاد یہ محسوس کرے کہ طلبا کو ب ا کو با کی صورت میں لکھنے میں مشکل پیش آتی ہے تو گتوں پر بجائے حروف لکھنے کے

الفاظ کے مرکب اجزا لکھ دے۔ جیسے با۔ آ۔ جا۔ پا۔ وغیرہ۔ بچّوں کو ہر ایک نئے لفظ کے بعد اس قسم کی مشق کرانی چاہیئے۔ اور شروع میں دو حروف سے زیادہ نہیں سکھانے چاہیئیں۔ اور ہر تین یا چار حروف کے بعد دہرانے کے لئے کافی وقفہ ہونا چاہیئے۔ بچّوں سے یہ کوشش کرائی جائے کہ وہ سیکھے ہوئے الفاظ کے مرکب اجزا اور حروف سے نئے نئے لفظ بنائیں۔

پڑھانے کے طریقے

علیحدہ ۲ انچ مربع یا بڑے حروف کاٹ کر جماعت کے سامنے ڈھلوان تختہ سیاہ پر بچھا دیئے جائیں۔ اور جماعت کو کہا جائے۔ وہ اِس لفظ کو پڑھ لیں اور اس کی شکل کو پہچان لیں۔ پھر ان ٹکڑوں کو اتار لیا جائے اور لڑکوں سے کہا جائے کہ وہ اس لفظ کو اپنی اپنی سلیٹوں پر لکھ کر استاد کو دکھائیں۔ شروع میں ہر ایک لڑکے کو پڑھنے اور لکھنے کے لیے کافی وقت دینا چاہیئے۔ اگر جماعت میں لڑکوں کی تعداد بہت زیادہ نہ ہو تو ہر ایک لڑکے کو چند کاٹے ہوئے حروف یا الفاظ کے مرکب اجزا دے دو اور اُسے کہو کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی لفظ بنائے۔ اُستاد کے اشارہ کرنے پر لڑکے اپنے اپنے الفاظ اپنے ساتھ والے لڑکے کیساتھ تبدیل کرلیں اور پڑھ کر اُستاد کے پوچھنے پر بتا دیں۔

[یہ ہدایات اور طریقے اُردو پڑھنا سکھانے کے نقطۂ نگاہ سے لکھے گئے ہیں جو تعلیمی اصول ان میں پنہاں ہیں وہ اور بھی آسانی سے انگریزی۔ ہندی یا گورمکھی سکھانے کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اِن زبانوں میں الفاظ حروف سے بنتے ہیں مرکب اجزا سے نہیں]

بچوں کو اِس طریقے میں زیادہ دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اُستاد کو چاہیئے کہ وہ ہر ایک بچے کو علیحدہ خالی کاغذ کے مربعے دیدے اور اس سے کہے کہ وہ خود بخود ان پر مختلف حرف لکھ لے۔

دُوسرا سال (عمر سات سال)

اس سال میں پڑھانے کا سب سے ضروری مدعا یہ ہوتا ہے کہ طالب علم میں چھپے ہوئے مواد میں سے ماحصل اخذ کرنے کی استعداد ہو جائے۔ ابتدائی مہینوں میں زیادہ تر اونچی آواز میں پڑھنے کی ضرورت ہو تو ہو مگر سال کے اختتام تک طلبا خاموش پڑھنے کے عادی ہو جانے چاہیئیں۔ اِس لئے

آہستہ آہستہ اُن کو یہ بھی رغبت دلائیں کہ وہ بغیر آواز پیدا کرنے یا ہونٹ ہلانے کے پڑھ سکیں۔

جماعت کی نشست

لڑکے متواتر بیٹھے بیٹھے تنگ آجاتے ہیں۔ اس لئے اچھا ہے کہ اونچی آواز میں پڑھتے وقت اُن کو کھڑے کرلینا چاہیے۔ یہ بھی مفید ہے کہ زمین پر ایک نصف دائرہ کی شکل میں ایک مستقل سفید خط لگا دیا جائے اور طلبا کو کہ دیا جائے کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ بیٹھتے جائیں۔ اور اِس خط کے اِدھر اُدھر نہ بیٹھیں۔

سبق کا خاکہ

(۱) فقروں کو صحیح وقفہ کے ساتھ پڑھنا۔

لڑکوں سے کہا جائے کہ وہ اپنی اپنی پنسلیں لے لیں استاد اس طرح سے پڑھنا شروع کر دے۔ میرے پاس | دو پتنگیں | ہیں | اور محمود کے پاس | دو بلّے | اور ایک گیند ہے | تم | چار بجے آنا | ہم تم | اکٹھے | کھیلنے چلیں گے ||

جوں جوں اُستاد پڑھتا جائے وہ تختہ سیاہ یا میز پر ہر وقفے کے بعد کھٹکھٹاتا رہے اور طلبا کو کہے اپنی اپنی کتابوں میں وقفہ کا نشان پنسل سے لگالیں۔ ہر ایک فقرے کے اختتام پر وقفہ ذرا لمبا ہو اور بجائے ایک کے دو لکیروں سے ظاہر کیا جائے۔

ہر ایک فقرے کو مختلف حصوں میں مطلب کی رو سے تقسیم کیا جائے۔ پڑھا اس طرح سے جائے کہ جیسے کوئی انسان باتیں کر رہا ہے۔ سننے والے کے ذہن میں دو وقفوں کے درمیانی الفاظ بیک وقت جذب ہو سکیں۔ اور مکمل ہوتے تک اِس فقرے کے معنی دماغ میں اچھی طرح سے بیٹھ جائیں۔ اگر بچّہ بجائے سننے کے پڑھ رہا ہو تو بھی وہ اس طریقے سے پڑھے کہ فقرے کے معنی اور ماحصل اس کی سمجھ میں آتے چلے جائیں۔ جب تک ایک فقرہ سمجھ میں نہ آجائے۔ اگلا فقرہ نہ پڑھا جائے یہ طریقہ نہایت اہم ہے اگرچہ شروع شروع میں مشکل اور بے فائدہ سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس پر قائم رہ کر آزمانا ضروری ہے جو وقت اور محنت ابتدا میں خرچ کئے جائیں گے۔ ان کا پھل

بعد میں تیز رفتاری اور صحیح زبان دانی کی شکل میں نمایاں ہو گا - بچّوں کو لکھے یا چھپے ہوئے مواد کے ماحصل سے روشناس کرانے اور صحیح معنوں میں پڑھنا سکھانے کے لئے اس قسم کی چند ابتدائی مشقیں نہایت ضروری ہیں۔ شروع میں ہر ایک بچے کا جی یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ خوب بلند آواز سے جلد جلد پڑھتا چلا جائے۔ وہ وقفوں یا معنی کی طرف بہت کم توجہ دیتا ہے پڑھنا شاذ ہی بہت آہستہ ہوتا ہے۔ عام شکایت یہی ہے کہ بچے بہت تیز پڑھتے ہیں اور جو پڑھتے ہیں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔

جب کچھ ہفتوں کے بعد لڑکے اس طرح پڑھنے کے عادی ہو جائیں۔ تو اُن سے کہنا چاہئے کہ وہ فقرے کے مطلب اور نفس مضمون پر غور کریں اور اپنے لئے خود ہی نئے وقفے وضع کریں اور انہیں ظاہر کرنے کیلئے اپنی اپنی کتابوں میں نشان لگائیں۔ اور پھر پڑھ کر سنائیں۔ اس منزل سے آگے لڑکے بغیر نشان لگائے پڑھنے کے قابل جلدی ہو جائیں گے۔

پڑھنے میں اور زیادہ اصلاح اس صورت میں ممکن ہے کہ اگر لڑکے سے کہا جائے کہ تم جماعت کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور تمام وقت اُسی طرف دیکھتے رہو اور کسی وقت تھوڑے سے وقفے کے لئے الفاظ اور عبارت کو پہچاننے کی غرض سے کتاب کی طرف نگاہ کر لو تو وقفوں کے دوران میں وہ کتاب کی طرف دیکھے۔ مگر بولتے وقت جماعت کی طرف ہی دیکھتا رہے اس طرح کئی لفظوں کے مجموعوں کو آنکھ ایک نظر سے دیکھ لیتی ہے۔ اور زبان باآواز بلند جماعت کی طرف منہ کئے ہوئے توجہ سے کہہ دیتی ہے۔ بچے کو عام گفتگو کے لب و لہجے میں پڑھنا چاہئے نہ کہ پاٹھ شالہ اور مسجدوں میں گنگنانے کے طریق سے۔

(۲) وقفوں پر نشان لگا کر لڑکا جماعت کے سامنے صاف اور اونچی آواز سے پڑھے کہ سننے والے کو بغیر کتاب کی طرف دیکھے سمجھ میں آ جائے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔ ہر ایک لڑکا کم از کم نصف صفحہ اس طرح پڑھے۔ جہاں کوئی مکالمہ پڑھنا ہو تو اُستاد ایک آدمی کا پارٹ ادا کرے یا دو لڑکے دو آدمیوں کی گفتگو کو بیان کریں۔

اگر کہیں کوئی مشکل لفظ آ جائے تو اُستاد کو چاہئے کہ لڑکے کو ٹھیرا لے مشکل لفظ کی جگہ آسان لفظ بتا کر پھر آگے چلنے دے۔

(۳) جو کچھ ایک لڑکے نے پڑھا ہے اس کا خلاصہ مضمون کوئی اور لڑکا جماعت کے سامنے بیان کرے۔ جب وہ سنا چکے تو اُستاد جماعت سے پوچھے "اس نے کوئی غلطی تو نہیں کی" "یا کسی ضروری تفصیل کا ذکر کرنا تو نہیں بھول گیا" جن طلبا کو شبہ ہو کر کوئی غلطی کی ہے یا تفصیل کا ذکر نہیں کیا گیا وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ اور اُستاد انہیں اپنے نقطۂ نگاہ کو جماعت کے سامنے پیش کرنے کا موقع دے اور پڑھنے والے طالب علم کو جواب دینے کا۔ تاکہ اگر اُس نے کسی خاص تفصیل کو غیر ضروری سمجھ کر اُس کا ذکر نہیں کیا یا خلاصہ مضمون کسی خاص پہلو سے بنایا ہے جس پہلو سے اُس تفصیل کی کوئی اہمیت نہیں تو وہ انہیں اپنے صحیح ہونے کا یقین دلا سکے۔ زبان دانی میں اس قسم کا بحث مباحثہ بڑا دلچسپ ہوتا ہے اور خاص وقعت رکھتا ہے۔

(۴) سبق کے آخر میں کل مضمون کو اسی طرح سے دہرایا جائے۔

درمیانی لکھائی کا کام

مسلسل پڑھائی اور گفتگو کے کام سے بھی بچے تنگ آجاتے ہیں اس کا انسداد درمیان میں گاہے گاہے لکھائی کے کام سے ہو سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو کہا جائے۔ تیار ہو جاؤ۔ جو سوال میں کروں اس کا جواب لکھو اور مجھے دکھاؤ۔ سوال مشکل الفاظ کے معنی یا تمام عبارت کا چند الفاظ میں خلاصہ بیان کرنے کے متعلق ہو تو بہتر ہے۔ جہاں تک ممکن ہو نحو یا صرف و نحو کے سوالات سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔

خاموش مطالعہ

مندرجہ بالا نمبر (۱) اور (۲) کی جگہ جماعت سے اگلا صفحہ یا نصف صفحہ دل ہی دل میں پڑھنے کو کہا جائے اور پھر جیسے ہم نے نمبر (۳) میں بیان کیا ہے۔ اُسے دہرایا جائے۔ ہر تیسرے روز کتاب کا مطالعہ خاموش ہو اور جوں جوں جماعت کو خاموش مطالعہ کی عادت پڑتی جائے۔ اونچی آواز سے پڑھنا کم ہوتا چلا جائے۔ خاموش مطالعہ سے مراد وہ خاموش مطالعہ ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں یعنی پڑھتے وقت نہ آواز نکلے۔ نہ ہونٹ حرکت کریں اور نہ کوئی بھنبھناہٹ سنائی دے۔

لبوں کی حرکت کم کرنے کے لئے شروع میں دانتوں یا ہونٹوں کے درمیان ایک لمبی پنسل رکھوائی جا سکتی ہے۔ خاموش مطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والا جلد از جلد کتاب کا مطلب حاصل کرے۔

کورس پڑھانے کا طریقہ

نصاب میں مقررہ کورس کے مطالعہ کو دوسرے مطالعہ سے بالکل علیحدہ رکھنا چاہئے۔ تقسیم اوقات یوں ہو سکتی ہے۔

خاموشس مطالعہ - ہفتے میں دو دفعہ

اونچی آواز سے پڑھنا - ہفتے میں دو دفعہ

لکھائی - ہفتے میں دو دفعہ ،

لکھائی کے دو سبقوں میں سے ایک املا کے لئے اور دوسرا لفظوں کے معنی اور صرف ونحو کے لئے وقف کیا جائے۔ خلاصہ مضمون تلفظ اور گفتگو پر خاص زور دیا جائے۔

صرف ونحو

اِس منزل پر صرف ونحو کا بہت خفیف حصہ پڑھایا جائے۔ مندرجہ ذیل تجاویز قابل غور ہیں۔ اشیاء کے نام۔ اور آدمیوں کے نام چنے جائیں۔ اور مسند اور مسند الیہ کو بھی چن لیا جائے۔ صرف ونحو تقریر کی بناوٹ کو سمجھنے کے لئے مفید ہے مگر بذاتہ اس کو ایک مقصد قرار نہیں دینا چاہئے۔

تلفظ

جب جماعت کاپی پر خوشخطی لکھنے میں مصروف ہو تو ایک ایک لڑکے کو باری باری اپنے پاس بلاؤ اور جن الفاظ کے تلفظ میں اُسے مشکل پیش آتی ہو۔ اُن کی مشق کراؤ۔ یہ انفرادی مشق اُس مشق کے علاوہ ہوگی جو کل گروہ یا جماعت کو کرائی جاتی ہے اور جو بلند آواز سے پڑھنے کے سبق کے دوران میں دی جاتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ طلبا کی ذاتی مشکلات کو سمجھا جائے اور اُن کے انسداد کے ذرائع سوچے جائیں۔

نظم

(ا) جس طرح نثر بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ اُسی طرح نظم بھی صاف اور صحیح پڑھنی چاہیے۔ تاکہ سننے والے پر تحریر کو دیکھے بغیر معنی واضح ہو جائیں۔

(ب) وقفوں کے بارے میں خاص طور پر محتاط رہنا چاہیے اور ہر ایک شعر کے آخر میں لمبا وقفہ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

(ج) شعر پڑھنے میں انتہائی کمال حاصل کرنے کے لئے بار بار پڑھنا ضروری ہے جب ایک لڑکا اچھی طرح سے پڑھ سکتا ہو تو اُسے ہدایت کرنی چاہیے کہ پڑھتے وقت جہاں تک ممکن ہو کتاب کی طرف نہ دیکھے یعنی آنکھ ایک نظر سے شعر کو دیکھ لے اور زبان موزوں لب و لہجہ سے اسے ادا کر دے۔ باقی طلبا خاموش۔ دل ہی دل میں اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے جائیں۔ اور اپنی باری آنے پر ہر ایک لڑکا کھڑا ہو کر بلند آواز سے اُسی طرح پڑھنے کے قابل ہو۔

شعروں کی وضاحت نہیں کرنی چاہیے۔ صرف کہیں کہیں مشکل الفاظ کے معنی بتا دینے چاہئیں نظم پڑھنے اور سیکھنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ طالب علم پہلے ایک شعر کا مفہوم سمجھ لے اور اُسے باآوازِ بلند معنی خیز طریقہ سے پڑھ سکے۔

تیسرا سال۔ (عمر ۸ سال)

طریقہ

اِس جماعت میں پنسل کے ساتھ وقفوں کے نشان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر شروع سال میں لگائے بھی جائیں تو اس طریقے سے کہ سبق رواں ہونے کے بعد آسانی سے مٹائے جا سکیں۔ زیادہ تر مطالعہ خاموشی سے دل ہی دل میں ہونا چاہیے۔ اس سال کے دوران میں جماعت کو چاہیے کہ کافی وسعت کے ساتھ مطالعہ کرے۔

نوٹ۔ نصاب کے بموجب صرف ایک کتاب ۵۰، یا سو صفحے کی مقرر ہوتی ہے۔ اردو زبان کے سکھانے کے لئے سال کے آخر میں پڑھائی جا سکتی ہے ہر ایک کتاب ختم کر چکنے کے بعد طلباء

خود ہی اسم اور فعل چن کر چھوٹے چھوٹے فقروں کو مسند اور مسند الیہ میں منقسم کرلیں۔ پڑھنے کے اسباق ایک تہائی خاموش ہونے چاہئیں سبق کے خاتمے پر اُستاد کو چاہیئے کہ لڑکوں کو بلاکر دریافت کرے کہ وہ کیا پڑھتے رہے ہیں اور بعد میں پڑھے ہوئے مضمون کا خلاصہ لکھوائے۔

نظم بدستور سابق پڑھائی جائے۔

مضمون نویسی

اِس جماعت میں مضمون نویسی کسی پڑھے ہوئے صفحے یا سبق کا خلاصہ لکھنے تک ہی محدود ہونی چاہیے اُستاد اس کو تین حصوں میں یوں منقسم کرلے۔

(۱) طالب علم خاموشی سے پڑھ کر مقررہ حصے کا مطلب سمجھے۔

(۲) اسے اپنے الفاظ میں استاد کے سامنے زبانی بیان کرے (اُستاد صرف ضروری غلطیاں دُور کرے)

(۳) اپنے الفاظ میں اس مطلب کو جواب مضمون کے طور پر لکھے۔

چوتھا سال (عمر ۹ سال)

طریقہ

اِس جماعت میں زیادہ زور اس بات پر دینا چاہیئے کہ طلبا اپنے مطالعہ کئے ہوئے سبق کا خلاصہ بنا سکیں۔ اُن میں اپنے خیالات (جو قدرتی طور پر سادہ ہونگے) کو بالترتیب پیش کرنیکی قابلیت پیدا ہونی چاہیئے۔ مثلاً اگر اپنے کورس میں انہوں نے ڈسٹرکٹ بورڈ کے موضوع پر سبق پڑھا ہے۔ تو وہ اس سبق کی موٹی موٹی باتوں کو یوں بیان کرسکیں۔

ڈسٹرکٹ بورڈ کے فرائض

(۱) تعلیم

پرائمری

مڈل

(۲) حفظانِ صحت

معائنہ

عملی کام

(۳) سڑکیں

انکا بنانا

حفاظت

پلوں کی تعمیر

جوں جوں ایک عنوان کے اجزا ہوتے جائیں اُن کو بائیں طرف ایک دوسرے کے نیچے لکھتے چلے جائیں۔ جوں جوں ان اجزا کی اہمیت عنوان کے لحاظ سے کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ بائیں طرف سرکتے جاتے ہیں۔

اسی درجہ میں یہ ممکن ہے کہ طلبا چھپے ہوئے مشکل مواد میں سے مطلب اخذ کرنے کی مہارت حاصل کریں۔ اور اس قابل ہو جائیں کہ اُس پیرے پر تنقید کر سکیں جو فاش غلطیوں یا ناممکنات سے پُر ہو۔ ایسے پیرے استاد خود بھی لکھ سکتا ہے۔ یا سوفیانہ اخباروں سے جمع کر سکتا ہے۔

وہ لڑکا جو بُرے بھلے اور صحیح و غلط کی تمیز کئے بغیر پڑھتا جاتا ہے اُس حیوان کی طرح ہے جس کو قدرت کی طرف سے سونگھنے کی قوت عطا نہ کی گئی ہو۔ وہ اس تمیز کے بغیر کہ کونسی چیز خوردنی اور کونسی غیر خوردنی اور زہر آلود ہے۔ ہر چیز کو کھاتا جاتا ہے۔

اگر اب تک کام تسلی بخش ہوا ہو تو بچوں کو اپنی خوشی سے پڑھنے کی عادت ہو جانی چاہئے اس کے مطابق ہی پڑھنا سکھانا چاہئے۔ جماعت سے باہر یا گھر پر پڑھنے اور خاموشی سے مطالعہ کرنے کو زیادہ اہمیت دینی چاہئے۔

لکھنا

پہلا سال (عمر ۶ سال)

سب سے پہلے نہایت ضروری بات حروف تہجی کی صحیح ترتیب اور صحیح لکھنے کا طریقہ ہے۔ تاکہ

لکھی ہوئی چیز کو جلدی پڑھتے وقت دقت پیش نہ آئے۔ کسی حرف کا جلدی اور صحیح حرکت کیساتھ لکھنا اسکی ظاہرہ شکل و شباہت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

حروف کا صحیح لکھنا اُن کے خاکوں یا کندہ نقش (پنجابی پُورنے) سے اچھی طرح سکھایا جاسکتا ہے۔ یہ حروف ۲″ یا ۲½″ مربع میں کاٹے جاتے ہیں جن کی ایک طرف تو سفید ہوتی ہے۔ اور دوسری سیاہ۔ طالب علم حرف کو سلیٹ پر رکھ کر اُس کے گرد پنسل پھیر کر اُس کی شکل کھینچ سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک حرف کا نقش مہیا کیا جائے۔ ان سے بچوں کو لکھنے کا طریقہ سکھانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بتانا مقصود ہے کہ حروف مسلسل رفتار سے بہترین لکھے جاتے ہیں۔ بارہ پندرہ حروف کو خاکوں یا نقشوں کی مدد سے سکھانے کے بعد باقی حروف آنکھ سے ہی پہچانے جاسکتے ہیں۔ گتے کے حروف سے ٹین کے حروف بہتر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ پائدار ہوتے ہیں۔ کئی حروف کی حالت میں مثلاً ٹ۔ ڈ۔ ڑ نہایت ضروری ہے کہ کاغذی نقش کو کسی دھات کے ٹکڑے یا ٹین یا گتے پر لگایا جائے جس کی سطح سیاہ ہو۔ لیکن ٹین بہتر ثابت ہوگا۔ لکھنے کا دباؤ ہر ایک حرف میں مثلاً ٹ میں مسلسل نہیں ہوتا۔ ان حروف کی صورت میں ایک جگہ سے دباؤ چھوڑ کر دوسری جگہ ڈالنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ٹ میں پہلے ب پر۔ پھر ط پر۔ لیکن ہر ایک کشش اور روش کو مسلسل بنانے کی کوشش ہونی چاہئے۔

دوسرے طریقے

(۱) سوئی کی مدد سے سلیٹ پر ایک حرف لکھ دیا جائے اور طالب علم سے کہا جائے کہ اُس پر پنسل پھرائے۔

(۲) سخت زمین پر ایک حرف کھودا جائے اور لڑکے تنکے یا دانتن سے اِس کے گرد لکیریں کھینچیں۔

(۳) مٹی کی ایک اینٹ بنا کر اُس میں ایک مہر نما ٹھپہ بنا کر نمبر (۱) کی طرح استعمال کیا جائے۔

(۴) تختہ سیاہ پر حروف کو ہلکا سا لکھا جائے اور طالب علم کھریا مٹی سے انہیں گہرا کر دے۔

(۵) اگر ایک دفعہ طلبا میں لکھنے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو پھر اُستاد کی مدد کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔

عمر ۷ سے ۱۰ سال

لکھائی کے سبق سکھانے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ طلبا کے پاس مطلوبہ قلم اور پنسلیں موجود ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ کلک کی قلموں سے احتراز کرنا چاہیے مگر ہماری رائے میں ابتدا میں کلک کی قلم سے لکھنا بہتر رہتا ہے مسلسل لکھائی اور صحیح کشش اور روش دینے میں مدد ملتی ہے اور قلم کے نرم ہونے کی وجہ سے ہاتھ اور بازو کی جنبش آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اچھے قلم اور کاغذ کا استعمال اعلےٰ جماعتوں میں ہونا چاہیے۔ اور چھوٹی جماعتوں میں سلیٹوں اور تختیوں کا۔ سلیٹوں کو تھوک سے صاف کرنے کی گندی عادت کو روکنا چاہیے۔

(۱) کمرے کی دیوار پر لٹکے ہوتے نقشے۔ یا کاپی۔ یا کتاب کا ایک صفحہ نقل کرنے کے لئے دینا چاہیے۔

(۲) طلبا کو درست طریقے سے بٹھانا چاہیے۔ اکڑ کر بیٹھنے پر زور نہ دینا چاہیے لیکن طلبا کو واجبی طور پر سیدھے بیٹھنے اور اپنی تختی یا کاپی کو عین بالمقابل رکھنے کی ہدایت کرنی چاہیے

مفصلہ ذیل باتیں خاص توجہ کے قابل ہیں:۔

(ا) خط پون انچ سے کبھی زیادہ نہ ہو۔ دوسری جماعت میں آدھ انچ بھی کافی ہے لیکن اگر کوئی طالب علم چھوٹے حروف میں خوشخط لکھتا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرنی چاہیے۔

(ب) لڑکوں کو سلیٹ یا تختی پر سطریں کھینچنے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔ سوئی یا چاقو یا پکی سیاہی وغیرہ سے مستقل لکیروں کے نشان بنا دینے چاہئیں۔ یہ لکیریں خفیف ہوں تاکہ سیدھا لکھنے میں محض تھوڑی سی مدد مل سکے۔ کاغذ پر لکھتے وقت لکیروں کا استعمال جائز ہے۔ مگر لکھائی سیاہی میں ہونی چاہیے پنسل سے نہیں۔

(ج) حروف کو ایک ہی حرکت میں لکھنا چاہیے۔ اسلئے طلبا کو ہدایت کرنی چاہیے کہ الفاظ کو ختم کرنے سے پہلے کاغذ پر سے قلم کو نہ اٹھائیں۔ اس طریقہ سے لکھائی میں تناسب اور تسلسل قائم رہ سکتا ہے۔

(د) دوسرے سال میں بہتر قسم کی لکھائی نہایت لازمی ہے۔ اس بات کی پروانہ کی جائے کہ طلبا آہستہ لکھتے ہیں مگر خوشخط ضرور لکھیں۔ البتہ غیر معمولی آہستگی لکھائی میں بے جا نقش ونگار کی کوشش

تک جا پہنچتی ہے ۔

(۳) خوش خطی کے دس مختلف نمونے لے کر اُن پر ایک سے دس تک نمبر لگا کر دیوار پر لٹکا دینے چاہئیں اور ان کے مطابق طلبا کو اُن کی لکھائی کے نمبر دینے چاہئیں۔ طلبا بہترین نمونے کو دیکھ کر اپنا خط بنانے کی کوشش کریں۔ ہر سبق کے بعد نمبر دیئے جائیں اور سب سے کم نمبر اُسے ملیں جس کے حروف تو پہچانے جاتے ہوں مگر پڑھے نہ جا سکیں۔

ہمیشہ اس بات کی احتیاط رہے کہ کوئی طالب علم دو مختلف قسموں کا خط لکھنے کی کوشش نہ کرے خوشخطی کے سبق کے لئے تو ایک خوش خط ہو اور عام استعمال کے لئے بدنما خط ہو۔ طلبا اپنے خط کو پختہ اور خوشنما بنانے کی باقی اوقات میں بھی کوشش کریں اور اُستاد کو چاہیے کہ ہر ایک سبق میں خوشخطی پر زور دے۔ اور اس طالب علم کی حوصلہ افزائی نہ کرنی چاہیئے جو سلپ کاپی میں تو خوشخط لکھتا ہے۔ لیکن عام ضروریات کے وقت بدخط۔ اس کا علاج یہ ہے کہ لکھائی کی گھنٹی میں خوشخطی کے اوصاف سے قطع نظر نہ کرتے ہوئے رفتار کیطرف بھی دھیان دیا جائے۔ تیسری اور چوتھی جماعت میں مقررہ وقت میں الفاظ کی خاص مقررہ تعداد لکھوانے پر زور دینا چاہیئے۔ مثلاً تیسری جماعت میں ایک منٹ میں پانچ لفظ اور چوتھی جماعت میں کم از کم سات۔ اُستاد خیال رکھے کہ طلبا جلدی میں حروف کو غلط نہ لکھیں اور بدخطی ظاہر نہ ہو۔

املا

یہ لکھائی کے سبق کا نہایت مفید اور لازمی حصّہ ہے۔ لیکن لبسا اوقات املا کا سبق پڑھے ہوئے مواد میں سے ہونا چاہیئے۔ املا لکھوانے سے پہلے ہر ایک مشکل لفظ کو جس کے غلط لکھے جانے کا احتمال ہو طلبا سے پانچ پانچ دفعہ لکھوانا چاہیئے۔ اور اس غرض کیلئے تختہ سیاہ کا پورا استعمال کرنا چاہیئے۔ پھر انہیں ہدایت کرنی چاہیئے کہ اپنے قلم اور تختیاں یا سلیٹیں تیار کر لیں۔

املا لکھوانے کا صحیح طریقہ مفصلہ ذیل ہے :-

(ا) اُستاد ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں سے ہر ایک طالب علم اسے آسانی سے سُن سکے۔ پھر آہستہ آہستہ اور موزوں وقفوں کیساتھ وہ مجوزہ عبارت کو پڑھ کر سُنائے۔

(ب) جماعت کو کہے کہ لکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

(ج) جس رفتار سے جماعت صحیح لکھنے کی قابلیت رکھتی ہے اُس رفتار سے الفاظ کو صرف ایک بار پڑھے لفظوں کے گروہ بناتے وقت اس بات کا خاص دھیان رکھا جائے کہ وہ پُرمعنی ہوں۔ اور کوئی لفظ ایک دفعہ سے زیادہ نہ دہرایا جائے۔ اگر الفاظ پُرمعنی ہوں تو طالب علم ایک دفعہ توجہ سے سُن کر ہی آسانی سے یاد رکھ سکتا ہے۔ صرف ایک دفعہ بولنے سے غلطی اور گڑبڑ کا بھی احتمال نہیں رہتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ املا لکھواتے وقت اُستاد بار بار لفظوں کو دہراتا چلا جاتا ہے۔ کچھ طالب علم لکھنے میں مشغول ہوتے ہیں کچھ سننے میں اور کچھ یہ پوچھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب کیا فرمایا" اگر اُستاد صرف اپنی جماعت کو زیرِ غور رکھے صحیح موقع پر صرف ایک دفعہ لفظوں کو بول کر سُنائے تو طلبا کو سننے یاد رکھنے۔ اور صحیح لکھ سکنے میں مکمل مدد ملتی ہے۔ اور اُن کی تربیت زبان دانی کے صحیح اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔

(د) املا لکھوا چکنے کے بعد پھر کل عبارت کو مسلسل مگر وقفوں کا خیال رکھ کر پڑھ دینا چاہیے۔ تاکہ طلبا مناسب نشانات لگا سکیں اور جو الفاظ لکھنے رہ گئے ہوں انہیں اپنی عبارت میں شامل کر سکیں۔

املا کی تصحیح

مشکل الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھ دو اور طلبا سے کہو کہ مقابلہ کریں اور پھر انہیں نظم پڑھنے یا اور کسی کام پر لگا دو اور خود اُن کی املا درست کرو۔ جب وہ درست ہو جائے تو ان کو واپس دے کر کہو کہ وہ اپنی غلطیاں پانچ پانچ دفعہ صحیح ہجوں کے ساتھ لکھیں۔

مضمون نویسی

اعلےٰ جماعتوں میں اُستاد ابتدا میں ایک صفحہ پڑھ کر سُنائے اور پھر طلبا کو کہے کہ اب اس کا خلاصہ اپنی یادداشت سے لکھو۔ لیکن اس میں وقت کا لحاظ لازمی ہونا چاہیے یعنی ابتدا میں ایک منٹ میں پانچ الفاظ سے لے کر سات الفاظ لکھنے کی قابلیت ہو جانی چاہیے۔ خوش نویسی درست نویسی اور زود نویسی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

جب یادداشت سے خلاصہ لکھ سکنے کی کافی مہارت ہو جائے تو طلبا کو پیروں میں بٹی ہوئی مضمون نویسی سکھانی چاہیئے۔

طریقہ

تختہ سیاہ پر میخ یا پن سے ایک تصویر لٹکا دی جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تصویر کا خاکہ تختہ سیاہ پر کھینچ دیا جائے۔ اور اس کی تفصیلات کو سبق کے دوران میں درجہ بدرجہ پُر کیا جائے جوں جوں طلبا اُستاد کی مدد سے یا خود سوالوں کا جواب دیتے جائیں تصویر کے نیچے یا برابر ایک خاکہ تیار کرتے جاؤ جو طلبا کے جواب مضمون کی بنیاد ہوگا۔ اُن الفاظ کی علیحدہ فہرست تختہ سیاہ پر بنا لو جنہیں تم طلبا سے اُن کے اپنے بیان یا جواب مضمون میں استعمال کرانا چاہتے ہو۔ زبانی مشق کے بعد جماعت کو کہو کہ وہ اپنے اپنے الفاظ میں ایک مسلسل جواب مضمون لکھیں۔ تختہ سیاہ پر لکھے ہوئے خاکہ اور الفاظ کا جس طرح چاہیں۔ مناسب استعمال کریں۔ مگر اُستاد اس بات پر ہرگز زور نہ دے کہ وہ خاکہ یا وہ الفاظ ضرور استعمال ہوں۔

پرائمری جماعتوں کے آخری سال میں کئی تجارتی دستاویزوں، سادہ اقرار ناموں، روپے کی رسیدوں، آسان تجارتی خطوں کا لکھنا بھی شامل ہونا چاہیئے۔ اس جماعت میں طلبا کو منی آرڈر کا فارم پُر کرنے کا طریقہ بھی سکھانا چاہیئے۔ خطوط نویسی کے لئے جماعت کو دو حصّوں میں تقسیم کرنا چاہیئے تاکہ طلبا ایک دوسرے کے نامہ نگار ہو جائیں۔ خط کے سرے پر مکمّل پتہ اور تاریخ لکھنے پر زور دینا چاہیئے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں یہ سب کام سیاہی سے کاغذ پر کرانا چاہیئے۔

تقریر

پرائمری کی دو اعلےٰ جماعتوں میں تقریر کا سنگِ بنیاد رکھنا واجب ہے۔ طلبا گھر پر اپنی اپنی تقریروں کے ڈھانچے لکھ کر درست کرالیں اور چاہیں تو زبانی یاد کرلیں۔ مقررہ دن آکر۔ مقررہ وقت (تقریباً ۵ منٹ) میں سنا دیں۔ تقریر کرتے وقت لڑکا چبوترہ یا اسٹول پر کھڑا ہو۔ اُستاد اُس کی غلطیوں کی فہرست بناتا جائے۔ اور خاتمہ پر بولنے والے طالب علم کو اُن سے آگاہ کرے۔ ہر ایک تقریر کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا جائے۔ تقریروں کے نمبر بھی دیئے جائیں۔ اور جماعت میں ہر ایک طالب علم کو بولنے کا موقع دیا جائے۔

تیسرا باب

ریاضی پڑھانا

تمہید

پرائمری سکولوں کے تمام مضامین میں سے علم ریاضی کو کامیابی کے ساتھ پڑھانا سب سے مشکل ہے۔ اِس میں اچھے طریقوں کا اختیار کرنا باقی تمام مضامین کی تدریس سے زیادہ اہم ہے۔

سب سے پہلی بات جس کا اُستاد کو شروع میں ہی احساس ہونا چاہئیے یہ ہے کہ وہ اس مضمون کو بھی تجرباتی سائنس ہی کی طرح سمجھے اور بالکل اُنہی طریقوں کو استعمال کرے جو سائنس پڑھانے کے لئے برتے جاتے ہیں۔ اس مضمون کی تدریس ٹھوس اور حقیقی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہونی چاہیئے۔ موزوں آلات تیار کر کے پڑھانے میں مدد لی جائے۔

مثلاً ضرب کے ذکر میں ۴×۳=۱۲ محض ایک ٹھوس حقیقت کا اظہار ہے یعنی چار چیزوں کے تین گروہ باہم ملنے پر ۱۲ چیزیں بنتی ہیں۔ اور ۴×۳ = ۱۲ سیکھنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ طلبا خود ہی چار بچوں۔ چار تنکوں۔ یا کسی اور قسم کی ۴ چیزوں کے تین گروہ بنا کر دریافت کریں کہ ان کا مجموعہ ۱۲ ہوتا ہے تعلیم اور تدریس کو زیادہ مؤثر بنانے اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ایسے طریقے استعمال کرنے چاہئیں جن میں طلبا کو اپنی قوتِ مشاہدہ سے کام لینا پڑے۔

دوم۔ ابتدائی اصول بھی ایک طرح سے انسانی تجربے سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ ریاضی بذاتِ خود ایک ٹھوس سائنس نہیں ہے اور وہ اعداد کی سائنس ہے۔ اس لئے حل طلب سوالات جو دیئے جائیں ایسے ہوں جن سے طالب علم اپنے دل میں عددوں کے باہمی تعلقات کا ایک سلسلہ قائم کر سکے اور جس سے اعداد کے سوالات کو درستی اور صحت کے ساتھ حل کرنا جلد اور آسانی سے سیکھ جائے۔

ابتدا ہی سے ہر طالب علم پر علم ریاضی کی عملی ضرورت واضح ہونی چاہئے۔ اور اُستاد ایسے سوال کرے جو طلبا کے نزدیک کوئی مقصد اور معنی رکھتے ہوں۔ یہ خیال کہ بچوں کو شروع ہی سے علم ریاضی سے نفرت ہوتی ہے غلط ہے حقیقت یوں ہے کہ بچوں کو اس میں ایک قدرتی شوق ہے مشکل یہ ہے کہ جلد ہی طلبا یہ محسوس کرنے لگ جاتے ہیں کہ اس مضمون کی منزلیں طے کرنا کچھ زیادہ مشکل ہے اور اس کی وجہ زیادہ حد تک ہمارا ناقص طریقہ تعلیم ہے۔ ابتدائی شوق کو قائم رکھنے کے لئے اُستاد کو چاہئے۔ کہ اپنے مضمون کو مؤثر اور جاذب پیرایہ میں پیش کرے۔ اور لڑکوں کے سامنے وہ مشقیں رکھے جو اُن کے لئے آسان ہوں اور جب بھی وہ بڑے بڑے اعداد کو دیکھ کر گھبرا جائیں تو اسے ان کی مدد محبت اور شفقت سے کرنی چاہئے۔ اور جب وہ غلطی کریں تو ملامت سے ان کی تصحیح کردے۔ ایک بچے اور دوسرے بچے کے مابین شوق اور زود فہمی کا انفرادی امتیاز اس مضمون میں دوسرے مضمونوں کی نسبت زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ کام کی وہ رفتار جسے ایک بچہ سست سمجھتا ہے۔ دوسرے کو تیز دکھائی دیتی ہے۔ اُستاد ہرگز یہ توقع نہ رکھے کہ تمام بچوں میں استعداد کا معیار ایک ہی ہوگا۔ نہ ہی اُسے تمام بچوں کو ایک ہی رفتار پر چلانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو بچے ایک خاص رفتار پر چلنے کے ناقابل ہوں اُن کو ملامت کرنے کی بجائے اُنکی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ وہ اپنے آپ پر اعتماد رکھ کر بہترین کوشش کرسکیں۔

پہلے سال کا کورس

پہلی منزل

نوٹ۔ اگر یہ سارا کورس ایک سال میں ختم نہ ہوسکے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بچوں کی عمر ان کی ذاتی خصوصیات۔ اُن کے گھر کا ماحول وغیرہ ہر ایک سے یہ امر ظاہر ہوگا۔ کہ وہ ایک سال میں کہاں تک ترقی کرسکتے ہیں۔ اُستاد کی قابلیت اور اس کے پڑھانیکے طریقے بھی بہت حد تک ایک طالب علم کی ترقی کے ذمہ دار ہونگے اس میں کچھ ہرج نہیں اگر دوسرے سال کے پہلے نصف میں وہ حصے کرادئے جائیں جو پہلے سال چھوڑ دیئے گئے تھے۔

اعداد کے ابتدائی تصوّرات چند سادہ مدرکات ہوتے ہیں۔

بچّہ شروع کے چند اعداد قدرتی طور پر اپنے تجربہ سے سیکھ جاتا ہے۔ اس میں تعلیم کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ دو گیندوں کے مجموعے اور تین گیندوں کے مجموعے کے درمیان آسانی سے فرق معلوم کر لیتا ہے اور وہ ہر گروہ کے ٹھیک نام بتا سکتا ہے لیکن ایک نظر ہی میں تعداد بتا دینے کی مہارت بہت تھوڑے اعداد تک محدود ہوتی ہے پس مشاہدہ کے مدرکات کو اعداد کے ساتھ وابستہ کرنے کا یہ طریقہ چند شروع کے اعداد کے علاوہ دوسرے اعداد پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

تعداد کیسے معلوم کرتے ہیں۔

عدد گنتی کے طریقے سے معلوم کیا جاتا ہے۔ بچّوں کی ابتدائی مشق کے لئے تعداد کی مثال یہ ہے

اُستاد۔ تمہارے ہر ایک ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں
شاگرد۔ پانچ انگلیاں ہیں۔
} قدرتی مشاہدے کے استعمال سے

اُستاد۔ گنتی کرو
شاگرد۔ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵
} گنتی سے تحقیق

گنتی ہمیشہ کسی دوسری ساتھ کی چیز سے کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی تعداد کو گنتے ہوتے چھوٹے بچے انگلیوں پر انگوٹھا رکھتے جاتے ہیں۔ جب ایک مجموعہ کو گننا ہوتا ہے تو ہم ایک ایک عنوان کو انگلی سے نشان لگا لگا کر یا آنکھ سے گنتے جاتے ہیں اور اسی طرح ہم نمبروں کے سلسلوں کو گن لیتے ہیں۔ گننے میں زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ جب منہ سے زبانی گنا جائے اُسی وقت انگلی سے بھی نشان یا اشارہ کیا جائے یعنی منہ سے کہنے کے ساتھ ہی عمل بھی کیا جائے۔ اُستاد کو چاہئے کہ لڑکے کے گننے کے لئے مناسب طریقے اختیار کرے۔

ایک اکائی سے جمع و تفریق۔ اُلٹی گنتی

گننا بھی ایک طرح سے مسلسل اور متواتر جمع کا عمل ہے۔ چند مثالوں سے طالب علم پر یہ واضح

ہوجائے گا کہ جب کسی ایک مجموعہ میں ایک کا اضافہ کیا جاتا ہے تو جواب تسلسل میں مجموعہ کا اگلا عدد ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اُسے یہ بھی سکھایا جا سکتا ہے کہ جب ایک مجموعے میں سے ایک چیز لی جائے تو جواب مجموعے کے پیچھے کا پچھلا عدد ہوتا ہے۔ تاکہ طالب علم جلدی سے پیچھے کا پچھلا عدد بتا سکے۔ اُسے اُلٹی گنتی بھی سکھانی چاہیئے۔

اعداد کا جوڑنا اور توڑنا

ہر ایک عدد کے بارہ میں اِس قسم کی تحقیق کی جا سکتی ہے کہ وہ کس کس طرح سے جوڑا گیا ہے اور کون کونسے چھوٹے اعداد میں وہ توڑا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر چھ، پانچ اور ایک، چار اور دو، اور تین اور تین کے مجموعے پر مشتمل ہے اور دو کی شکل میں تین دفعہ دو دو کی صورت میں چھوڑا جا سکتا ہے ہر ایک عدد کے بارے میں ایسے سوالات کرنے چاہئیں جن میں ایسا ہی جوڑ توڑ ہو۔

ہندسہ اور نشان

بالکل ابتدا ہی سے بچوں کو گننے کے ہندسوں سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ اور اسی طرح سے جمع + تفریق -- اور مساوات = کی علامات سے بھی۔

۱۱ سے ۲۰ تک کی گنتی

جب ایک بچہ دس تک گننا سیکھ لے تو اُس کے بعد اُسے یہ سمجھانا چاہیئے کہ دس میں جب ایک جمع کیا جاتا ہے تو اُسے کیا کہتے ہیں اور دس میں جب دو جمع کئے جائیں یا دس میں جب نو جمع کئے جائیں تو اُسے کیا کہتے ہیں یہاں تک کہ جب دو دس ہو جاتے ہیں تو اُسے کیا کہتے ہیں۔

مثال کے لئے بچے کو سمجھا دینا چاہیئے کہ دس کا مجموعہ کیا ہوتا ہے اور اس کے لئے اسے دس چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھ کر دکھا دینا چاہیئے کہ وہ ایک گٹھا ہے جس میں ایک ایک کرکے دس لکڑیاں ہیں اور لڑکے کو گیارہ سے بیس تک اعداد لکھنے سکھلانے چاہئیں تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ سکے کہ ہر ایک عدد کس مطلب و معانی کا حامل ہے اور دس کے عدد میں اچھی طرح یہ واضح کر دینا چاہیئے

کہ ایک کا کیا مطلب ہے اور اس میں جو صفر ہے اُس کا کیا مطلب ہے۔

بیس سے نیچے نیچے اعداد کی جمع اور تفریق

لڑکوں کو ترتیب وار دو، دو اور تین، تین کی جمع کی مشق کرانی چاہیئے اور اسی طرح متواتر دو، دو یا تین، تین کی تفریق کی مشق بھی مثال کے طور پر ترتیب کے ساتھ دو، دو کی جمع یوں ہوتی ۱-۳-۵-۷-۹-۱۱ اور متواتر تین تین کی تفریق یوں ہوگی ۲۰-۱۷-۱۴-۱۱-۸ اور اسی طرح سے انہیں دس سے نیچے تک کے اعداد کو باہم جمع کرنے کی مشق بھی کرانی چاہیئے یعنی چار پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو کو دس سے نیچے کسی عدد سے جمع کیا جائے اور ان کو جمع کے اچھے زود فہم طریقے سکھانے چاہیئیں مثلاً ۸+۵=۸+۲+۳=۱۰+۳=۱۳ یعنی ۵ کے عدد کو ایسے دو موافق اعداد میں منقسم کیا جائے کہ اس میں سے ایک عدد ۸ کو دس بنا دے اور اس میں باقی ماندہ رقم جمع کرنے میں سہولت ہو۔ دو مساوی اعداد کو جمع کرنے کی خاص مشق کرانی چاہیئے مثلاً ۵+۵، ۶+۶، ۷+۷، ۸+۸، ۹+۹ وغیرہ اور کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اُن کے جوابات لڑکے کے دماغ میں محفوظ رہیں اس صورت میں لڑکا ۸+۷ کو اس طرح آسانی سے حل کر سکے گا یعنی ۸+۷ = ۸+۸-۱ = ۱۶-۱ = ۱۵

اِس سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسے مسائل کے حل کے لئے انگلیوں کا استعمال جائز ہونا چاہیئے یا نہیں تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ انگلیوں کا استعمال ابتدائی مراحل میں کسی حد تک کارآمد اور مفید ہوتا ہے اس لئے اس کی اجازت اور طریقوں کے ساتھ ساتھ ابتدا میں ہونی چاہیئے لیکن کچھ عرصے کے بعد لڑکے کو اس عادت سے منع کرنا چاہیئے کیونکہ ایک عمارت کی تعمیر کے لئے اگر گو اور تختے باندھے جاتے ہیں تو تعمیر مکمل ہونے پر انہیں اُتار دیا جاتا ہے۔

چھوٹے اعداد کی ضرب۔ ضرب کی جدول

لڑکوں کو کہنا چاہیئے کہ کچھ بیجوں کے مساوی مجموعے بنا لیں مثلاً ایک لڑکا آٹھ بیجوں کے چار مجموعے دو دو بیجوں کے بنا لیتا ہے اور پھر وہ ان مجموعوں کو گن کر کہتا ہے کہ چار دو دو کے مجموعے ہیں د[illegible] اس طرح میزان آٹھ بنا لیتا ہے اور وہ سیکھ لیتا ہے کہ (۱) دو دو کے چار مجموعے ۸ ہوتے ہیں (۲)

یا چار گنا دو آٹھ کے برابر ہے (۳) دو کو چار سے ضرب دیا جائے تو ۸ ہوتے ہیں (۴) دو اور چار کی ضرب کا حاصل آٹھ ہوتا ہے۔ نیز لڑکوں پر واضح کرنا چاہیئے کہ ۴×۲ کا مطلب بھی وہی ہے۔ جو ۲×۴ کا ہوتا ہے ضرب کی جدولیں یا پہاڑے بھی اس طرح سے وضع کئے جا سکتے ہیں۔ اگر ایک ضرب کے بعد ایک عدد کو دوسرے اگلے عدد سے ضرب دیا جائے تو ایسے مسلسل جوابات سے پہاڑے یا ضرب کے نقشے تیار کئے جا سکتے ہیں۔ ایسے پہاڑوں کی طلبا کو خوب مشق کرائی چاہیئے اور پہاڑوں کی مدد سے سوالات حل کرانے چاہئیں۔

چھوٹے اعداد کی تقسیم اور تقسیم کی علامت

ضرب کی جدولوں پر مبنی تقسیم کے بھی چھوٹے چھوٹے سوالات دینے چاہئیں۔ لڑکوں کو ابھی تقسیم سکھانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ تقسیم کا مطلب سمجھانا چاہیئے کہ بانٹنا یا حصے کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً دس مٹھائی کی گولیوں کو تین آدمیوں میں تقسیم کیا جائے اور اُس کے حاصل کو دریافت کرنے کے لئے طالب علم کو ضرب کے نقشے سے مدد لینا چاہیئے۔ طالب علم کو عملی طور پر دس گولیوں کو تین آدمیوں میں تقسیم کر کے بھی حاصل کی تصدیق کر لینی چاہیئے۔

پہلے سال کا کورس

دُوسری منزل

سو تک گنتی

تفریح یا دوسرے گھنٹوں کے درمیانی اوقات میں لڑکوں کو بیس سے سو تک کے اعداد مناسب سامان کی مدد سے یعنی دس دس لکڑیوں کے گٹھوں سے سکھانے چاہئیں۔ اس کے لکھنے میں انہیں کسی قسم کی مشکل پیش نہ آئے گی کیونکہ وہ محسوس کر لیں گے کہ دہائیوں اور اکائیوں کو مناسب جگہ پر لکھنے سے رقم کے اعداد کو ٹھیک طرح سے لکھا جا سکتا ہے۔

دو ہندسوں کی رقوم کی جمع

جب لڑکے یہ سیکھ لیں گے کہ دہائیوں کو علیحدہ اور اکائیوں کو علیحدہ جمع کرنا ہوتا ہے

تو زبانی سوالات نکالتے وقت پہلے دہائیوں کو جمع کرانا چاہئے اور پھر اکائیوں کو یا پہلے اکائیوں کو اور پھر دہائیوں کو۔ مگر تحریری حساب میں پہلے اکائیوں کو جمع کرکے پھر حاصل جمع دہائیوں کو دہائیوں میں جمع کراؤ۔ طلبا کو ۳۶ + ۸ جیسی رقوم کو زبانی جمع کرنے کی مہارت کرانی چاہئے اور ۸ + ۶، ۱۸ + ۶، ۲۸ + ۶ حتیٰ کہ ۸۸ + ۶ تک کی رقوم کی جمع کی زبانی مشق کرانی چاہئے۔ اور یہ بھی بتانا چاہئے۔ کہ ۹ + ۳ اور ۳ + ۹ میں کوئی فرق نہیں اور اعداد خواہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں اُن کی جمع میں فرق نہیں پڑتا۔

دو ہندسوں کی رقوم کی تفریق

تفریق کی آسان ترین رقوم وہ ہوتی ہیں جہاں دہائیوں کو دہائیوں میں سے اور اکائیوں کو اکائیوں میں سے تفریق کیا جائے یہ اصول اُس وقت کام نہیں دیتا جب کہ تفریق کئے جانے والی اکائی کا ہندسہ اوپر کے ہندسے سے بڑا ہو۔ ایسی رقوم کو حل کرنے کے لئے بچوں کو اعداد کے جوڑ توڑ میں ابتدائی مشق کرائی جائے مثلاً ۵۴ = ۴۰ + ۱۴ اور ۶۲ = ۵۰ + ۱۲ رقوم کو دہائیوں کی شکل میں تبدیل کرکے تفریق کا عمل کرنا بہت اچھا ہے لیکن وہ اِس طرح سکھانا نہ چاہئے۔ دو ہندسوں یا دہائیوں کی جمع کی طرح دو ہندسوں یا دہائیوں کی تفریق میں زبانی اور تحریری سوالات حل کرنے کی کافی مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ ۱۴ - ۸ = ۶ اور ۲۴ - ۸ = ۱۶ اور ۳۴ - ۸ = ۲۶ وغیرہ وغیرہ جیسی تفریق کی مثالوں کی مشق کرنی چاہئے حتیٰ کہ لڑکا ۹۴ - ۸ = ۸۶ تک پہنچ جائے۔ تفریق کے سوالات جمع کی صورت میں کرنے کی بھی کچھ مثالیں لڑکوں کو زبانی کرانی چاہئیں مثلاً ۸ میں کیا جمع کیا جائے کہ حاصل جمع ۱۴ بن جائے یا ۴۳ میں کیا جمع کیا جائے کہ حاصل جمع ۵۵ آئے۔ زندگی میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے حل کرنے کے لئے مندرجہ بالا قسم کی مثالیں کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

ایک ہندسے کی ضرب

ضرب کے سوالات حل کرنے کے لئے پہلے ٹھوس مثالیں دینی چاہئیں مثلاً ۲۶ کو ۳ سے ضرب دینے کے لئے طالبعلم کو چاہئے کہ دو دہائیوں کی تین لمبی قطاریں بنائے اور تین ہی قطاریں چھ چھ اکائیوں کی لگائے اور پہلے اکائیوں کی ضرب دے یعنی ۳×۶ = ۱۸ اٹھارہ کا ۸ لکھ کر اس کی دہائی ایک طرف

لکھے اور دہائیوں کے مجموعے میں جمع کر دے پھر دہائیوں کو ضرب دے یعنی ۲ × ۳ = ۶ اور ایک نئی دہائی جو پیچھے سے چلی آتی ہے اُس کو جمع کرے ۱ + ۶ = ۷ یعنی ۷ دہائیاں اور ۸ اکائیاں تو حاصل ضرب ۷۸ ہوا۔ زبانی جمع تفریق کی طرح ضرب کے سوالوں میں طلبا کو پہلے دہائیوں کی ضرب دینی چاہیے اور پھر اکائیوں کی۔

ایک ہندسے کی رقم سے تقسیم کرنا۔

پہلے تو طلبا کو بانٹنے اور حصے کرنے کے سوالات دینے چاہئیں اور ٹھوس اشیا۔ سے ان سوالات کو حل کرانا چاہیے۔ اور پھر حاصل تقسیم کو لکھانا چاہیے۔

	اکائی	دہائی	
	۲	۷	۳
	۴	۲	

رقوم۔ روپے۔ پیسے کے سکے

بچوں کو سکوں میں بہت جلد دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور اُنہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سکوں کو پھلوں مٹھائی اور کھلونوں سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جماعت کے لئے سکوں کا مجموعہ موجود ہونا چاہیے اور اگر اُستاد حقیقی یا اچھے سکے رکھنا گوارا نہیں کر سکتا تو وہ جعلی یا کھوٹے سکے رکھ کر بھی گزارہ کر سکتا ہے ایک طالب علم کو صرف پیسے ہی دے دینے چاہئیں۔ دوسرے کو پائیاں اور ایک اور لڑکا ایک پیسے کی تین پائیوں کے حساب سے آپس میں سکے تبدیل کرے۔ اور ہر خاص رقم کے سکوں میں بھی جماعت کو مشق کرانی چاہیے۔ مثلاً ایک لڑکا آٹھ پائیوں کی ایک پنسل خریدتا ہے اور دکاندار کو ایک آنہ دیتا ہے اسے باقی چار پائیاں واپس لینے کا خیال ہونا چاہیے۔ کھیل کھیل میں لین دین کے یہ سوالات بچوں کے لئے ازحد دلچسپی کا باعث ہونگے۔

پیمائش

رقوم کے بعد زیادہ اہم چیز پیمائش ہے۔ اُستاد کو چاہیے کہ لڑکوں کو فٹ کا پیمانہ دے اور لڑکوں

کو فٹ اور انچ سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے۔ اِن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پیمانے سے اپنے پاؤں اپنے ہاتھ، اپنے بالشت، اپنی لمبائی اور پڑھائی کے کمرے کی دیگر اشیاء کو ماپتے رہیں اور اُن کی پیمائش کو لکھتے رہیں۔ ان کو پہلے لمبائی کا اندازہ لگانا چاہیئے۔ اور پھر ماپ کر اپنے اندازے کی صحت اور غلطی کو درست کرنا چاہیئے۔ کپڑا خریدنے اور بیچنے کی کھیل سے اُن کو مدد لینی چاہیئے۔

جیومیٹری کی آسان شکلیں

لڑکوں کو جیومیٹری کی آسان شکلوں سے بھی واقف کرانا چاہیئے جس سے خطِ مستقیم، دائرہ، مربع مستطیل اور تکون کی شناخت ہو سکے۔ ٹھوس اشکال میں اُنہیں گول، مکعب، مخروط۔ اسطوانہ اور دیگر روز مرہ کی اشیاء کی پہچان ہونی چاہیئے۔

دُوسرے سال کا کورس

کورس کے متعلق عام ہدایات

دوسرے سال کا کام زیادہ تر پہلے سال کی تعلیم کا دہرانا ہے یا چند پہلوؤں میں قدرے اضافہ کرنا۔ یہ دہرانے کا کام پرائمری کی ہر جماعت پر عائد ہو گا۔ سابقہ سالوں کے کام کی مشق ہر اگلے سال کے کام کا ایک ضروری جزو ہو گا تاکہ طلبا پہلے سیکھے ہوئے اصولوں کو زیادہ آسانی اور مہارت سے عمل میں لا سکیں۔

گنتی اور ہندسے۔ اعداد کا علیحدہ کرنا۔

تین چار اور پانچ ہندسوں کی رقوم کا گننا اور لکھنا سکھانا چاہیئے تاکہ طلبا کو رقوم کی قیمت سے پوری طرح آگاہی ہو جائے مثلاً ۳۲۵ = ۳ سو دو دہائیاں اور ۵ اکائیاں یا ۳۲ دہائیاں اور ۵ اکائیاں یا دو سینکڑے بارہ دہائیاں اور ۵ اکائیاں ۶۰۰ = ۵ سینکڑے ۹ دہائیاں اور ۱۰ اکائیاں۔

جمع اور تفریق

لڑکوں کو دو تین ہندسوں کی رقوم کو جمع کرنے کی مشق ہونی چاہیئے ۳۷ + ۹۸ ، ۳۴۶ + ۲۸۷ وغیرہ کی ایسی رقمیں حتی الوسع زبانی جمع کرائی جائیں اور اُن میں علی الترتیب سینکڑوں، دہائیوں اور اکائیوں میں حل کرنا اور اکائیوں، دہائیوں اور سینکڑوں میں جمع کرنے کی قابلیت ہونی چاہیے۔ تفریق میں بھی یہی ہونا چاہیے کئی ایسے دلچسپ سوالات جماعت کے سامنے رکھنے چاہئیں جن میں دو دو تین تین ہندسوں کی جمع تفریق ہو۔

کئی ہندسوں کی ضرب۔ پہاڑے ۲ سے ۱۰ تک اور ۱۲ کا پہاڑہ

اب کسی عدد کو دو ہندسوں کی رقم سے ضرب سکھانی چاہیئے اور ہر ایک عمل کرنے کی وجہ اُنہیں بخوبی معلوم ہونی چاہیئے۔ مثلاً، ۲۴ کو ۲۳ سے ضرب دیتے ہوئے اُنہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہاں پر ۲ کو ۳ سے ضرب کے معنی ۲۰۰ کو ۳۰ سے ضرب ہے اور اس کا حاصل ۶۰۰۰ ہے اور ۶ کو چوتھی جگہ یا ہزار کی جگہ لکھنا ہے۔ لڑکوں کو ضرب کے نقشوں یا پہاڑوں کی مہارت ہونی چاہیئے اور سوالات کے حل میں ان پہاڑوں کے استعمال کی بھی۔

دو ہندسوں کی تقسیم۔ لمبی تقسیم

لڑکوں کو تقسیم دو ہندسوں کی رقوم سے سکھانی چاہیئے مقسوم علیہ پہلے ۱۱ اور ۲۰ کے درمیان ہو اور پھر ۲۱ اور ۳۰ کے درمیان۔

لڑکوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ (۱) خارج قسمت ہر درجہ پر مقسوم سے کم ہوگا اور (۲) باقی ہمیشہ مقسوم علیہ سے کم ہوگی۔ اُن کو یہ بھی سکھانا چاہیئے کہ تجرباتی خارج قسمت کسطرح حاصل کئے جاتے ہیں اور ان کی پڑتال کیونکر کیجاتی ہے۔

کسور کا پہلا کورس۔ آدھے اور چوتھائیاں

ایک کاغذ کو دوہرا کر کے لڑکوں کو سمجھایا جا سکتا ہے کہ نصف یا آدھا کسے کہتے ہیں یا دو آدھے

جمع اور تفریق

لڑکوں کو دو تین ہندسوں کی رقوم کو جمع کرنے کی مشق ہونی چاہیے ۳۷ + ۹۸ ، ۳۴۶ + ۲۸۷ وغیرہ کی ایسی رقمیں حتی الوسع زبانی جمع کرائی جائیں اور اُن میں علی الترتیب سینکڑوں، دہائیوں اور اکائیوں میں حل کرنا اور اکائیوں، دہائیوں اور سینکڑوں میں جمع کرنے کی قابلیت ہونی چاہیے۔ تفریق میں بھی یہی ہونا چاہیے کئی ایسے دلچسپ سوالات جماعت کے سامنے رکھنے چاہییں جن میں دو دو تین تین ہندسوں کی جمع تفریق ہو۔

کئی ہندسوں کی ضرب۔ پہاڑے ۵ سے ۱۰ تک اور ۱۲ کا پہاڑہ

اب کسی عدد کو دو ہندسوں کی رقم سے ضرب سکھانی چاہیے اور ہر ایک عمل کرنے کی وجہ انہیں بخوبی معلوم ہونی چاہیے۔ مثلاً ۲۴۷ کو ۳۶ سے ضرب دیتے ہوئے اُنہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں پر ۲ کو ۳ سے ضرب کے معنی ۲۰۰ کو ۳۰ سے ضرب ہے اور اس کا حاصل ۶۰۰۰ ہے اور ۶ کو چوتھی جگہ یا ہزار کی جگہ لکھنا ہے۔ لڑکوں کو ضرب کے نقشوں یا پہاڑوں کی مہارت ہونی چاہیے اور سوالات کے حل میں ان پہاڑوں کے استعمال کی بھی۔

دو ہندسوں کی تقسیم۔ لمبی تقسیم

لڑکوں کو تقسیم دو ہندسوں کی رقوم سے سکھانی چاہیے۔ مقسوم علیہ پہلے ۱۱ اور ۲۰ کے درمیان ہو اور پھر ۲۱ اور ۳۰ کے درمیان۔

لڑکوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ (۱) خارج قسمت ہر درجہ پر مقسوم سے کم ہوگا اور (۲) باقی ہمیشہ مقسوم علیہ سے کم ہوگی۔ اُن کو یہ بھی سکھانا چاہیے کہ تجرباتی خارج قسمت کس طرح حاصل کئے جاتے ہیں اور اُن کی پڑتال کیونکر کی جاتی ہے۔

کسور کا پہلا کورس۔ آدھے اور چوتھائیاں

ایک کاغذ کو دوہرا کرکے لڑکوں کو سمجھایا جا سکتا ہے کہ نصف یا آدھا کسے کہتے ہیں یا دو آدھے

یا نصف اور نصف مل کر ایک سالم مکمل چیز بنتی ہے۔ لڑکوں کو چاہئے کہ نصف کے نمائندے سیدھی سطر یا خطِ مستقیم، دائرہ گیند، پیمانے، آنے، روپے، لڑکوں کی جماعت، بیجوں کے مجموعے سے لگائیں اور اچھی طرح سے تجربہ کر کے دیکھیں کہ نصف کا مطلب دو بالکل ایک ہی جیسے حصوں میں تقسیم کو کہتے ہیں۔ لڑکوں کو سکھانا چاہئے کہ نصف کا پہاڑہ صرف نصف جمع کرتے جانے سے مکمل ہوتا ہے مثال کے طور پر سات دفعہ آدھا جب سات کو دو پر تقسیم کیا جائے۔ ایک چوتھائی اور تین چوتھائی بھی اسی طرح پڑھانی چاہئے۔ اور اُن کو $\frac{1}{4}$، $\frac{1}{2}$، $\frac{3}{4}$ کی گنتی بھی سکھانی چاہئے اور نیز بٹے میں اوپر اور نیچے کے اعداد کی اہمیت بھی بتانی چاہئے۔

روپے اور پیسوں کی رقمیں

لڑکوں کو ایک روپے تک کی رقوم سے اچھی طرح واقف کرا دینا چاہئے اور جب اُنہیں سکے بہم پہنچائے جائیں تو وہ روپے تک کی تمام رقموں کو بتانے کے قابل ہو سکیں۔ وہ بارہ کے پہاڑے سے واقف ہوں اور آنے اور پائیوں کو پائیوں میں اور پائیوں کو آنوں اور پائیوں میں تبدیل کر سکتے ہوں۔

لمبائی یا پیمائش

فٹ کا پیمانہ اور اُس پر انچوں کی تقسیم اچھی طرح سے دیکھنی چاہئے۔ لڑکوں کو ۱۔ انچ ۲۔ انچ ۳۔ انچ حتیٰ کہ ۱۱۔ انچ اور ایک فٹ تک خطوط کھینچنے چاہئیں۔ کچھ چیزوں کی حدود کو ماپ کر پیمائش کو فٹ اور انچوں میں لکھنا چاہئے۔ اُن میں دئے ہوئے اضلاع کے مربعے اور مستطیل کھینچنے کی قابلیت ہونی چاہئے۔

وزن اور پیمانے

لڑکوں کو کسی پیمانے، اِس کے نصف، اور اُس کی چوتھائی سے واقفیت ہونی چاہئے: تاکہ وہ ریت یا بیجوں کو ماپ یا تول سکیں۔ اُن کو ترازو کا استعمال بھی سکھانا چاہئے تاکہ وہ چیزوں کو تول کر نتیجے کو سیروں وغیرہ یا کسی اور مقامی پیمانے یا وزن میں لکھ سکیں۔ اُستاد کو چاہئے کہ کسی چیز کو تولنے یا ماپنے

کے عمل کو بہت ہی دلچسپ بنائے تاکہ لڑکے اُسے کھیل ہی سمجھیں۔ روز بروز لڑکوں کو آزادانہ طور پر اس کھیل میں لگانا چاہیئے۔

جیومیٹری کی اشکال

مساحت کی معمولی شکلوں کا جو سطحی یا ٹھوس ہوں مشاہدہ کرانا چاہیئے۔ دائرہ، مربع، مستطیل، تکون وغیرہ کی اشکال بھی اسی صورت میں پڑھائی جائیں۔

تیسرے سال کا کورس

پچھلے سالوں کی پڑھائی کے اعادہ اور مشق کے علاوہ تیسرے سال کے کورس کا کام ہندوستانی سکوں کی مرکب جمع۔ تفریق۔ تقسیم اور ضرب ہونا چاہیئے۔ اِس میں تحویل نزولی اور صعودی بھی شامل ہوگی تین یا چار ہندسوں کی رقوم سے تقسیم۔ کسورعام کے اصول۔ لمبائی پیمائش۔ وزن اور وقت کے سادہ مگر عملی سوال۔

گنتی اور اعداد کو ترتیب سے لکھنا لاکھوں تک سیکھنا چاہیئے۔ اگرچہ لڑکوں کو عام طور پر زیادہ سے زیادہ پانچ ہندسوں تک کی رقوم ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ ۱۶ تک کے پہاڑے اور آٹھویں اور سولھویں حصے تک کے پہاڑے بھی آنے چاہئیں۔ لڑکوں کو زبانی حساب کے مہاجنی اور موجودہ طریقے سکھانے چاہئیں۔ پھر وہ تقسیم کے طریقے کو نہ صرف بانٹنے ہی میں استعمال کریں گے بلکہ تول اور ماپ میں بھی استعمال کرینگے۔ مثلاً اگر تین کتابوں کی قیمت سوا دو روپے ہو تو ایک کتاب کی قیمت کیا ہوگی؟ یہ حصے کرنے یا تقسیم کا سوال ہے اگر ایک کتاب ۱۲ آنے کی ہو تو سوا دو روپے کی کتنی کتابیں خریدی جاسکتی ہیں یعنی سوا دو روپے میں بارہ بارہ آنے کے کتنے حصے موجود ہیں؟ یہ پیمائش کا سوال ہے۔ لڑکوں کو شکلیں کھینچنا سکھانا چاہیئے اور ان میں کھینچی ہوئی شکلوں کے سمجھنے کی استعداد ہونی چاہیئے۔

بازار میں روزمرہ سودا خریدنے اور گھر میں روزانہ ضروریات کے نرخ کے متعلق سوالات مفید اور دلچسپ ثابت ہونگے۔ پیمائش اور نرخ وغیرہ میں طالب علموں کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ عام ضروریات کے متعلقہ سوالات کو شوق سے کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور جماعتوں کو

کے عمل کو بہت ہی دلچسپ بنائے تاکہ لڑکے اُسے کھیل ہی سمجھیں۔ روز بروز لڑکوں کو آزادانہ طور پر اس کھیل میں لگانا چاہیئے۔

جیومیٹری کی اشکال

مساحت کی معمولی شکلوں کا جو سطحی یا ٹھوس ہوں مشاہدہ کرانا چاہیئے۔ دائرہ، مربع، مستطیل، تکون وغیرہ کی اشکال بھی اسی صورت میں پڑھائی جائیں۔

تیسرے سال کا کورس

پچھلے سالوں کی پڑھائی کے اعادہ اور مشق کے علاوہ تیسرے سال کے کورس کا کام ہندوستانی سکوں کی مرکب جمع۔ تفریق۔ تقسیم اور ضرب ہونا چاہیئے۔ اِس میں تحویل نزولی اور صعودی بھی شامل ہوگی تین یا چار ہندسوں کی رقوم سے تقسیم۔ کسور عام کے اصول۔ لمبائی۔ پیمائش۔ وزن اور وقت کے سادہ مگر عملی سوال۔

گنتی اور اعداد کو ترتیب سے لکھنا لاکھوں تک سیکھنا چاہیئے۔ اگرچہ لڑکوں کو عام طور پر زیادہ سے زیادہ پانچ ہندسوں تک کی رقوم ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ ۱۶ تک کے پہاڑے اور آٹھویں اور سولھویں حصے تک کے پہاڑے بھی آنے چاہئیں۔ لڑکوں کو زبانی حساب کے مہاجنی اور موجودہ طریقے سکھانے چاہئیں۔ پھر وہ تقسیم کے طریقے کو نہ صرف بانٹنے ہی میں استعمال کریں گے بلکہ تول اور ماپ میں بھی استعمال کرینگے۔ مثلاً اگر تین کتابوں کی قیمت سوا دو روپے ہو تو ایک کتاب کی قیمت کیا ہوگی؟ یہ حصے کرنے یا تقسیم کا سوال ہے اگر ایک کتاب ۱۲ آنے کی ہو تو سوا دو روپے کی کتنی کتابیں خریدی جا سکتی ہیں یعنی سوا دو روپے میں بارہ بارہ آنے کے کتنے حصے موجود ہیں؟ یہ پیمائش کا سوال ہے۔ لڑکوں کو شکلیں کھینچنا سکھانا چاہیئے اور ان میں کھینچی ہوئی شکلوں کے سمجھنے کی استعداد ہونی چاہیئے۔

بازار میں روزمرہ سودا خریدنے اور گھر میں روزانہ ضروریات کے نرخ کے متعلق سوالات مفید اور دلچسپ ثابت ہونگے۔ پیمائش اور نرخ وغیرہ میں طالب علموں کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ عام ضروریات کے متعلقہ سوالات کو شوق سے کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور جماعتوں کو

کے عمل کو بہت ہی دلچسپ بنائے تاکہ لڑکے اُسے کھیل ہی سمجھیں۔ روز بروز لڑکوں کو آزادانہ طور پر اس کھیل میں لگانا چاہیئے۔

جیومیٹری کی اشکال

مساحت کی معمولی شکلوں کا جو سطحی یا ٹھوس ہوں مشاہدہ کرانا چاہیئے۔ دائرہ، مربع، مستطیل، تکون وغیرہ کی اشکال بھی اسی صورت میں پڑھائی جائیں۔

تیسرے سال کا کورس

پچھلے سالوں کی پڑھائی کے اعادہ اور مشق کے علاوہ تیسرے سال کے کورس کا کام ہندوستانی سکوں کی مرکب جمع۔ تفریق۔ تقسیم اور ضرب ہونا چاہیئے۔ اِس میں تحویل نزولی اور صعودی بھی شامل ہوگی تین یا چار ہندسوں کی رقوم سے تقسیم۔ کسور عام کے اصول۔ لمبائی، پیمائش۔ وزن اور وقت کے سادہ مگر عملی سوال۔

گنتی اور اعداد کو ترتیب سے لکھنا لاکھوں تک سیکھنا چاہیئے۔ اگرچہ لڑکوں کو عام طور پر زیادہ سے زیادہ پانچ ہندسوں تک کی رقوم ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ ۱۶ تک کے پہاڑے اور آٹھویں اور سولھویں حصے تک کے پہاڑے بھی آنے چاہئیں۔ لڑکوں کو زبانی حساب کے مہاجنی اور موجودہ طریقے سکھانے چاہئیں۔ پھر وہ تقسیم کے طریقے کو نہ صرف بانٹنے ہی میں استعمال کریں گے بلکہ تول اور ماپ میں بھی استعمال کرینگے۔ مثلاً اگر تین کتابوں کی قیمت سوا دو روپے ہو تو ایک کتاب کی قیمت کیا ہوگی؟ یہ حصے کرنے یا تقسیم کا سوال ہے اگر ایک کتاب ۱۲ آنے کی ہو تو سوا دو روپے کی کتنی کتابیں خریدی جا سکتی ہیں یعنی سوا دو روپے میں بارہ بارہ آنے کے کتنے حصے موجود ہیں؟ یہ پیمائش کا سوال ہے۔ لڑکوں کو شکلیں کھینچنا سکھانا چاہیئے اور ان میں کھینچی ہوئی شکلوں کے سمجھنے کی استعداد ہونی چاہیئے۔

بازار میں روزمرہ سودا خریدنے اور گھر میں روزانہ ضروریات کے نرخ کے متعلق سوالات مفید اور دلچسپ ثابت ہونگے۔ پیمائش اور نرخ وغیرہ میں طالب علموں کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ عام ضروریات کے متعلقہ سوالات کو شوق سے کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور جماعتوں کو

پہلے ۲۳ گھنٹے ۵۹ منٹ کو کہتے ہیں۔ باقی آدھی رات ۱۲ بجے سے ایک منٹ بعد صفر گھنٹے ایک منٹ کو کہتے ہیں۔ نیز ہندوستانی ماپ کے پیمانے اور انگریزی ماپ کے پیمانے مثلاً گیلن اونس وغیرہ بھی پڑھانے چاہئیں۔ دیسی اور ولایتی وزنوں کے سوالات زیادہ تعداد میں کرانے چاہئیں اشیا کی موجودہ قیمتوں کا ایک نقشہ اُستاد کے پاس ہونا چاہیے اور اُستاد کو چاہیے کہ اُن کی مدد سے خرید و فروخت کے سوالات نکلوا کر عملی فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ بازار کے لین دین کے طریقے سے طلبا کو پوری واقفیت ہونی چاہیے۔ نیز اُنہیں معلوم ہو کہ بل یا بیجک کس طرح تیار کئے جاتے ہیں۔ اُن کو اس امر کے لئے گھر میں استعمال ہونے والی اشیا۔ کی مقدار اور اُن کی قیمت کا پتہ ہونا چاہیے۔ اُن کو جمع کرکے تفریق کرنے کا طریقہ اور اطالوی تقسیم کے طریقے سے آگاہی ہونی چاہیے۔ اُن کو چھوٹی چھوٹی کسور کی باہمی ضرب کا پتہ ہونا چاہیے اور کسور کے پہاڑوں کی مدد سے اُنہیں مہاجنی طریقوں سے یا موجودہ طریقوں سے سوالات کو حل کرنا چاہیے۔ مساحت میں اُنہیں خطوط مستقیم اور ان کی پیمائش کا طریقہ آنا چاہیے۔ زاوے اور اُن کی پیمائش اور بڑی آسان تکونوں، مستطیلوں اور دائروں کا وضع کرنا سیکھنا چاہیے۔

اِس ملک میں عموماً چوتھی جماعت پرائمری سکول کی سب سے بڑی جماعت ہوتی ہے۔ اور مندرجہ بالا ریاضی کا کورس زندگی کی عام ضروریات کے لئے ابتدائی ریاضی کو پایۂ تکمیل تک لاتا ہے جس کی عام آدمیوں کو ضرورت ہوتی ہے۔

پہلے ۲۳ گھنٹے ۵۹ منٹ کو کہتے ہیں۔ باقی آدھی رات ۱۲ بجے سے ایک منٹ بعد۔ صفر گھنٹے ایک منٹ کو کہتے ہیں۔ نیز ہندوستانی ماپ کے پیمانے اور انگریزی ماپ کے پیمانے مثلاً گیلن اونس وغیرہ بھی پڑھانے چاہئیں۔ دیسی اور ولایتی وزنوں کے سوالات زیادہ تعداد میں کرانے چاہئیں اشیا کی موجودہ قیمتوں کا ایک نقشہ اُستاد کے پاس ہونا چاہئے اور اُستاد کو چاہئے کہ اُن کی مدد سے خرید و فروخت کے سوالات نکلوا کر عملی فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ بازار کے لین دین کے طریقے سے طلبا کو پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ نیز اُنہیں معلوم ہو کہ بل یا بیجک کس طرح تیار کئے جاتے ہیں۔ اُن کو اس امر کے لئے گھر میں استعمال ہونے والی اشیا۔ کی مقدار اور اُن کی قیمت کا پتہ ہونا چاہئے۔ اُن کو جمع کرکے تفریق کرنے کا طریقہ اور اطالوی تقسیم کے طریقے سے آگاہی ہونی چاہئے۔ اُن کو چھوٹی چھوٹی کسور کی باہمی ضرب کا پتہ ہونا چاہئے اور کسور کے پہاڑوں کی مدد سے اُنہیں مہاجنی طریقوں سے یا موجودہ طریقوں سے سوالات کو حل کرنا چاہئے۔ مساحت میں اُنہیں خطوطِ مستقیم اور ان کی پیمائش کا طریقہ آنا چاہئے۔ زاویے اور اُن کی پیمائش اور بڑی آسان تکونوں، مستطیلوں اور دائروں کا وضع کرنا سیکھنا چاہئے۔

اِس ملک میں عموماً چوتھی جماعت پرائمری سکول کی سب سے بڑی جماعت ہوتی ہے۔ اور مندرجہ بالا ریاضی کا کورس زندگی کی عام ضروریات کے لئے ابتدائی ریاضی کو پایۂ تکمیل تک لاتا ہے جس کی عام آدمیوں کو ضرورت ہوتی ہے۔

چوتھا باب

کھیل کھیل میں تعلیم

بچّوں کے لئے اپنے کام خود بخود درُست کرنے کا قاعدہ اور خود ہی درُست کرنے کے سامان کی جو مثالیں ذیل میں درج ہیں وہ ہمارے تجربے میں آچکی ہیں اور ہم نے اُنہیں مفید پایا ہے۔ وہ اسم بامسمّیٰ ہیں۔ اگر ایک دفعہ اُستاد نے ان کا استعمال لڑکوں کو بتادیا۔ تو پھر تھوڑی سی نگرانی سے لڑکے تمام کام خود بخود ہی کرتے رہیں گے۔ اور اُستاد کسی دوسری جماعت یا گروہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے فارغ ہو سکیگا۔

ایک احتیاط لازم ہے کہ ایسے سامان کو سادہ اور مختصر رکھا جائے۔ اور اگر یہ سامان پیچیدہ بن گیا تو اس سے گھبراہٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ وہ سامان جسے محض اُستاد ہی استعمال کر سکتا ہو اور بچوں کے لئے محض ایک تماشا ہو اصل مقصد سے بعید ہے۔ بلکہ اصل مقصد اس سے فوت ہو جاتا ہے۔ مدعا تو یہ ہے کہ سامان طلبا خود اپنے فائدے اور تعلیم کے لئے استعمال کر سکیں۔

یہ طریقہ تین حصوں میں منقسم ہے ابتدائی (۱) پڑھنا (۲) لکھنا (۳) اور گنتی۔

۱۔ پڑھنے میں ابتدائی منزلیں

سب سے پہلی ضرورت حروف کی پہچان ہے۔ حروف پڑھانے کے متعلق آجکل دو رائیں ہیں ایک تو مکمل الفاظ پڑھانے کے حق میں ہے یعنی طالب علم مکمل لفظ کو اس کی تصویر کے ساتھ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ بہ نسبت ایک حرف کے جو محض ایک اشارہ اور نشان ہے۔ اِس خیال کے حق میں بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور جو اُستاد موگا میتھڈ سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس کی خوبیوں سے آگاہ ہیں لیکن تجربے نے یہ بھی سکھایا ہے کہ حروف کے پڑھانے سے بھی حوصلہ افزا نتائج حاصل ہو سکتے ہیں اس سے پُرانے

خیال کے والدین اور استاد بھی متفق ہیں اور یہ مروجہ طریقوں کے بھی زیادہ مخالف نہیں ہے اسلئے ہم حروف کے پڑھانے کے طریقے سے ہی شروع کرتے ہیں لیکن اس کو زیادہ دل پسند بنانے کے لئے ہم اِسے ایک قسم کا کھیل بناتے ہیں اس لئے ہمارا پہلا کھیل مقابلہ کرنے کا ایک تختہ ہوگا۔

پہلا قدم

مقابلہ کرنے کا تختہ تختی کے برابر ہی گتے کا بنا ہوتا ہے جس پر حروف تہجی اس ترتیب سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُنکے نیچے ایک ایک حرف کی جگہ چھوڑی ہوئی ہوتی تاکہ علیحدہ حروف کا جو ایک مربع شکل کے گتے پر لکھے گئے ہوں تختی کے حروف سے مقابلہ کیا جا سکے اور خالی جگہ پر بٹھائے جا سکیں۔ ہر ایک سکول میں ایک درجن ایسے تختے ہونے چاہئیں اور درجن ہی کے قریب حروف کی تاشیں ہونی چاہئیں۔ مقابلے کے تختے کا نقشہ شکل نمبر ۱ اور گتے کی تاش کا نقشہ نمبر ۲ میں دیا گیا ہے۔

ا	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ
د	ڈ	ذ	ر	ڑ	ز	ژ	س	ش	ص
ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق	ک	گ	ل
م	ن	و	ہ	ھ	لا	ء	ی	ے	

نمبر (۱) مقابلہ کرنے کا تختہ

ب	ت	ث	چ	خ

نمبر(۲) مقابلہ کرنے کے لئے گتے کی تاش کے پتے

(تختے پر ب کے نیچے جو خانہ خالی چھوڑا گیا ہے اور وہ گتہ جس پر "پ" لکھا گیا ہے۔ برابر ہونے چاہئیں۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لڑکے ان تختوں کی مدد سے حروف کو بہت جلدی پہچان لیتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ طریقہ بچے کی مقابلے کی جبلی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ وہ مقابلے کے تختے جن میں خالی پتوں کیلئے جگہ نہیں ہوتی اور پتے تختے پر لکھے ہوئے حروف کے اوپر رکھ کر مقابلہ کیا جاتا ہے۔ بالکل بے سُود ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس سے تختے کے حروف چھُپ جاتے ہیں۔

مقابلہ کی اِن کھیلوں کو وسعت دی جا سکتی ہے مختلف اشیاء جو اس میں استعمال کی جاتیں یہ ہیں شلاً لفافہ شکل نمبر۳ یا دیاسلائی کی ڈبیا جس پر اسی طرح کوئی حرف لکھا گیا ہو شکل نمبر۴ یا مٹی کی بنائی ہوئی طشتری شکل نمبر۵

شکل نمبر۵

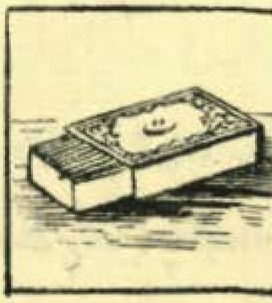

شکل نمبر۴

شکل نمبر۳

لیکن مقابلے کا تختہ نہایت ضروری چیز ہے۔

دوسرا قدم

ایک دفعہ جب بچوں نے حروف کو پہچان لیا تو پھر الفاظ سکھانے میں تامل نہ کرنا چاہئے بلکہ بچوں کا تکان پیدا کرنے والا طریقہ چھوڑ کر جبلی طریقہ اختیار کرنا چاہئے اس کو "تین دگو" کا طریقہ کہا گیا ہے اور یہ فلسفیانہ طریقہ ہے۔ (کئی استاد بچوں کو اس درجے پر حروف کی آواز سکھانا ناپسند کرتے ہیں اگر یہ آسان ہو تو کوئی مضائقہ نہیں) مطلوبہ سامان نہایت سادہ ہے۔ حروف کے پتے بازار سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اوران تصویروں کے ساتھ حروف کے کئی پتے بناتے جا سکتے ہیں۔ ہر ایک پتے کے ایک طرف تو تصویر ہوگی اور دوسری طرف تصویر کا نام۔ دیکھو شکل نمبر۶۔

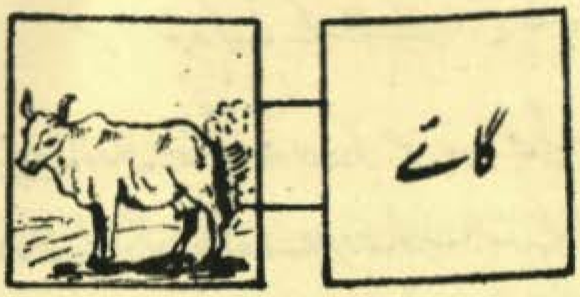

شکل نمبر۶

اس طریقے سے کئی الفاظ کی تصاویر تو طلبا کے ذہن نشین ہو جائیں گی اور جوڑنے والے حروف اُس وقت جب کہ بچے قاعدہ پڑھنا شروع کریں گے بڑی آسانی سے یاد ہو جائیں گے پہلے اُستاد بچے کو پڑھائے پھر چند پتے دے کر اُسے اکیلا چھوڑ دے۔

تیسرا قدم

تیسرا قدم بھی ان پتوں کے ساتھ وابستہ ہے لیکن بجائے اس کے کہ ان تصاویر کے نام اُن پتوں کی پشت پر لکھے ہوئے ہوں۔ انہیں علیحدہ گتے پر لکھ لینا چاہیے اور بعد میں بچوں کو کہنا چاہیے کہ تصویر اور اس گتے کو جس پر اُس کا نام لکھا ہوا ہے یکجا کریں۔

شکل نمبر۷

اسی طرح مختلف تصاویر کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

چوتھا قدم

جب اس طریقہ میں کافی مشق ہو جائے تو بچے ابتدائی قاعدہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ انہی پتوں کے طریقے سے آسان فقروں کو بھی سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے مثلاً "دوڑتی ہوئی گائے یا بھونکتے ہوئے کتے" کی تصویر کے ساتھ اُن پتوں کو ملایا جائے جن پر پورا جملہ لکھا ہے۔ یہ یاد رہے کہ تصویروں کا یہ استعمال ابتدائی منزل ہے اور جب بچے میں یہ قابلیت ہو جائے کہ ان کے بغیر لکھ پڑھ سکے تو اس طریقے کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ قاعدہ کی طرف بچے کی تمام توجہ لگ جائے لیکن مشق کی غرض سے جملے اور لفظ وہ ہوں جو قاعدہ میں سے لئے گئے ہوں۔

(ب) لکھنے کی ابتدائی منزلیں۔

لکھنا پڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ سکھانا چاہیے۔

پہلا قدم

پہلے بچے کو یہ سکھانا چاہیے کہ وہ اپنی انگلیاں حروف پر صحیح طور پر رکھ سکے نیز اُسے حروف کی شکلوں سے بھی کافی آگاہی کرا دینی چاہیے۔ اس لحاظ سے ریگ مال سے کاٹے ہوئے اور گتے پر چپکاتے ہوئے حروف پر انگلی پھیرنا یعنی انہیں ٹریس (Trace) کرنا مفید ہے اور انہی سے بچہ حروف کی شکل سے بھی مانوس ہو جاتا ہے یہ آسانی سے بن سکتے ہیں۔ مقابلتاً کھودے ہوئے یا اُبھرے ہوئے حروف کی اینٹیں اتنی اچھی نہیں ہوتیں کیونکہ وہ حروف عام طور پر اتنے اچھے اور صاف نہیں ہوتے۔ مٹی یا لکڑی سے حروف وضع کرنے کا طریق بھی کچھ بے فائدہ سا معلوم ہوتا ہے ٹریسنگ اس لئے بہتر ہوتا ہے کہ ہاتھ اور انگلیاں کھردری سطح پر صحیح طریقے پر چل کر حروف کی شکل و ساخت سے آشنا ہو جاتی ہیں اور بار بار دہرانے سے انگلیوں اور پٹھوں کی وہ رفتار بالکل قدرتی بن جاتی ہے۔

دوسرا قدم

جب اِس طریقہ میں کافی مشق ہو جائے تو اگلا قدم ریت کی طشتری کا ہے یہ ایک چھوٹا سا گہرا

بکس یا خانہ ہر ایک بچے کے لئے بنایا جا سکتا ہے یا تختی ہی پر کچھ ریت بچھایا جا سکتا ہے۔ لڑکے سے کہا جائے گا کہ اس میں اپنی انگشتِ شہادت سے حرف کو کندہ کرے یا لکھے۔ اس مشق سے کلائی اور انگلی کی صحیح حرکت کا پتہ لگ سکتا ہے پیشتر اس کے کہ وہ واقعی لکھنے لگ جائے۔ اس کو اس طرح لکھنے کے آلے کو پکڑنے کا صحیح طریقہ سکھایا جائے۔

تیسرا قدم

آگے سے باریک کی ہوئی ایک چھوٹی سی لکڑی لڑکے کو دی جائے جو قلم کے برابر ہو اور اس سے وہ ریت میں حروف لکھے۔ اس طرح وہ بالکل معقول ترقی کرے گا۔ اور تختی پر حقیقی قلم سے لکھنے سے پہلے اس کو قلم چلانے کا طریقہ آجائے گا۔

چوتھا قدم

جہاں ممکن ہو اگلا قدم سلیٹ اور پنسل کا استعمال ہونا چاہیے جس سے لکھنے کی صاف اور آسان سطح مہیا ہو سکتی ہے اس امر کی احتیاط لازم ہے کہ سلیٹ پنسل ٹوٹی پھوٹی نہ ہو بلکہ اتنی لمبی ہو کہ انگوٹھے اور ساتھ کی انگلی کے سہارے ٹھہری رہے آخرکار لڑکے کو قلم سے تختی پر لکھنے دینا چاہیے۔

(ج) گننے کے ابتدائی مراحل

آج کل جو بچے سکول میں داخل ہونے کے لئے آتے ہیں عام طور پر وہ زیادہ اور کم کے فرق کو سمجھتے ہیں اور دس تک گن سکتے ہیں۔ اب ہمیں جو چیز سکھانی ہے۔ وہ ہندسوں یعنی علامتوں کی شناخت ہے۔

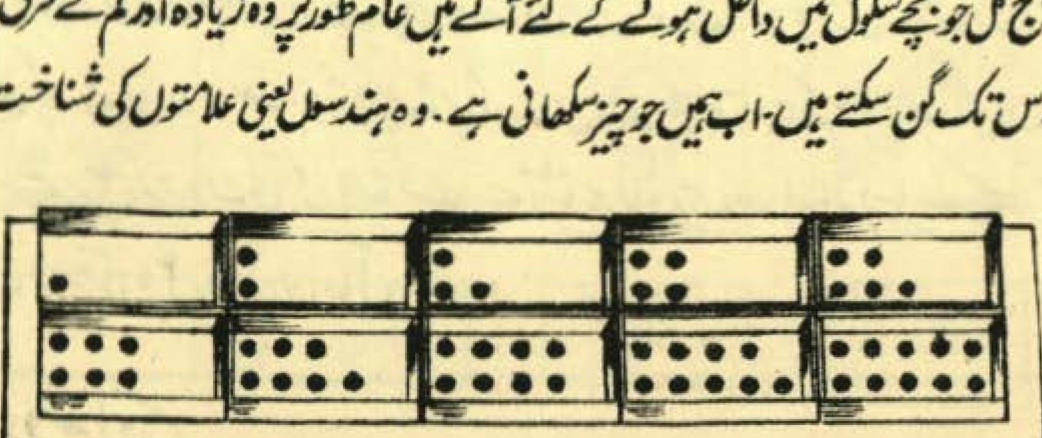

شکل نمبر

پہلا قدم

خود بخود درست کرنے والا طریقہ ایک تختی کا استعمال ہے۔ اسے ہم گنتی کی تختی کہہ سکتے ہیں۔ یہ ہر ایک سکول میں گتے کے ایک لمبے سے ٹکڑے اور دس دیا سلائی کی خالی ڈبیوں سے بن سکتی ہے۔ دس خالی ڈبیاں لیکر برابر برابر گتے پر چپکا دو۔ اور ہر ایک دیا سلائی کی ڈبیا پر ایک سے دس تک چھوٹے چھوٹے سوراخ کر دو۔ اور ساتھ ہی ڈبیا کا منہ کھلا رکھو تا کہ اس میں ڈالے ہوئے بیج آسانی سے نکالے جا سکیں (دیکھو شکل نمبر۸) بچے ان سوراخوں میں سے ڈبیا میں بیج ڈالتے جائیں۔ پھر اکٹھے کر کے ڈبیا سے نکال لیں ڈالتے وقت بھی گنیں اور نکالتے وقت بھی۔ اسی طرح گنیں۔ ڈالیں اور نکالیں۔ اس طرح وہ ایک سے دس تک گننا اور اعداد کو ملانا سیکھیں گے۔

یہی طریقہ ڈومینو کارڈ کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے۔ (دیکھو شکل نمبر۹) یہ کارڈ چوسر کے پانسے کی شکل و ساخت کے ہوتے ہیں۔ ان کارڈوں پر ایک سے دس تک سیاہ نشان ہوتے ہیں۔ بچے ہر ایک کارڈ

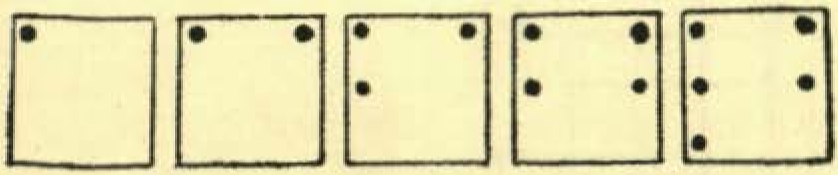

شکل نمبر۹

پر گن گن کر سیاہ نشانوں پر بیج رکھتے ہیں۔ اٹھاتے ہیں۔ رکھتے ہیں علیٰ ہذا بچے بیجوں یا دانوں کو کارڈوں کے اوپر رکھنے کی بجائے اس کے متقابل بھی رکھ سکتے ہیں۔ ان کارڈوں پر سیاہ نشان باترتیب اور باقاعدہ ہونے چاہئیں۔ جیسے شکل نمبر۹ میں لگے ہیں۔ نہ کہ بے ڈھنگے طریقہ سے جیسے شکل نمبر۱۰ میں لگے ہیں۔ ورنہ بچہ جو چھوٹی عمر میں بھی ہر ایک چیز کو منطق کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ متنفر ہو کر یا گھبرا کر اعداد کے اصلی معنی کو نہ سمجھ سکے گا۔

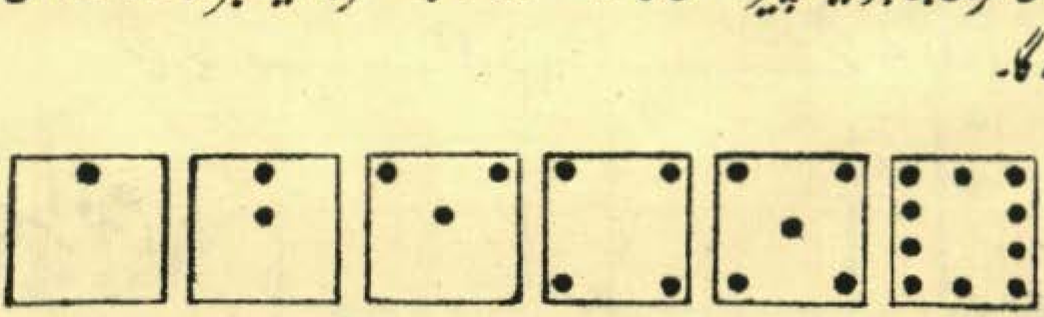

شکل نمبر۱۰

دوسرا قدم

جب دس تک کے اعداد کا بنانا اس طرح سے بچے سیکھ چکیں تو انہیں اگلے اعداد" اعداد کے زینے" سے سکھانے چاہئیں۔ یہ" اعداد کا زینہ" بھی سکول ہی میں بنایا جا سکتا ہے۔ گتے کے لمبے ٹکڑے لو۔ (دیکھو شکل نمبر ۱۱) اور ہر ایک ٹکڑے پر ایک سے دس تک مربع خانے سیاہی سے بناؤ۔ پھر ان ٹکڑوں کو برابر برابر رکھ دو تو ایک زینہ سا بن جائیگا جس سے اعداد اوپر نیچے گھٹتے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں (دیکھو شکل نمبر ۱۱ (ا) ٹکڑے (ب) مکمل زینہ) اس زینے سے بچوں کے ذہن نشین ہو جائیگا۔ کہ اعداد کس طرح بنتے ہیں یعنی کس طرح "ایک" کے اضافہ سے "عدد" یکے بعد دیگرے بنتے چلے جاتے ہیں۔

جب بچوں کو یہ احساس ہو جاتے تو انہیں اعداد کی پہچان اور لکھائی شروع کرا دینی چاہیئے۔

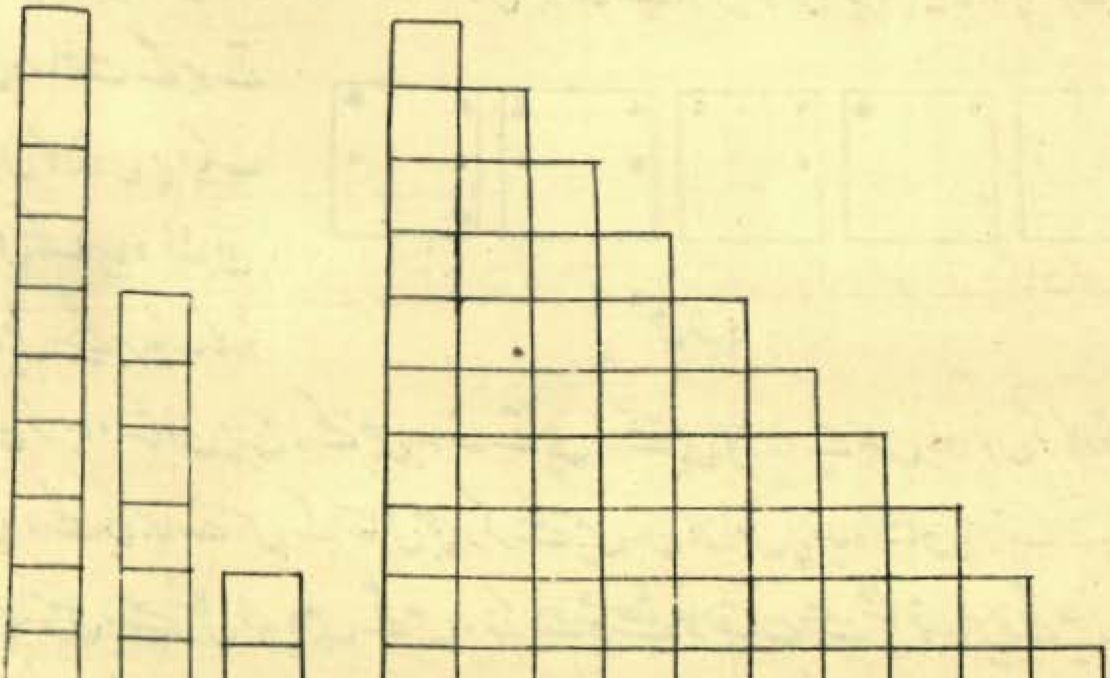

ٹکڑے (ا) شکل نمبر ۱۱ مکمل زینہ (ب)

تیسرا قدم

اعداد کی پہچان اور لکھائی میں بھی وہ دیا سلائیوں کی تختی بہت مفید ثابت ہوگی (دیکھو شکل نمبر ۱۲) اب ہر ایک دیا سلائی کی ڈبیا پر نہ صرف سوراخ بنے ہوں بلکہ مقابلے کا عدد بھی خوب جلی قلم سے لکھا ہوا

ہو بچہ ایک سے دس تک بیج گنتا جائے۔ اور اس نمبر کی ڈبیا میں ڈالتا جائے۔ وغیرہ

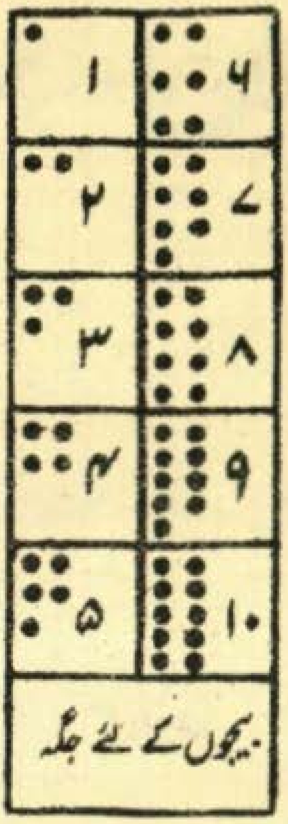

شکل نمبر ۱۲

چوتھا قدم

ڈومینو کارڈوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے گتے کے ٹکڑوں کا مقابلہ کرنا۔ جس طرح ڈومینو کارڈوں پر ایک سے دس تک نشان لگے ہوئے ہیں اسی طرح گتے کے ٹکڑوں پر ایک سے دس تک عدد لکھے ہوئے ہوں۔ پہلے ایک قطار میں کارڈ لگا دیں اور ان کے نیچے مقابلے کے عدد والا گتا رکھ دیں۔ جوں جوں بچے کی پہچان بڑھتی جائے۔ اُستاد کارڈوں کی ترتیب بدلتا جائے۔

دوسرا طریقہ دیاسلائی کی ڈبیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جہاں ڈھکنوں پر ہی بیج یا منکوں کی تعداد لکھی ہوتی ہے (دیکھو شکل نمبر ۱۳)

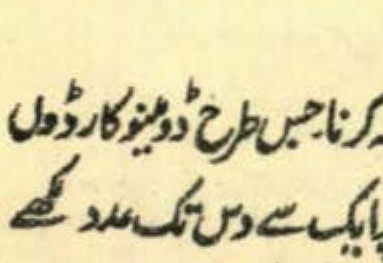

شکل نمبر ۱۴

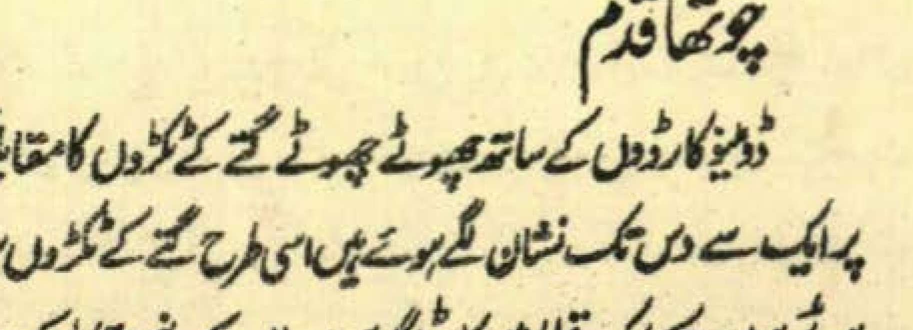

شکل نمبر ۱۳

پانچواں قدم

ڈومینو کارڈ گنتی کے لئے بہت مفید ہیں۔ اور ان کا استعمال اعداد کی سادہ جمع سکھانے میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھو شکل نمبر ۱۵)

۴ + ۴ =	۸

۳ + ۵ =	۸

شکل نمبر ۱۵

یہ سادہ سامان جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے دیہاتی سکولوں میں تجربے سے مفید ثابت ہو چکا ہے اس کے استعمال سے ابتدائی جماعتوں میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جو بچے فراق ادتے میں مہینے صرف کرتے تھے جلدی ترقی کر کے مدرسے کے کام میں دلچسپی پیدا کر لیتے ہیں ان کے کھیل کود کے قدرتی میلان کو وسعت ملتی ہے اور وہ خوشی خوشی اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں اور استاد کسی اور کام میں مصروف ہو سکتا ہے ہمارے ابتدائی سکولوں میں اکثر دو ہی اُستاد ہوتے ہیں اور انہیں ایک سے زیادہ جماعت کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

ایک احتیاط لازم ہے کھیل کے سامان کو جہاں تک ہو سکے سادہ بناؤ۔ کیونکہ اس طریقۂ تعلیم کا اولین اصول یہ ہے کہ بچہ اپنی غلطیوں کی اصلاح خود کر سکے۔ یا یوں کہو کہ سامان اس قسم کا ہو کہ بچے کیلئے غلطی کرنے کا احتمال ہی نہ رہے۔ اگر سامان ایسا ہو کہ اُستاد کی مدد کے بغیر استعمال ہی نہ ہو سکے تو یہ مدعا فوت ہو جاتا ہے کیونکہ اُس حالت میں بچے بجائے خود کام کرنے کے محض تماشہ دیکھنے والے بن جاتے ہیں اور نہ ہی اُستاد کوئی اور کام کر سکتا ہے۔ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بچے کی توجہ پر بہت زیادہ آرائش کا بوجھ پڑتا ہے سامان جتنا زیادہ سادہ ہو گا اُتنا ہی اس کا تعلیمی اصول بچے کے پیش نظر رہے گا۔

پانچواں باب

جغرافیہ پڑھانا اور اُس کی اہمیت

جغرافیہ پرائمری سکول کے نصاب کا ایک نہایت ضروری جزو ہے اور پڑھانے میں شاید سب سے مشکل ہے پرائمری سلیبس کا بہت حد تک تعلق ہمیشہ لکھنے پڑھنے اور حساب تک ہی محدود رہا ہے لیکن فی زمانہ تعلیم کا مسلّمہ مقصد یہ مانا جاتا ہے کہ طلبا کو ایسی تربیت دی جائے کہ وہ قوم کی سماجی اور شہری زندگی کے ذی فہم فرد بن جائیں اس لئے پرائمری سکول کے نصاب میں پڑھنے لکھنے اور حساب کے علاوہ اور بہت سی چیزیں شامل ہیں مثلاً مشاہدۂ قدرت باتی بین یعنی حفظانِ صحت جغرافیہ شہریت - ڈرائنگ اور دستی کام۔

پرائمری سکول کا مقصد بلند نظری کی بنیاد قائم کرنا ہے اور ہر ایک طالب علم کو جس نے اس مدرسے میں تعلیم پائی ہو صحیح تناسب کی واقفیت بہم پہنچانے کی کوشش کرنا ہے۔ آمدورفت کے جدید ذرائع مثلاً موٹر ریل گاڑی - ہوائی جہاز وغیرہ کی وجہ سے سفر ایک آسان بات ہو گیا ہے اور باوجود اُس اجنبیت کے غائب ہو چکنے جس سے جنوبی ہند کے لوگ شمالی ہند کے لوگوں کو دیکھا کرتے تھے ہندستانی دیہاتی لوگ اب بھی اپنی اپنی دنیا میں محصور ہیں۔ دوسرے لوگوں کو جو اُن کے رہنے سہنے اور رسم و رواج سے اختلاف رکھتے ہیں گنوار اور غیر مہذب سمجھتے ہیں پرائمری سکول کے اُستاد کی اس جانب، اپنے دیہاتی طلبا میں دنیاوی معاملات کی وسیع نظری پیدا کرنے کے لئے جغرافیہ کی تعلیم ہی بہترین مددگار ہو سکتی ہے۔

مضمون کی وسعت

پرائمری سکول میں جغرافیہ پڑھانے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اُستاد کا فرض ہے کہ وہ موزوں اور مفید مواد کا انتخاب کرے اور یہ فیصلہ کرے کہ وہ اپنے طلبا کے سامنے اُسے کس شکل میں پیش کرے گا جغرافیہ عموماً

زمین کے بیان تک ہی محدود کیا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جغرافیہ ان حالات کی بھی وضاحت کرتا ہے جن میں انسانی زندگی بسر ہوتی ہے دنیا کے حیوانات اور نباتات کی تقسیم زمین کے نشیب و فراز، سورج کی روشنی اور برسات کی کمی بیشی پر منحصر ہے اس لئے انسانی زندگی ملک کے قدرتی حالات، نباتات، حیوانات اور آب وہوا سے بہت حد تک متاثر ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی زیادہ تر اس کے گرد وپیش کے ان حالات پر مبنی ہوتی ہے جن میں اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی خوراک اس کا لباس اس کے عادات اور خیالات حتیٰ کہ اس کی شکل وشباہت بھی اس کے اردگرد کے حالات کے زیر اثر ہوتی ہے۔ لیکن انسان ان قدرتی طاقتوں کے خلاف ہمیشہ جدوجہد کرتا رہتا ہے تاکہ وہ انہیں قابو میں لا سکے۔ ہالینڈ کے لوگوں نے سمندر کو خشکی میں تبدیل کر لیا ہے۔ پہاڑوں کی وہ چوٹیاں سر ہو چکی ہیں جہاں آج تک انسان کا قدم بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔ آبپاشی کے لئے دریاؤں میں بند بنائے گئے۔ پل تعمیر کئے گئے اور بڑی بڑی کھاڑیوں سے جہازرانی کے لئے نہریں کھودی گئیں جنگل صاف کئے گئے دلدلوں سے پانی کھینچ کر بستیاں بسا دی گئیں ان باتوں کی کئی مثالیں ہمارے اپنے صوبے کے جغرافیہ سے مل سکتی ہیں۔ ہمارا کوئی ہی ایسا دریا ہوگا جس پر بند نہیں بنائے گئے۔ نیلی بار اور گنجی بار جیسے صحرائی علاقوں کو نہروں کے پانی سے آباد کر دیا گیا ہے۔ حافظ آباد کے نزدیک گابر گور کی دلدل سے پانی کھینچ کر زمین کو قابل کاشت بنا دیا ہے۔ اوہل دیا کے پانی سے مشینیں چلا کر صوبہ کے بڑے بڑے شہروں اور گاؤں میں بجلی کی روشنی پیدا کر دی گئی ہے۔

دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر مشہور تواریخی قصبہ راہوں کے پاس ایک وسیع نشیب ہے۔ پہلے وہ جھیل تھی اور مشہور شکار گاہ تھی لیکن اب وہاں کے زمینداروں نے دریا کی جانب زمین کو ایسی ڈھلان دی ہے کہ جب دریا طغیانی پر ہوتا ہے تو نشیب بھر جاتا ہے اور پانی اترنے پر مٹی پیچھے رہ جاتی ہے۔ پانی نتھر کر دریا میں واپس چلا جاتا ہے اور دریا کی مٹی اعلیٰ درجہ کے کھاد کا کام دیتی ہے اور گندم کی فصل کے لئے خاص طور پر کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ انسان کو قدرتی طاقتوں کو زیر کرنے میں وہیں کامیابی ہوتی ہے جہاں قدرت نے اس کے راستے میں کم رکاوٹیں پیش کیں اور وہ اس کی کوشش میں مددگار رہی دوسرے الفاظ میں اس کی ترقی کا راز قدرت کی امداد ہی میں پوشیدہ ہے۔ جغرافیہ پڑھانے میں یہ خیال ہر وقت پیش نظر رہنا چاہئے کہ کس طرح سے انسان نے دنیا کی قدرتی طاقتوں پر غلبہ پایا ہے۔

انسانی نقطۂ نگاہ

جغرافیہ کا مضمون بہت حد تک بدل چکا ہے کیونکہ دریاؤں نہروں اور پہاڑوں وغیرہ کے ناموں کی خشک اور غیر دلچسپ فہرستیں جو آج سے کچھ سال پہلے پڑھائی جاتی تھیں وہ معدوم ہو گئی ہیں جغرافیہ اب اثرات کی وضاحت اور اسباب کی تحقیق کی بنا پر بہت دلفریب علم بن گیا ہے۔

جغرافیہ پڑھانے کی طرزِ جدید میں پہلے انسانی پہلو کو ہر وقت مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ اس میں انسانی زندگی اور اُس کے وہ قدرتی حالات بیان کئے جاتے ہیں جو دُنیا کے مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر ایک طالب علم دنیا کے دوسرے خطوں کے حالاتِ زندگی کا صحیح تصور کر سکے۔

کسی نے تمام ہندوستان کو صرف ایک ہی نگاہ کی مدد سے نہیں دیکھا اور نہ کسی نے کرۂ زمین کو فضا میں لٹکتا ہوا دیکھا ہے لیکن اِرد گرد کے مشاہدے اور دوسرے لوگوں کے بیانات اور تصاویر کے ذریعے سے ہم اُن حالات کا صحیح تصور قائم کر سکتے ہیں جن کا تعلق دور دراز کے ملکوں سے ہے۔

ضروری سامان

ہر ایک پرائمری سکول کے لئے ایک یا دو تصویروں والے ماہواری یا ہفتہ وار رسالوں کا ہونا ضروری ہے جغرافیہ کے اُستاد کے لئے یہ ایک بڑی مدد ہوگی۔ رسالوں میں صرف دوسری جگہوں کی خبریں ہی نہ ہوں بلکہ زندگی کے موجودہ حالات بھی بیان کئے گئے ہوں نیز اپنے ملک کے دوسرے حصوں اور دوسرے ممالک کے حالات کے ارتقا کو بھی واضح کریں۔

پرائمری سکولوں میں سب سے زیادہ یہ مشکل محسوس کی جاتی ہے کہ جغرافیہ کے اُستاد کو مناسب سامان نہیں ملتا۔ اُس کے پاس جغرافیہ کی بہترین قسم کی کتابوں کی قلت ہے۔ جن سے وہ اچھے مواد کو چُن کر لڑکوں کے سامنے پیش کر سکے کئی ایک نصاب اس سلیبس کی بنا پر لکھے جاتے ہیں جن کو دیہات کی نسبت شہری زندگی سے زیادہ واقفیت رکھنے والے مصنفوں نے لکھا ہو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر کتابیں سیاحوں کے ہدایت ناموں کے ڈھنگ پر لکھی جاتی ہیں۔

مقامی جغرافیہ

مجھے اس سے بحث نہیں کہ پرائمری سکولوں کے لئے کسی خاص مقررہ نصاب کی ضرورت ہے یا نہیں اس میں کلام نہیں کہ کسی سلیبس پر قائم رہنے سے بہت حد تک ترتیب اور یکسانیت آجاتی ہے سلیبس اُستاد کے کام کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھال دیتا ہے جس سے اِدھر اُدھر بھٹکنے سے آدمی بچ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک قابل اُستاد کو لازم ہے کہ خاص مقامی حالات کے مطابق سبق پڑھائے اور خصوصاً لڑکوں کے واسطے مشاہدے کے عنوانوں میں اس کا خاص لحاظ رکھے۔ اِس سے جہاں وہ سلیبس کی وسیع حدود کو مدِ نظر رکھیگا وہاں وہ جغرافیہ کی خاص ضرورت کو بھی نظر انداز نہ کرے گا۔ وہ لڑکوں کو انسانی زندگی کا صاف اور صحیح تصوّر دلانے کے علاوہ اُن اسباب کو بھی ان کے ذہن نشین کرا دے جو کہ مختلف ممالک میں انسانوں کی زندگیوں کو ڈھالتے ہیں۔

زمین کی سطح کے اس حصے سے شروع کر کے جسے لڑکے خود دیکھ سکتے ہیں ان سطحوں کا بھی تصور دلانا مقصود ہے جو کہ نظر سے بعید ہیں۔ طلبا اپنے ارد گرد کی زنگی میں حقیقتوں کا احساس کرتے ہیں اور پھر اُستاد کی چُن کر بتائی ہوئی صاف اور واضح حکایتوں کی مدد سے دوسرے نہ دیکھے ہوئے خطوں کی تصاویر کو بھی ذہن میں جما سکتے ہیں سکول اور گھر کے قرب وجوار سے لے کر وہ اپنے گاؤں اور شہر کی بابت جاننے لگتے ہیں اور پھر وہ ہندوستان کے دیگر حصوں کے انسانوں کی بابت اور بالآخر دنیا کے دیگر ممالک کے حالات سے خبردار ہو جاتے ہیں۔ جتنا زیادہ ایک طالب علم اپنے گھر کے ارد گرد اور قرب وجوار میں مطالعہ قدرت کی مہارت پیدا کرتا اور اپنے مشاہدہ کو بیان کرنے کی استعداد پیدا کرتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ دیگر ممالک کے متعلق بیانات اور تصاویر کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جغرافیے کی ابتدائی مشق مشاہدے کے اسباق سے کی جائے۔ عام طور پر اپنے علاقے کے جغرافیہ کا کافی حصہ جماعت کے کمرہ میں پڑھا دیا جاتا ہے لیکن ایسا نہ ہونا چاہئے۔ اُستاد کو چاہیئے کہ ارد گرد کی جگہوں کو دکھانے کا انتظام کرے تاکہ لڑکوں کو ایسے موقع میسر ہوں جن سے وہ مقامی جغرافیہ کا مشاہدہ کر کے اس کے اجزا اور تفصیلات اکٹھا کر سکیں اور دور و دراز حصوں کے مطالعہ کی صحیح بنیاد قائم کر سکیں۔

مشاہدے کے لئے یہ اچھے عنوان ہیں

(۱) سورج۔ چاند اور ستاروں کا دیکھنا۔ ہوا اور برسات کا سڑکوں اور درختوں پر اثر۔ بدر۔ ہلال۔ بادل۔ برسات۔ عام ہواؤں۔ چٹانوں۔ ریت۔ دھوپ اور پودوں کا مشاہدہ۔

(۲) سڑکوں اور کھیتوں میں بارش کے بعد جانا اور جہاں ممکن ہو سمندر کے نزدیک جانا۔ نزدیک کے قلعے یا پہاڑی پر جانا۔ آبپاشی کے ذرائع اور کنوؤں پر جانا (تاکہ رہٹ وغیرہ کے ذریعے آبپاشی سے واقفیت ہو سکے)

(۳) کھیتی باڑی اور فصل کاٹنے کے موسموں کا مشاہدہ اور یہ دیکھنا کہ اُن کا برسات کے ساتھ کیا تعلق ہے کھیتوں کے کاٹنے اور دریاؤں کے چڑھنے کے ساتھ گاؤں کے تہواروں کے تعلق کو دیکھنا۔

(۴) گاؤں کے مختلف کام کرنے والوں کے پاس جانا جو ہماری ضروریات کو مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً نزدیک کی چاول تیل اور روئی کی مشینوں کو دیکھنا۔ چونے اور اینٹوں کا بھٹہ اور ریلوے کے مال گدام کو دیکھنا

(۵) گاؤں کی منڈی بتانا اور یہ بھی بتانا کہ کون کون سی چیزوں کی وہاں زیادہ تجارت ہوتی ہے۔ گاؤں سے نکلنے والے راستوں کا بیان کرنا نیز آدمیوں اور مال و اسباب کے لے جانے کے مختلف ذرائع کا واضح کرنا۔

جیسا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں یہ مشاہدہ طلبا کو اپنے مقامی جغرافیہ کو سمجھنے میں مدد دیگا اور دوسرے ممالک کے جغرافیہ کے مطالعہ کے واسطے اچھی بنیاد قائم ہو گی۔

سیر و سیاحت

یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ گاہے گاہے سیر و سیاحت کا انتظام کیا جائے۔ ایسی باقاعدہ سیاحت ہمارے پرائمری سکولوں میں شاذ ہی کی جاتی ہے۔ یہی کافی نہیں کہ اُستاد طلبا کو باہر لے جاکر کسی دریا کے کنارے یا گھنی چھاؤں میں دوپہر یا رات کے کھانے کا انتظام کر دے کئی پرائمری سکول بعض تیوہاروں کے موقع پر اپنے طلبا کو باہر لے جاتے ہیں لیکن اس میں اُن کی تعلیمی اہمیت کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے ماہواری سیاحت سکولوں کے نصاب کا ایک لازمی جزو ہونا چاہئے۔ سیر و سیاحت

اس ڈھنگ سے انتظام کرنا چاہیے کہ اُس میں اس موسم کے مطابق اور وہاں کے حالات کے موافق کسی ایسے کھیل کا اہتمام کیا جائے جو عام طور پر رائج ہو مثلاً گھاس پھوس کا اکٹھا کرنا، خشک پتوں کا فراہم کرنا یا ڈھوروں کو چرانا اور مچھلیاں پکڑنا ایسی سرگرمیوں میں شوق اور حوصلہ افزائی سے اُستاد اپنے طلبا کے والدین کی ہمدردی اور تعاون بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی وقت اُستاد اپنے طلبا کی توجہ اُن خاص نکتوں کے مشاہدے کی طرف بھی دلا سکتا ہے جو انھوں نے سکول میں پڑھے ہوں اور اُن کے بارے میں سکول واپس آکر اُن پر سوال کر سکتا ہے یا جواب مضمون لکھوا سکتا ہے۔

رنگ دار تصویروں سے مزین انگریزی سینکڑوں کتابیں اس بات کی مظہر ہیں کہ دوسرے ممالک میں کس طرح بچے گھر سے باہر کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ لڑکے کھلی ہوا میں زندگی سے بہت ہی لطف اٹھاتے ہیں۔ افسوس کہ ہندوستان کے پرائمری اُستادوں نے بچوں کے اس قدرتی شوق کا پورا فائدہ نہیں اٹھایا تاکہ تعلیم اور تماشے کو اکٹھا کیا جا سکے۔

سیاحتیں کسی خاص بھال یا ایک ہی جماعت کے لیے مخصوص نہ ہونی چاہئیں۔ اُستاد کو ہر ایک جماعت کے لیے موزوں عنوان چننے چاہئیں۔ انتخاب مضامین اُسے خود کرنا چاہیے اور اُن سہولتوں کو مدِنظر رکھنا چاہیے جو کہ اُسے مہیا ہوں اور جگہوں کے انتخاب میں چھوٹے بچوں کیلئے نزدیک کے قطعوں اور بڑے بچوں کیلئے کچھ فاصلے کی جگہوں کو چننا چاہیے۔

قدرت کی کہانیاں

سیاحتوں کا مدعا واضح کرنے کے لئے دوران سیاحت میں جماعت میں لڑکوں کو کہانیاں سنانی چاہئیں مظاہر قدرت کو بیان کرنے اور سکھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قدیم زمانے کی کہانیوں اور روایتوں سے مدد لی جائے۔ مثلاً دھرو ستارہ یا قطبی ستارہ کی کہانی جو ہمیشہ ایک ہی جگہ نظر پڑتا ہے۔ ارون کی کہانی جو سورج دیوتا کا ڈرائیور تصور مانا جاتا ہے۔ ترشنکو (جو قطب جنوبی میں ستاروں کا ایک گروہ ہے) کی کہانی۔ چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی کہانی۔ شوجی مہاراج نے کس طرح سے چاند کو بچایا تھا۔ پون یعنی ہوا اور سورج کی روایت۔ سورج کی سمت کو پی جانے کی روایت۔ بادلوں کو گرم کر کے اندر دیوتا کے مینہ پیدا کرنے کی کیفیت۔ قوس قزح کی کہانی اور اُن بچوں کی روایت جو آسمان کو ہاتھ لگانے گئے تھے۔ راہو اور کیتو کا سورج اور چاند کے منہ کو سیاہ

کرنا یعنی گرہن واقع کرنا۔ گنگا جی کا اوترن یا اُترنا۔ سگر کے لڑکوں کا سمندر کو کھودنا[1] وغیرہ یہ ایسی کہانیاں اور روایتیں ہیں کہ ان میں سے جغرافیہ کا مطالعہ کرنے کے لئے کافی مصالحہ مل سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ کہانیوں کو ان کی اصلی شکل میں ہی بیان کیا جائے ان میں جو مبالغے سے پُر اور ناقابلِ یقین باتیں ہیں نکال دینی چاہئیں اور باقی ماندہ کی شکل اس طرح سے بدل دینی چاہیئے کہ اُن کا وہ پہلو جو ہماری روزانہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے ظاہر ہو جائے۔ اُن کا مفید یا غیر مفید ثابت ہونا۔ اُستاد کے پیرایۂ بیان پر منحصر ہے۔

گیت

سادہ اور موزوں گیت جو ان کہانیوں کو واضح کرتے ہیں سکھاتے جا سکتے ہیں جس طرح کہ ایک اُستاد کہانیاں گھڑ سکتا ہے اسی طرح خاص خاص کہانیوں کو واضح کرنے کے لئے نظمیں اور گیت لکھے جا سکتے ہیں۔ بچے مل کر گانا بہت پسند کرتے ہیں اور اگر کہانیوں کی شکل میں گیت لکھے جائیں تو وہ ناٹک اور ڈرامے کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

عملی کام کھیل

اگر اُستاد اپنے شاگردوں کی قوت مشاہدہ کو صحیح راستہ پر نہ ڈال سکے تو ان سیاحتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ چلتے پھرتے طالب علموں کی توجہ قابل مشاہدہ امور کی طرف دلائی جائے اور واپسی پر اُن سے پوچھا جائے کہ انہوں نے کیا دیکھا اور کیا سیکھا ہے یہ اُن کی علمیت کا امتحان کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس قسم کا امتحان محض تحریری یا زبانی ہونا لازمی نہیں کیونکہ بعض طلبا اپنے خیالات کو نقشوں، تصویروں اور ماڈلوں کی شکل میں بیان کرنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ اس قسم کا عملی کام ایسے طالب علموں کی جو بولنے میں شرماتے ہوں تعلیم میں بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔ ایسے طالب علموں میں ریت اور مٹی سے کھلونے یا ماڈل وغیرہ بنانے کا شوق پیدا کر دینا چاہیے۔ ٹین یا لکڑی کی تھالیاں مہیا کر دی جائیں

---

[1] بارہ مولا کے متعلق روایت کہ کس طرح راجہ وِراہ (وراہ مُلا اصلی نام ہے) نے وادیٔ کشمیر کے کچھ حصے کو پانی کے نیچے سے برآمد کیا تھا۔ جو سمندری قطعے باقی رہ گئے تھے وہ جھیل وُلر اور ڈل کی شکل میں موجود ہیں۔

اور بچوں سے کہا جائے کہ مل جل کر ان میں ریت، مٹی اور پانی سے دریا، پہاڑ وغیرہ بنائیں۔ پلاٹیسن اس کام کے لئے سب سے بہتر ہے مگر بہت مہنگی پڑتی ہے۔ نرم چکنی مٹی بآسانی مہیا ہو سکتی ہے۔ وہ بچوں کو ضرورت کے مطابق دے دینی چاہئے۔

انسانی جغرافیہ

کہانیاں (حکایات)

لوگوں کی زندگی کے حالات بتانے کے لئے پہلے اپنے ضلع۔ پھر صوبے اور آخر میں دنیا کے مخصوص یا امتیازی علاقوں کو چنا جائے۔ تاکہ کافی دلچسپی پیدا ہو جائے اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکے۔ لوگوں کی زندگی بیان کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دلچسپ کہانیاں اختراع کی جائیں تاکہ بچے انہیں دل لگا کر سن سکیں۔ پرائمری سکول کے اُستادوں کو لازم ہے کہ وہ اچھے داستان گو ہوں۔ بچوں کو کہانیوں میں بہت دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اُستاد جو انہیں ان کی حسب پسند کہانیاں سُنا سکتا ہے۔ اُن سے مشقت اور ہمدردی سے کام بھی لے سکتا ہے۔ کہانی سُنا کر اُستاد کو چاہیئے کہ طلبا کو خود کہانی دوبارہ سنانے دے یا ناٹک کی شکل میں پیش کرنے دے یا عملی طور پر کہانی کو ماڈل کی شکل میں ظاہر کرنے دے اس قسم کے کام میں اُستاد کا حصہ لینا اور یہ ظاہر کرنا بہت ضروری ہے کہ اُسے ان کہانیوں اور کھیلوں میں ویسی ہی دلچسپی ہے جیسی اس کی جماعت کو ہے۔

کہانیوں کا انتخاب کرتے وقت اُستاد یہ مدنظر رکھے کہ کم از کم تین سال کے لئے کافی کہانیاں منتخب کی جائیں۔

دوسرے ملکوں کے بچوں کے متعلق بہت سی کہانیاں انگریزی میں مل سکتی ہیں مثلاً اسکیمو بچوں کی زندگی۔ پریری یعنی امریکہ کے میدانِ گھاس کے گوالے کانگو کے جنگلوں کے پست قد انسان۔ کینیڈا کے جنگلوں میں رہنے والے بچے وغیرہ اور کہانیاں بھی مہیا ہو سکتی ہیں اور یہ کہانیاں بچوں میں وسیع نظری پیدا کرنے کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک فہرست ایسی بنائی جائے جس میں ہندوستان کے تمام صوبوں کے بچوں کے متعلق کہانیاں درج کر دی جائیں۔

اس میں شک نہیں کہ ایک ہندوستانی بچہ کینیڈا کے گندم پیدا کرنے والے میدانوں میں یا ٹرانسوال کی سونے کی کانوں میں وہی دلچسپی نہیں لے سکتا جو ایک انگریز بچے کو ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے یہ کارنامے پڑھ کر فخر کا اظہار کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ کس طرح اُسکے بزرگ امریکہ اور ہندوستان میں تجارت پھیلانے کے لئے گئے مثلاً لونگس ٹون یا سپیکے جنہوں نے افریقہ دریافت کیا یا کُک جو پہلی مرتبہ آسٹریلیا پہنچا وہ جہازوں میں سوار ہو کر سمندر کو پار کر کے ان ملکوں میں اپنی نئی بستیاں بسانے یا وسیع پیمانے پر زراعت کرنے کی غرض سے پہنچے۔ اس قسم کی کہانیوں میں ہندوستانی بچوں کو چنداں دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ اُستاد کو چاہیئے کہ دوسرے ملکوں کی کہانیوں کے ساتھ ہندوستان کے متعلق ایسی کہانیاں ملا دے۔ جن میں مقامی حالات کا بیان پایا جائے۔ مثلاً آسام کانگڑہ اور پالم پور میں چائے کے باغ یا کشمیر اور برہما میں لکڑی کے جنگل اور اٹک کے تیل کے کنوئیں۔ کولر کی سونے کی کانیں۔ ٹاٹا کا لوہے کا کارخانہ۔ کھیوڑے کے نمک کے ذخیرے۔ کلکتے کی کدار پور کی بندرگاہ۔ ڈیلٹے کے رہنے والے زمینداروں کے لڑکے۔ دکن کے راجپوتانہ کے بچے۔ گڈریے بچے۔ اور کشمیر یا مغربی گھاٹوں کے پہاڑی علاقوں میں رہنے والے بچوں کا حال اس قسم کی بہت سی کہانیوں کا نفس مضمون بن سکتا ہے۔

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ آج کل جغرافیہ کے مطالعہ کا سب سے لازمی پہلو یہ ہے کہ بچوں میں ایک وسیع نظری پیدا کر دی جائے مگر بہت سے اُستادوں کا خیال ہے کہ یہ پرائمری سکولوں کے دائرہ قابلیت سے باہر ہے۔ چاہیئے کہ دوسرے ملکوں کے متعلق پڑھنے سے پہلے اپنے ملک کے حالات کا بہ تفصیل مطالعہ کر لیں لیکن ہماری رائے میں اگر جغرافیہ کا کورس غور و فکر سے مرتب کیا جائے تو یہ ممکن ہے کہ ہم بیکانیر کے اونٹوں کے گلوں۔ کشمیر کے قالین بافوں۔ نیلگری کے قہوہ کاشت کرنے والوں اور مالابار کے ناریل سازوں کی زندگی اور حالات کا ذکر کرتے ہوئے غیر ملکی لوگوں کی زندگی اور حالات کا بھی بڑی کامیابی سے بیان کر سکیں۔ ایک موقع شناس اُستاد اپنے سبقوں میں قسم قسم کی باتیں لا سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ کہانی کی شکل ہی میں اپنے سبق کو جماعت کے سامنے پیش کیا کرے وہ جماعت کے چند لڑکوں کو اکٹھا کر کے ہر ایک طالب علم سے کہے کہ تم اپنے ضلع کے حالات اور لوگوں کی زندگی کی کہانیاں ہمیں سناؤ۔ اگر اُستاد مختلف علاقوں کے گیتوں کو بھی فراہم کرلے تو کہانیاں اور بھی زیادہ دلکش اور مزیدار بن سکتی ہیں بنارس دہلی اور آگرہ کے تاج محل کے متعلق خیالی سفرنامے کہانیوں کی شکل میں تیار کئے جا سکتے ہیں تامل زبان

میں ایک نہایت دلکش گیت ہے جسے کا ویری گورام کہتے ہیں۔ اس میں ذکر آتا ہے۔ کہ دریا کی دیوی ایک لڑکی کے بھیس میں اپنی سہیلیوں (یعنی دوسرے معاون دریاؤں) کو ساتھ لے کر سمندر کے دیوتا کی تلاش میں نکلی۔

ایک اور تامل گیت ہے جس میں مدراس سے لے کر سری رنگم تک ریل کے سفر کا ذکر کیا گیا ہے یہ ضروری نہیں کہ اُستاد ان گیتوں کو اپنے لئے نمونہ قرار دے۔ مگر ان سے اُستادوں کو مدد مل سکے گی کہ وہ اپنی کہانیوں کو دلچسپ اور مزیدار بنانے کیلئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کریں۔ ان کہانیوں کے لئے ہم مفصلہ ذیل عنوان تجویز کرتے ہیں۔ سٹینلے صاحب کا بونوں سے ملنا۔ نوگسٹن پر شیر ببر کا حملہ۔ ایک لڑکے کمارن (فرضی نام) کا نیلگری کے ٹوڈوں سے ملنا۔ نان سین کا قطب شمالی میں برف کے تودوں میں پھنس جانا۔ بدری ناتھ کی یاترا پر جاتے ہوئے رام کے کارنامے۔ موٹر کار کا ربڑ ٹائر۔ کوٹ کا موتی کا بنا ہوا بٹن۔ ہاتھی دانت کی کنگھی۔ ڈبے میں بند کیا ہوا خشک دودھ بنگلور کا بافتہ ریشم اور ٹاٹا کے کارخانے میں بنا ہوا صابن۔

ضلعوں سے متعلق کہانیاں حسب موقع تبدیل کی جا سکتی ہیں۔ ان کہانیوں کے دوران میں ضلع کی ریلوں اور سڑکوں، پیداوار، صنعت و حرفت، خوراک، لباس اور مختلف لوگوں کی عادات زندگی کا ذکر ہو سکتا ہے۔

تصویریں

ان کہانیوں کو پُر حقیقت اور دلچسپ بنانے کے لئے بہت سی تصویروں اور جادو کی لالٹین کی تصویروں اسلائیڈوں کا مہیا کرنا ضروری ہے البتہ ہم مانتے ہیں کہ ہمارے دیہاتی پرائمری سکولوں میں ان چیزوں کا دستیاب ہونا آسان کام نہیں مگر میلوں وغیرہ کے موقعوں پر تصویر دکھانے والے گاؤں گاؤں پھرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان کے پاس ٹین کا بنا ہوا ایک صندوق سا ہوتا ہے۔ جس میں بنارس رامیشورم وغیرہ کی ایک درجن کے قریب تصویریں ہوتی ہیں ایک پیسہ دے کر جو چاہے یکے بعد دیگرے ایک موٹے شیشے میں سے دیکھ سکتا ہے۔ بچے بڑے شوق سے کثیر تعداد میں ان تصویروں کو دیکھنے جاتے ہیں۔ دیہاتی مدرس بھی اس قسم کے تماشے کا انتظام کر سکتا ہے۔ وہ ایسی تصویریں اکٹھی کر سکتا ہے جن میں دہلی دربار۔ گنگا کے نہانے کا گھاٹ۔ ہوائی ڈاک۔ میسور میں ہاتھیوں کا پکڑنا۔ لوہے کو کان سے نکال کر صاف کرنا دکھایا گیا ہو۔

تصویروں کا ایک البم تیار کر لینا چاہئے اور ہر ایک تصویر کے نیچے اُس کا حال مختصر الفاظ میں بیان کر دینا چاہئے ان تصویروں کو نہ صرف سکول کے بچے بلکہ گاؤں کے باشندے بھی بڑے شوق سے دیکھ کر لطف اٹھائینگے۔ یہ ممکن نہیں کہ ہفتے دو ہفتے ہی میں ایک دیہاتی مدرس اس قسم کا تمام سرمایہ اکٹھا کر سکے چند سال کام کر کے وہ کل سامان بہم پہنچا سکتا ہے۔

باتصویر رسالے۔ ریل کے ٹائم ٹیبل اور اشتہار اور مختلف کارخانوں کی باتصویر فہرستیں یہ اس قسم کی چند چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے اُستاد سینکڑوں تصویریں فراہم کر سکتا ہے ایک قابل اُستاد ہمیشہ اس بات کی کھوج میں رہتا ہے کہ کہاں کہاں سے مفید تصویریں ہاتھ لگ سکتی ہیں۔

ہند کا جغرافیہ

پرائمری تعلیم کے آخری درجے میں جغرافیہ ہند کا کچھ نہ کچھ حصہ باقاعدہ پڑھانا ہی پڑتا ہے اکثر طلبا اس جماعت کے بعد اپنی پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو جغرافیہ ہند کے ضروری حصوں سے واقفیت پیدا کرا دی جائے۔ اس کام کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ تجویز عمل میں لائی جائے وہ مختلف اسباق جو کہانیوں کی شکل میں مشاہدے یا اظہار خیالات کے لئے پڑھائے گئے تھے۔ دہرانے چاہئیں اور ان کے جزوں کو اکٹھا کر کے یکجا کر دینا چاہئے۔ یہ کام بڑی ہوشیاری سے باقاعدہ طور پر کرنا چاہئے ضروری ہے کہ ایک خاص ترکیب کو مدنظر رکھ کر عمل کیا جائے مثلاً اگر یہ فیصلہ ہو کہ ہندوستان کے تیس مشہور شہروں کے نام جائے وقوع اور درمیانی ریلوں سے واقفیت پیدا ہو جائے تو مفصلہ ذیل تجویز کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔

بچے پہلے ہندوستان کی ریلوں کا نقشہ تیار کریں مگر اسے شروع کرنے سے پہلے فزیکل نقشے کا مطالعہ کریں۔ اُس سے اُنہیں بڑے بڑے شہروں۔ دریاؤں۔ پہاڑوں کے سلسلوں سے واقفیت ہو جائے گی۔ اور وہ بتا سکیں گے کہ کون کون سے راستوں سے ریل جا سکتی ہے اور پھر بچے اپنے اپنے نقشے تجویز کریں اور ریلوے کے ممکن راستوں کو وادیوں میں سے پہاڑوں کے اوپر گھاٹوں کے ساتھ ساتھ ظاہر کر دیں بعد ازاں ریلوں کا اصلی نقشہ انہیں دکھایا جائے۔

مفصلہ ذیل کھیل نہایت دلچسپی کا باعث ثابت ہو چکا ہے۔

بڑے پیمانے پر ایک نقشہ ہندباغ میں زمین پر بنا دیا گیا۔ بڑے شہروں کے مقاموں پر اینٹوں سے نشان بنا دیئے گئے اور ہر اینٹ پر ایک کارڈ رکھا گیا جس پر شہر کا نام لکھا ہوا تھا ریلوے لائن کو ظاہر کرنے کے لئے زمین پر خط کھینچ دیئے گئے تھے۔ بچے ریل بنا کر ایک دوسرے کے پیچھے اس خط کے ساتھ ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک جاتے تھے۔ آدھی درجن بچے ریل میں گئے۔ باقی بچے مسافر بن کر مختلف مقاموں کے ٹکٹ خرید کر سٹیشنوں پر انتظار کرتے رہے جونہی گاڑی ایک سٹیشن پر پہنچی وہاں کے مسافر اتر گئے اور دوسرے مسافر گاڑی کے ساتھ ساتھ ہو لئے۔ بچے اس کھیل کو بڑے جوش و خروش اور دلچسپی سے کھیلتے تھے تقریباً اسی قسم کا ایک اور کھیل ہے جو مصنف نے تجویز کیا تھا۔ یہ کمرے میں کھیلا جا سکتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کا نقشہ موٹے گتے یا لکڑی کے تختے پر کھینچ لیا جائے۔ بچوں کے گاؤں سے شروع کر کے ہندوستان کے مختلف بڑے بڑے شہروں کا سفر تجویز کیا جاتا ہے۔ ریل کی سڑکیں شوخ رنگ سے دکھائی جاتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ایک سو تک ہندسے لکھ دیئے جاتے ہیں۔ سڑک کے شروع میں ایک اور انتہا پر سو۔

تین یا چار بچے مل کر اس کھیل کو کھیل سکتے ہیں۔ سب کھلاڑی ایک سے شروع ہوتے ہیں اُن کی گاڑیاں کسی سکے یا گوٹ سے بنائی جا سکتی ہیں۔ ہر ایک کھلاڑی پانسہ یا چار کوڑیاں پھینکتا ہے اور جتنے دانے پھینکتا ہے اپنی گوٹ اتنے ہی گھر چلاتا ہے۔ ریل کی سڑک کے ساتھ ساتھ خاص مقاموں پر اچھے یا برے نشان لگائے جا سکتے ہیں جہاں پہنچ کر گاڑیاں آگے یا پیچھے چلائی جا سکتی ہیں اگر کوئی کھلاڑی تین یا چار پھینکے تو اُس کی باری جاتی رہے گی یا اُسے دوبارہ ایک سے شروع کرنا پڑے گا۔ اسی طرح کھیل کی دلچسپی بڑھانے کے لئے جگہ جگہ نوٹس لگا دیئے جائیں مثلاً ریل گاڑی لائن سے نیچے اُتری ہوئی ہے۔ چار گھر پیچھے ہٹ جاؤ یا یہاں سے آگے ڈھلوان ہے تین گھر آگے ہو جاؤ۔

تاج محل کی رنگین تصویر یا بنارس کے گھاٹوں کا منظر اپنی اپنی جگہ پر لگا دیا جائے تو اور بھی بچوں کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔ بچے اس کھیل سے بہت کچھ سیکھ جاتے ہیں اور پرائمری سکولوں میں اپنا وقت بڑے شوق اور دلچسپی سے گزارتے ہیں جغرافیہ ہند کے دوسرے پہلو بھی اسی طرح کھیلوں کی شکل میں پیش کئے جا سکتے ہیں اور ہر ایک سبق کے عملی پہلو پر زور دیا جا سکتا ہے۔

کسی دریا کے منبع سے لے کر دہانے تک کی لمبائی میلوں میں ظاہر کرنی اتنی ضروری نہیں جتنا یہ بیان کرنا لازمی ہے کہ اس دریا کا زیادہ تر حصہ میدانی علاقوں کو سیراب کرتا ہے اور کمتر حصہ پہاڑی علاقے میں سے

گزرتا ہے۔ اس لحاظ سے دریائے راوی دریائے سندھ کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ایک سرائے کا جائے وقوع یا چوک میں پنواڑی یا نان بائی کی دکان۔ منڈی یا دھرم سالہ کی جگہ کی مدد سے اُستاد بچوں کو یہ بتا سکتا ہے کہ شہر خاص مقامات پر کیوں بسائے جاتے ہیں آخری سال میں بچے یہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ شہروں کی آبادی کی ترقی کن وجوہات سے ہوتی ہے۔ شہر کیوں بڑھتے رہتے ہیں۔ گرد و نواح میں چھوٹی بستیاں کیوں آباد ہو جاتی ہیں۔ نئی ریلیں اور سڑکیں کیوں بنائی جاتی ہیں اور بندرگاہیں کہاں بنتی ہیں۔ اسباب و وجوہات کا تعلق دکھا کر ان باتوں کو سکھانا چاہیے۔

چھٹا باب

علمِ تواریخ کی تعلیم

وقت کا احساس

پرائمری مدرسوں میں تواریخ کی تعلیم کب شروع کرنی چاہیے؟ صوبہ بمبئی میں تواریخ کا مطالعہ مقامی کہانیوں کی شکل میں پہلے پہل پرائمری سکولوں کی چوتھی جماعت سے شروع ہوتا ہے لیکن چوتھی جماعت میں پہنچنے سے بہت پہلے وہ رامائن اور مہابھارت کی دلچسپ کہانیاں سیکھ لیتے ہیں۔ سیواجی اور دوسرے بہادروں کی کہانیاں بھی اُنہیں یاد کرائی جاتی ہیں یعنی ۹ سال کی عمر میں بچے کسی نہ کسی شکل میں تواریخی مضامین سے واقفیت پیدا کر لیتے ہیں۔ میرے خیال میں تواریخی مطالعہ کے لئے یہ بہت مناسب موقع ہے۔

اس عمر میں تاریخ کا ابتدائی مطالعہ شروع کرنا اصولاً صحیح ثابت کیا جا سکتا ہے۔

ہم تاریخ کا مطالعہ کیوں کرتے ہیں؟ اس سوال کے مختلف جواب ہو سکتے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ کو تعلیم کے سلسلے میں جگہ دینے میں ایک یہ بنیادی اصول مدنظر ہے کہ بچّوں کو زمانوں کا صحیح اور مکمل احساس ہو جائے۔

تاریخ کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ہے ضرورت ہے کہ بچے اس کا تصور باندھ سکیں اور اُس زمانے کے واقعات کو اس طرح سے دیکھ سکیں گویا کہ وہ اُن کی آنکھوں کے سامنے واقع ہو رہے ہیں یہ واقعات ایک ترتیب سے واقع ہوئے ہیں اور بچّوں کو واقعات کے اس تسلسل کا علم ہونا چاہیے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ وہ زمانہ جب ایک بچہ اس تسلسل کا صحیح احساس کر سکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ کے لئے سب سے موزوں وقت

ہے۔ ہندوستانی بچے ۹ سال کی عمر میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کسی حد تک اُنہیں یہ احساس ہو سکتا ہے مگر یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ کہاں تک وہ اس احساس کو تاریخ کے مطالعہ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ وقت کا یہ احساس تواریخ کے مطالعہ کے لئے لازمی ہے۔ زمانہ ماضی کے بعض واقعات خاص نقطۂ نظر سے ضروری ہو سکتے ہیں۔ وہ کتنے ہی دلچسپ اور ولولہ انگیز کیوں نہ ہوں مگر ان کو دوسرے واقعات سے بے تعلق کر کے مطالعہ کرنا ممکن نہیں۔ اگر ہمیں یہ منظور ہے کہ وہ تواریخ کا حصہ بنیں تو یہ لازمی ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے میں اپنی جگہ لیں اور دیگر واقعات کے ساتھ اپنا باہمی تعلق ظاہر کریں۔ اگر وہ تاریخی سلسلۂ وقت میں اپنی مقررہ جگہ پر ظاہر نہیں ہوتے تو تاریخ کے مطالعے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے سکولوں کے بچوں میں وقت کا احساس پیدا کرنے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی جاتی۔ پرائمری جماعتوں میں ہم انہیں صرف کہانیاں سکھاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر اوقات یہ کہانیاں اس وقت کے لحاظ سے سلسلہ وار سکھائی جاتی ہیں مگر فرض کرو کہ بچے بیس کہانیاں پڑھ چکے ہیں جن کا تعلق دو تین صدیوں سے ہے تو ان میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ زمانہ ماضی کا تصور کر کے یہ سمجھ سکیں کہ ان واقعات کے ہونے کے لئے صدیوں کی ضرورت تھی۔ ایک تاریخی ہستی اور دوسری کے درمیان جو فاصلۂ وقت طے ہوا ہے بچے اس کا تصور صحیح طور پر نہیں باندھ سکتے مثلاً وہ بدھ اور اکبر اور سیواجی کی کہانیاں پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ سیواجی اور اکبر تو ہمارے موجودہ زمانہ سے زمانہ بدھ کے مقابل میں قریب تر نسبت رکھتے ہیں۔ دوسری مثال یہ ہے۔ کہ جب وہ اُس کے بعد خاندان گپتا (چوتھی صدی عیسوی) راجہ ہرش (ساتویں صدی) اور اکبر (سولھویں صدی) کا حال پڑھتے ہیں تو یقینی طور پر زمانے کے فاصلے کو نہ سمجھ کر صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ سب ہستیاں زمانہ گذشتہ میں تھیں۔ اس بات کے باوجود کہ انہوں نے ان کی سلطنت وغیرہ کی تاریخوں کو طوطے کی طرح رٹ لیا ہے وہ اس بات کا بالکل تصور نہیں کر سکتے کہ ہرش سے لے کر اکبر تک ہم کتنی زیادہ فاصلہ طے کر آئے ہیں۔ بہ نسبت اُن تین صدیوں کے تھوڑے فاصلے کے جو ہرش اور گپتا خاندان کے درمیان واقع ہے۔

سن

اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ہم اُن کو سن نہیں سکھاتے ؟ یہ ماننا پڑے گا کہ سنوں سے بڑھ کر

ہے۔ ہندوستانی بچے ۹ سال کی عمر میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کسی حد تک اُنہیں یہ احساس ہو سکتا ہے مگر یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ کہاں تک وہ اس احساس کو تاریخ کے مطالعہ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ وقت کا یہ احساس تواریخ کے مطالعہ کے لئے لازمی ہے۔ زمانۂ ماضی کے بعض واقعات خاص نقطۂ نظر سے ضروری ہو سکتے ہیں۔ وہ کتنے ہی دلچسپ اور ولولہ انگیز کیوں نہ ہوں مگر ان کو دوسرے واقعات سے بے تعلق کر کے مطالعہ کرنا ممکن نہیں۔ اگر ہمیں یہ منظور ہے کہ وہ تواریخ کا حصہ بنیں تو یہ لازمی ہے کہ وہ واقعات کے سلسلے میں اپنی جگہ لیں اور دیگر واقعات کے ساتھ اپنا باہمی تعلق ظاہر کریں۔ اگر وہ تاریخی سلسلۂ وقت میں اپنی مقررہ جگہ پر ظاہر نہیں ہوتے تو تاریخ کے مطالعے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے سکولوں کے بچوں میں وقت کا احساس پیدا کرنے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی جاتی۔ پرائمری جماعتوں میں ہم انہیں صرف کہانیاں سکھاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر اوقات یہ کہانیاں اس وقت کے لحاظ سے سلسلہ وار سکھائی جاتی ہیں مگر فرض کرو کہ بچے بیس کہانیاں پڑھ چکے ہیں جن کا تعلق دو تین صدیوں سے ہے تو ان میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ زمانۂ ماضی کا تصور کر کے یہ سمجھ سکیں کہ ان واقعات کے ہونے کے لئے صدیوں کی ضرورت تھی۔ ایک تاریخی ہستی اور دوسری کے درمیان جو فاصلۂ وقت طے ہوا ہے بچے اس کا تصور صحیح طور پر نہیں باندھ سکتے مثلاً وہ بدھ اور اکبر اور سیواجی کی کہانیاں پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ سیواجی اور اکبر تو ہمارے موجودہ زمانہ سے زمانہ بدھ کے مقابل میں قریب تر نسبت رکھتے ہیں۔ دوسری مثال یہ ہے۔ کہ جب وہ اُس کے بعد خاندان گپتا (چوتھی صدی عیسوی) راجہ ہرش (ساتویں صدی) اور اکبر (سولھویں صدی) کا حال پڑھتے ہیں تو یقینی طور پر زمانے کے فاصلے کو نہ سمجھ کر صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ سب ہستیاں زمانۂ گذشتہ میں تھیں۔ اس بات کے باوجود کہ انہوں نے ان کی سلطنت وغیرہ کی تاریخوں کو طوطے کی طرح رٹ لیا ہے وہ اس بات کا بالکل تصور نہیں کر سکتے کہ ہرش سے لے کر اکبر تک ہم کتنا زیادہ فاصلہ طے کر آئے ہیں۔ بہ نسبت اُن تین صدیوں کے تھوڑے فاصلے کے جو ہرش اور گپتا خاندان کے درمیان واقع ہے۔

سن

اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ہم اُن کو سن نہیں سکھاتے؟ یہ ماننا پڑے گا کہ سنوں سے بڑھ کر

اور کوئی معین اور صحیح چیز نہیں ہو سکتی اگر ان کی مدد سے بھی بچوں میں وقت کا صحیح احساس پیدا نہ ہو تو یقیناً بچوں ہی میں کوئی نقص سمجھنا چاہیے۔ یا یوں کہیے کہ اس عمر میں بچوں کو وقت کا صحیح احساس ہونا ان کی قابلیت سے بعید ہے۔

یہ سوال بے شک باموقع اور برمحل ہے۔ اس لیے ہم اس بات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔ کہ کس حد تک سنّوں کا پڑھانا وقت کا احساس پیدا کرنے کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ تواریخ کے مطالعہ میں ہم سنّوں کا استعمال کیوں کرتے ہیں؟ ظاہری طور پر سلسلۂ وقت کو سمجھنے کے لیے۔ بذاتِ خود سن محض خیالی شے ہیں۔ اگر انہیں تاریخ سے بے تعلق کر کے ان کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اگر وہ ہمارے سامنے وقت کا ایک سلسلہ پیش کریں یا کوئی بدیہی تصور باندھنے میں مدد دیں تو وہ بچوں میں وقت کا صحیح احساس پیدا کرنے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

کیا وہ اس قسم کی مدد بہم پہنچا سکتے ہیں؟

ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ہندوستانی سکولوں میں پرائمری اور مڈل کی جماعتوں میں وہ اس قسم کی مدد نہیں دیتے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس وجہ سے سن اپنا پورا اثر ظاہر کرنے میں کامیاب نہیں۔

میرا جواب یہ ہے۔ اس لیے کہ ہم بہت سے سن یاد کرانے کی کوشش کرتے ہیں یا ہم میں سے چند موجودہ زمانے کے خیالات رکھنے والے بالکل کم سن پڑھاتے ہیں ہماری مقررہ کتابوں کا ملاحظہ کیجیے ہمارے مصنف سنّوں کے دھنی ہیں۔ ہر ایک بادشاہ اور ہر ایک گورنر جنرل کا ذکر کرتے ہوئے بلا رُو و رعایت سن لکھتے چلے جاتے ہیں۔

ان کے یہاں ہر ایک جنگ۔ ہر ایک قانون۔ ہر ایک عہد نامے کو اپنی اپنی تاریخ چاہیے چونکہ وہ تاریخی ہستیوں اور تاریخی واقعات میں کوئی امتیاز نہیں کرتے اسی لیے وہ سنّوں میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے۔ تاریخیں میلوں کے نشان کی طرح ہوتی ہیں۔ یہ نشان میلوں کی گنتی کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک فاصلے کا ہمیں صحیح مفہوم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ نشان ایک دوسرے سے بہت نزدیک نہیں ہوتے۔ آپ سوچیں کہ یہ پتھر ایک ایک میل کے بجائے اگر گز گز کے فاصلے پر لگا دیے جائیں تو اس غریب موٹر کار چلانے والے کی کیا حالت ہوگی جسے پہلی مرتبہ اس سڑک پر گزرنے کا اتفاق

ہوا ہو۔ بدقسمتی سے ہم تواریخ پڑھانے اور تواریخ کی کتابیں لکھنے میں تاریخوں کو گز گز پر نشان والی سڑک کی طرح بنا دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جنہوں نے سنّوں کی کثیر تعداد کے برخلاف جہاد کیا ہے۔ وہ یہ آوازہ بلند کر رہے ہیں کہ سن دقیانوسی ہیں۔ ہمیں بلاشک چند ایک سنوں کی ضرورت ہے جو تواریخ کی سڑک پر میلوں کے نشان بن سکیں۔ گز گز پر نشان کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کی تواریخ میں اس قسم کے لازمی سنوں کی فہرست اس باب میں دی گئی ہے ممکن ہے کہ اس فہرست میں تمام ضروری سن شامل نہ کئے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ سن اور لوگوں کو غیر ضروری معلوم ہوں۔ اس فہرست کی تکمیل میں میری غرض یہ تھی کہ بحث مباحثے کے لئے ایک موقع پیدا کر دیا جائے۔

اگر چند ضروری سن توجہ سے چُن لئے جائیں اور بچوں کو یاد کرائے جائیں تو وہ وقت کا احساس پیدا کرنے میں مدد دے سکتے ہیں مگر سرسری طور پر کسی سبق میں سن کے استعمال سے ہمارا مدعا پورا نہیں ہو سکتا۔ بذاتِ خود سن بچے کو کچھ نہیں سکھاتے۔ البتہ اگر چند سن غور سے چن لئے جائیں اور بچے ان کا مطالعہ کریں ان کا ایک دوسرے سے (ماضی اور مستقبل زمانہ سے) مقابلہ کریں تو وہ لازمی طور پر وقت کا صحیح احساس پیدا کر لیں گے۔

نظری معاونین

وقت کے خط۔ سنوں کو بچوں کے سامنے یک وقت پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں یکے بعد دیگرے فاصلے کی صورت میں پیش کیا جائے۔ وقت کی رفتار محض یک سُو ہے۔ وقت کے خط کا ہر ایک نقطہ دوسرے نقطوں سے آگے پیچھے واقع ہوتا ہے۔ باہمی مقابلے کی غرض سے ضروری ہے کہ واقعات کو پہلے فاصلے کی صورت میں ڈھال دیا جائے۔ اسی غرض سے وقت کے گراف۔ وقت کے خط اور دیگر موزوں فاصلے کی شکل کے ڈھانچے تواریخ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ہم ایک صدی کو ظاہر کرنے کے لئے ایک خط ایک فٹ لمبا کھینچ سکتے ہیں۔ اس خط کو اگر ہم دس مساوی حصوں میں تقسیم کر دیں۔ تو ہر ایک حصہ دس سال کے برابر ہو گا۔ اس خط کے بائیں طرف جو ہندسے لکھے جائیں گے اُن سے دس دس سال کا عرصہ ظاہر ہو گا اور اس خط کے دائیں طرف اس صدی کی ضروری اور چیدہ چیدہ تاریخیں اپنی جگہ پر لکھ دی جائیں گی ابتدا میں اگر بچوں کو الجھن سے بچانا مقصود ہو تو خط کے بائیں طرف کچھ نہ لکھا جائے اور

صرف دائیں طرف لازمی تاریخوں پر اکتفا کی جائے۔ یہ خط بجائے ایک صدی کے دس صدیوں کو بھی ظاہر کرسکتا ہے یا اس سے زیادہ فاصلہ وقت کو۔

پرائمری کی جماعتوں میں اُستاد کو دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے اول تو یہ کہ وقت کا خط بہت چھوٹا نہ ہو میری رائے میں دو یا تین فٹ لمبا خط تختۂ سیاہ پر کھینچ دینا چاہیے۔ دوسرے۔ سنوں کی تعداد بہت تھوڑی ہونی چاہیئے۔ وقت کے خط کا پورا مطلب تب ہی ظاہر ہو سکتا ہے جب اسے بڑے بڑے زمانوں کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے مجھے ایسے اُستادوں کا بھی تجربہ ہے جو مختلف حکمرانوں مثلاً اورنگ زیب سیواجی کی حکومت کے زمانے کو ظاہر کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ خطوں کو استعمال کرتے تھے ہر ایک حکمران کے لئے علیحدہ خط استعمال کرنا سبق دہرانے کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ یا اس زمانے کے مشہور واقعات اور سنوں کو یاد رکھنے میں مدد دے سکتا ہے مگر مجھے شک ہے کہ وقت کا احساس پیدا کرنے میں اس کی کیا قیمت ہے۔ اس کے برخلاف اگر ہم ہندوستان کے زمانہ قدیم کی کہانیوں کا مطالعہ کر رہے ہوں تو ہمیں ایک ایسے خط سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جو ایک فٹ میں ۲ یا ۳ ہزار سال کو ظاہر کرنے کے لئے کھینچا گیا ہو۔ فرض کرو کہ پہلے ہم رام چندر جی کی کہانی کا ذکر کرتے ہیں اور بعد ازاں بدھ۔ اشوک۔ اور سمدرگپت کا۔ اگر ہم اس تمام زمانے کو ظاہر کرنے کے لئے ایک خط کھینچیں تو رام چندر اس خط کے اوپر والے سرے پر ایک طرف ظاہر کئے جائیں گے اور خط کے دوسرے سرے پر ایک دوسرے کے بہت قریب باقی تینوں ظاہر کرنے پڑیں گے۔ اسی طرح اگر ہم ایک خط کھینچیں جو بدھ۔ سیواجی اور ہمارے زمانے کو ظاہر کرے یعنی تقریباً پچیس صدیوں کو تو ہم دیکھیں گے کہ سیواجی ہمارے زمانے کے اتنا قریب آگیا ہے کہ اس خط کو دیکھ کر سیواجی کے وقت اور ہمارے زمانے کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے بدھ کے مقابلے میں سیواجی اور اورنگ زیب بجائے زمانہ قدیم ہمارے زمانے کی جدید ہستیاں معلوم ہوں گی۔

ان کہانیوں کے ابتدائی سٹیج کے ختم ہونے پر جب ہم تواریخ کا باقاعدہ مطالعہ شروع کرتے ہیں۔ تب یہ وقت کے خط اور بھی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ وہ مغلوں۔ مرہٹوں یا اور حکومتوں کی بنیاد عروج و زوال کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہم یہ بھی ظاہر کر سکتے ہیں۔ کہ مشہور تاریخی خیالات اور روشیں مثلاً برہمن لوگوں کا زور۔ بدھ دھرم کا پرچار۔ راجپوتوں کا آغاز۔ انگریزی تعلیم

کی نشوونما لوکل سیلف گورنمنٹ اور اخلاقی اصلاح وغیرہ کب شروع ہوئیں۔

گراف

اس تواریخی ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے گراف اور بھی زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بڑی بڑی طاقتوں ہستیوں یا خاندانوں کے تواریخی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے گراف بنانا لازمی ہے۔ اگر خاندانِ مغلیہ اور مرہٹوں کے عروج و زوال کے دو گراف کھینچ دیئے جائیں تو بچوں کے ذہن میں ہندوستان کی تواریخ کی تین بہت ضروری صدیوں کے وقت کا صحیح احساس ہو جائے گا۔ اسی طرح سے دو اور گراف ایک برہمنوں کے عروج و زوال کے متعلق اور دوسرا بدھ دھرم کے متعلق یعنی بدھ کی پیدائش سے ہرش کے زمانے تک بہت کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

مرہٹوں کا زمانہ

نتیجہ

یہ ترکیبیں اپنی اپنی جگہ مفید ثابت ہو سکتی ہیں مگر اور چیزوں کی مدد کے بغیر ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آخر کار وقت کے طولانی خط اور گراف محض تاریخیں ہیں۔ بذاتِ خود کوئی بدیہی چیز نہیں اگر ہمارا یہ منشا ہے کہ وہ اصلی و مادی چیز بنیں تو انہیں پر معنی بنانا چاہیے۔ ان کے معنی اور اہمیت اسی حد تک ظاہر ہوگی جس وضاحت سے ہم اس زمانے کے حالاتِ زندگی کا ذکر کر سکیں گے۔ وقت کے طولانی خط اور

سنتوں کی مدد سے ہم یہ آسانی سے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مقابلتاً بدھ اور نانک کے درمیان اور نانک اور ہمارے وقت کے درمیان کتنا فاصلہ طے ہُوا ہے لیکن جو بچے اسے پڑھیں گے ان کا وقتی احساس زیادہ ریاضیانہ نہ ہو گا انہیں اس کے انسانی پہلو کا احساس کم ہو گا۔ برخلاف اس کے اگر ہم اس خط اور سنتوں کی بنا پر یہ بھی بیان کریں کہ اُس زمانے کے لوگوں کی زندگی کے رسم و رواج کیا تھے اور ان کا مقابلہ اپنی زندگی کے ساتھ کریں۔ تو یقیناً بچوں میں وقت کا احساس زیادہ وسیع اور اصلی ہو جائے گا پس ظاہر ہُوا کہ یہ ترکیبیں جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کچھ خامیاں بھی رکھتی ہیں اور اُن کے فائدوں کو مبالغے سے بیان کرنا صحیح نہ ہو گا۔ جہاں تک ہو سکے ان کا استعمال لازمی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ واجب ہے کہ ہم تاریخی بیان کو واضح اور صاف بنائیں

تاریخ ہند میں تیس ضروری و قابلِ غور سن

سنہ عیسوی سے تقریباً ۳ ہزار سال پہلے	آریہ لوگوں سے پہلے تہذیب موہنجو دارو کا زمانہ
سنہ عیسوی سے ۳ ہزار سال سے لیکر ۱۴۰۰ سال پہلے	ویدوں کا زمانہ آریہ لوگ پہلے پہل ہندوستان میں آتے
سنہ عیسوی سے ۱۴۰۰ سال سے لیکر ۸۰۰ سال پہلے	پورانوں کا زمانہ۔ آریہ لوگوں نے گنگا کے کنارے بستیاں بسائیں
سنہ عیسوی سے ۴۸۳ سال پہلے	مہاتما بدھ کی وفات
سنہ عیسوی سے ۳۲۶ سال پہلے	سکندرِ اعظم کا حملہ
سنہ عیسوی سے ۳۲۱ سال پہلے	چندر گپت موریا ہندوستان کا سب سے پہلا شاہنشاہ
سنہ عیسوی سے ۲۶۹ سال پہلے	اشوک کا گدی پر بیٹھنا۔
۳۲۰ء	سمدر گپت
۳۷۵ء	چندر گپت (بکرماجیت)۔ کالیداس
۶۰۶ء	ہرش کا گدی پر بیٹھنا
۷۱۲ء	میر قاسم کا سندھ پر حملہ
۸۲۰ء	سری شنکر آچاریہ کی وفات
۱۰۰۱ء	سلطان محمود غزنوی کا پہلا حملہ

۱۱۹۲ء	تھانیسر کی لڑائی۔ پرتھوی راج اور محمد غوری
۱۲۹۴ء	علاؤالدین نے دیوگری کو فتح کیا
۱۳۹۸ء	تیمور کا حملہ
۱۴۶۹ء	گرو نانک دیو کی پیدائش
۱۵۲۶ء	پانی پت کی پہلی لڑائی۔ بابر اور ابراہیم لودھی
۱۵۶۵ء	تلی کوٹہ کی لڑائی
۱۵۵۶-۱۶۰۵ء	اکبر
۱۶۳۰ء	سیواجی کی پیدائش
۱۷۰۷ء	اورنگ زیب کی وفات
۱۷۶۰ء	وندواش کی لڑائی (فرانسیسی طاقت کا خاتمہ)
۱۷۶۱ء	پانی پت کی تیسری لڑائی (مرہٹہ طاقت، کا خاتمہ)
۱۸۳۲ء	لارڈ میکالے (انگریزی حکومت کا آغاز)
۱۸۵۷ء	غدر
۱۸۸۵ء	انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد پڑی
۱۹۰۵ء	بنگال کی تقسیم
۱۹۱۴-۱۹۱۸ء	جنگ عظیم
۱۹۱۹ء	اعلان ڈومینین سٹیٹس

ساتواں باب

مطالعہ قدرت

اس کے اغراض اور اہمیّت

مطالعۂ قدرت کے مقاصد

(۱) مادی دنیا کے متعلق واقفیت بہم پہنچانا

مطالعۂ قدرت کو دو پہلوؤں سے دیکھنا چاہئے اوّل یہ کہ طریقۂ تعلیم میں اس کی اہمیت کیا ہے دوم یہ کہ بچوں کے دماغ اور چال چلن کی رہنمائی کے لئے یہ کس حد تک فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ بذاتِ خود قدرت کا مطالعہ یا موجودہ زمانے کی اصطلاح میں جنرل سائنس سب سے زیادہ مفید مضمونوں میں سے ایک ہے جن کا پڑھانا ہمارے سکولوں میں لازمی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کا تعلق ہر فرد بشر کی روزمرہ زندگی سے ہے۔ اکثر ماہرینِ تعلیم اسے "زندگی کے لئے تیاری" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہر ایک انسان اُس کائنات کا ایک جزو ہے جو قانونِ قدرت کے ماتحت بندھی ہوئی چلتی ہے۔ زندگی میں کامیابی کے معانی بالآخر یہی ہوتے ہیں کہ کس کامیابی سے انسان اپنے آپ کو قدرتی حالات کے مطابق بنا سکتا ہے۔ اس میں قدرتی طاقتوں کو انسانی فائدے کے لئے استعمال کرنا بھی شامل ہے۔ ہماری تہذیب کی ترقی سے بالآخر یہی مراد ہے کہ ہم نے قدرتی طاقتوں کو سمجھ لیا ہے اور انہیں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کر لیا ہے۔ مثلاً پانی کا بہاؤ وقت کے آغاز سے آج تک انسان پانی کے سیلاب اور

اُس کے غارت گن بہاؤ سے ڈرتا آیا ہے لیکن اس کی روک تھام کر کے ہم اس سے آبپاشی کرتے ہیں۔ گویا کہ اُسے جوت کر ہم اُس سے کئی قسم کی پن چکیاں چلاتے ہیں اور فی زمانہ ہم اُس سے برقی قوت پیدا کر کے بڑے بڑے علاقوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

نئے قسم کے جانور اور پودوں کی پیدائش۔ نقصان دہ پودوں اور جانوروں کی بیخ کنی۔ خوراک کا سنبھالنا انسانی خوراک میں صحیح تناسب پیدا کرنا اور بیماری کا انسداد۔ یہ سب مرحلے انسان اپنے ذمہ اسلئے لے رہا ہے کہ شروع میں اُس نے قانونِ قدرت میں مداخلت کرنے کی کوشش کی۔ اب اُسے لازم ہے کہ وہ قدرت ہی کے مدرسے میں جا کر اپنے تبدیل شدہ حالات اور آئے دن کی نئی خواہشات کو قانونِ قدرت کے مطابق بنانا سیکھے مثلاً آج کل کا حفظانِ صحت محض تہذیب حاضرہ کا تصنع ہی نہیں ہے۔ جنگل میں قدرت نے صفائی کا وہ مکمل انتظام کیا ہے کہ اُس کے نظام میں کبھی رکاوٹ پیدا ہی نہیں ہوتی لیکن انسان نے بڑے بڑے شہر، قصبے اور پکی سڑکیں بنا کر زمین کی سطح کو تبدیل کر دیا ہے۔ قدرتی خاکروبوں کی بیخ کنی یا جلاوطنی نے اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ان میں اس کی صحت قائم نہیں رہ سکتی اُس کو لازم ہے کہ اس قدرتی نظام کی جگہ جس کے توڑنے کا وہ خود ذمہ وار ہے ایک نیا نظام پیدا کرے جو اس کے حالاتِ زندگی کے مطابق ہو۔ اسی لئے زندگی کے اور کسی صیغے میں اتنی تعلیم کی ضرورت نہیں جتنی کہ شخصی اور تمدنی حفظانِ صحت میں ہے اور اس تعلیم کے یہی معنی ہیں کہ انسان قدرت کے قانون کا مطالعہ کرے اور یہ سمجھے کہ ان قوانین کی خلاف ورزی یا ناواقفیت سے اُسے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ آج کل لوگ عملی یا صنعتی طریقۂ تعلیم کا ذکر اکثر کرتے ہیں۔ اِس تعلیم سے زیادہ عملی یا مفید کون سی تعلیم ہو سکتی ہے جس کا مقصد یہ سکھانا ہو کہ انسان اپنے ماحول سے آگا ہو کر اپنی زندگی کو اُس کے مطابق بنا سکے یہ مطابقت اُس حالت میں مکمل ہو گی جب انسان مناسب خوراک مناسب کپڑے اور مکان استعمال کرے اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازمی ہے کہ غیر ضروری اور ردّی اشیاء۔ مناسب استعمال بھی ڈھونڈھ سکے گو سائنس یا نیچر سٹڈی (Nature-study) یا مطالعہ قدرت کا لازمی جزو یہ بھی ہے کہ ہم اشیائے خوردنی کی خاصیت اور اہمیت کو جانیں اور انسانی جسم کے اعضا کا کا بالخصوص کسی حد تک پہچانیں۔ ساتھ ہی ساتھ حرارت، روشنی، ہوا، جراثیم اور مکانک (جرثقیل) کا کچھ علم ضروری معلوم ہوتا ہے ان باتوں کا مطالعہ کرتے وقت اور بہت سے مضمونوں پر بحث کرنی پڑے گی مثلاً یا کسی کی شادی، آج کل کے شہروں کی تمدنی ضروریات۔ باغ۔ واٹر ورکس وغیرہ۔

اگر ہمارے بچے پرائمری سکولوں میں تعلیم پاکر زندگی میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور اس قسم کے واقعات کا سامنا کامیابی کے ساتھ کرنا منظور ہے تو یہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو موجودہ زندگی کے اصولوں سے آگاہ کر دیا جائے۔

مطالعہ قدرت یا سائنس کا سب سے پہلا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ انسان اپنے آپ کو قدرتی ماحول کے مطابق بنا سکے۔

(۲) نباتات اور حیوانات کی اقتصادی قدر و منزلت جانچ اور پہچان

جنرل سائنس کے باقاعدہ مطالعہ سے ایک خاص اقتصادی فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ مادی دُنیا کے مطالعہ سے ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کی ہر ایک چیز دوسری چیز سے جکڑی ہوتی ہے۔ پروفیسر جینز (Jeans) صاحب کے قول کے مطابق ہماری انگلی کی ذرا سی جنبش سے ستاروں کے تمام نظام پر اثر پڑتا ہے۔ قدرت کا کوئی قانون کسی اہم نتیجے کے بغیر نہیں توڑا جا سکتا۔

جنگِ عظیم کے بعد یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی نباتات و حیوانات کو ایک امانت سمجھ کر آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ رکھے۔ مدراس کے محکمہ جنگلات کے مہتمم اعلٰے نے ایک دفعہ اپنے لیکچر میں کیا خوب کہا تھا کہ اگرچہ ایک بوڑھی عورت کے جنگل میں سے لکڑیاں اٹھا لانے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تاہم اگر ہندوستان کے تمام ۳۶ کروڑ باشندے اسی طرح جنگل سے لکڑیاں اٹھاتے چل پڑیں تو اُن کا پیدا کردہ نقصان ناقابلِ تلافی ہوگا۔ زمین کے بعض حصوں کو انسان نے اس بے رحمی سے غارت کیا ہے کہ قدیم سبز درختوں والے جنگلوں کی جگہ آج ہمیں بیابان نظر آتے ہیں اس قسم کی ایک اور مثال ہمیں قدیم تارشیش (Tarshish) سے ملتی ہے جہاں کے جہاز زمانہ قدیم کی تجارتی دنیا میں مشہور تھے۔ اُس زمانہ کی آسودہ حال بندرگاہ کی جگہ ایک گاؤں رہ گیا ہے جس کا نام تک بھی کبھی سننے میں نہیں آیا۔ اس کی شہرت اس کی جہاز سازی کی صنعت کے بند ہونے کے ساتھ رخصت ہو گئی اگر آج یہ حکم دیا جائے۔ کہ جنگلوں کی حفاظت کرنا لازمی ہے تو ہر ایک دیہاتی یہ سمجھتا ہے کہ اُسے بجا شکایت ہے کہ اُس کے نیم جنگلی مویشی سے سرکار نے گھاس کو چھین لیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ سرکار کیوں اس کے مویشی کو اس گھاس چارے سے محروم رکھتی ہے جو جنگل میں بافراط پایا جاتا ہے جنگلوں۔ قدرتی نباتات اور حیوانات

کی حفاظت کے لئے قانون بنانا بے فائدہ ہے جب تک کہ عام لوگوں کو یہ علم نہ ہو کہ اس قسم کا قانون کیوں ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج کل کا فیشن جس کی وجہ سے سانپ کے چمڑے کے جوتوں اور بٹوؤں کا استعمال عام ہو گیا ہے، مشرقی افریقہ کے کاشتکاروں کیلئے سخت نقصان کا باعث ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ کیڑے مکوڑے جو ان سانپوں کا شکار ہوا کرتے تھے اب کھیتوں کو برباد کر رہے ہیں۔

کوئی ہی ایسا جانور ہوگا جس کے مارنے سے نقصان دہ نتیجے پیدا نہ ہوں کیونکہ وہ پرندے بھی جو بظاہر فصلوں کو از حد نقصان پہنچاتے ہیں اکثر سال کے باقیماندہ حصے میں کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم تلیر کو لے سکتے ہیں یہ باغوں اور فصلوں کا اتنا نقصان نہیں کرتا جتنا کہ ٹڈی کے انڈوں اور بچوں کو کھا کر فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس لئے اگر بچے مطالعۂ قدرت کا باقاعدہ نصاب پڑھیں تو انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ کون کون سے جانور اور درخت انسان کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں اور وہ آئندہ زندگی میں اُن لوگوں کی مدد اور حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں جو ملکی اور قومی دولت کو اندھا دھند غارت ہونے سے بچانے میں کوشاں ہیں۔

خلاصہ

لہٰذا مفصلہ ذیل وجوہات سے قدرت کا مطالعہ ہر فردِ بشر اور ہر ایک قوم کے لئے لازمی ثابت ہوتا ہے۔

اوّل قدرت کے مطالعہ سے انسان دُنیا اور اُس قانون کو جس کے تحت میں یہ دنیا چلتی ہے سمجھ لیتا ہے وہ اپنی زندگی اُس قانون کیمطابق بنا سکتا ہے اور ان وہموں کی پریشانی سے بچ سکتا ہے جو غیر مہذب لوگوں کی زندگی میں طوفان، خشک سالی، طغیانی اور جنگلی جانوروں کے ذریعے سے پیدا ہو جاتی ہے اور وہ تہذیب یافتہ لوگوں کی ان غلطیوں سے بچ جاتا ہے جو قدرت کے اٹل قانون کی خلاف ورزی سے سرزد ہوتی ہیں اور آج کل کی زندگی میں غایت درجہ بیماری اور نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔

دوم اس مطالعہ سے انسانوں کی ایسی نسل پیدا ہوگی جو قدرت کے بھیدوں کو سمجھ کر دنیا کے حیوانات اور نباتات کی شکل میں جو وراثت اُسے ملی ہے اُس کی حفاظت کرنے پر ہر وقت آمادہ اور تیار رہے گی۔

مطالعۂ قدرت کی قدر و قیمت

(۱) ہماری موجودہ علمیّت کی توسیع کا امکان

اگر قدرت کا مطالعہ طریقے کے ساتھ کیا جائے تو ہندوستان میں خاص طور پر ازحد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس ملک کی حیوانی اور نباتاتی زندگی کے متعلق ابھی تک مکمل واقفیت بہم نہیں پہنچی۔

گذشتہ زمانوں میں انسان نے نباتات کو اپنی مرضی کے مطابق ترقی دی ہے جانوروں کو پال کر کام میں لایا گیا ہے اور کیڑے مکوڑوں مثلاً شہد کی مکھی اور ریشم کے کیڑے کو اپنے فائدے کا ذریعہ ثابت کیا گیا ہے اور اغلب ہے کہ جانچ پڑتال کرنے سے ہم ایسی معلومات حاصل کریں جو ہماری قومی زندگی میں غیر معمولی فائدے کا وسیلہ بن سکتی ہوں۔ یہ باتیں چھوٹے چھوٹے بچوں کی طاقت سے باہر نہیں ہیں کہ وہ ہیں گرد و نواح کے پھول پتوں کو جمع کرنے اور ان کی فہرست بنانے میں مدد دے سکیں یا اس قسم کی واقفیت بہم پہنچا سکیں کہ پرندوں کے آنے جانے کے موسم کون کون سے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔ بارش اور دوسرے مظاہر کس طرح واقع ہوتے ہیں اور ان ذرائع سے وہ ہمارے علم کے دائرے کو وسیع کر دیں۔

ایک دیہاتی مدرسے کے مستعد اُستاد کو بہت سے ایسے مواقع دستیاب ہو سکتے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نہ صرف دنیا کے علم بلکہ دنیا کی دولت کی ترقی کا باعث ہو سکتا ہے۔

(۲) ذریعۂ تعلیم کی حیثیت سے

صحیح عادات پیدا کرنے اور چال چلن کی نشو و نما کے لئے قدرت کا مطالعہ بہت حد تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ قدرت کا مطالعہ سائنس کا ایک جزو ہے اور اس امر پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ سائنس کسی خاص مضمون یا علم کا نام نہیں بلکہ تعلیم کا ایک طریقہ ہے۔ مشاہدہ کرنا۔ علمی دستاویز تیار کرنا۔ مختلف امور کی باقاعدہ فہرست مرتب کرنا۔ اور نتائج پر پہنچنا سائنس دان بننا ہے۔ پرائمری سکول سے لے کر یونیورسٹی تک ہندوستانی تعلیم کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ہم رٹنے پر ازحد زور دیتے ہیں۔ قدرت کا مطالعہ کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جماعتوں میں مطالعۂ قدرت کی کتاب جو عام طور پر استعمال کی جاتی ہے بند کر دی جائے۔ سب مضمونوں سے بڑھ کر مطالعۂ قدرت کی فضیلت اسی میں ہے کہ اس سے بچہ اپنے ہاتھوں سے کام

کرنے کی خوشی حاصل کرتا ہے اور خود ہر ایک چیز کی جانچ پڑتال کرنا سیکھتا ہے اِس سے اُس کی عقل بڑھتی ہے اور وہ ایک ایسے سیدھے راستے پر چل نکلتا ہے کہ خود ہی اپنی تعلیم کا ذمہ دار ہو کر اپنے سوالوں کا جواب دے سکتا ہے۔ اخلاقی دنیا میں کائنات کی عظمت اور راز کو دیکھ کر قدرت کا مطالعہ ہمیں استعجاب اور انکساری کی خوبیاں سکھاتا ہے اور وہ انسان جس کا دماغ پرندے کے پر یا گھونگے کی کاریگری کو سمجھ سکتا ہے یا (Crystal) بلوری اشکال کے کمال کو جان سکتا ہے یا ایک پھول کے گوناگوں رنگوں کا احساس کر سکتا ہے یا ستاروں کے لاانتہا فاصلے کی قدر جان سکتا ہے یا جانوروں کی عقل کے راز کی تہ تک پہنچ سکتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے خوش اقبال اور دولت مند ہے۔

اُستاد کا فرض ہے کہ وہ اس مضمون کو اس طرح سے پڑھائے کہ بچوں کے دل میں خود بخود کائناتِ قدرت کے لئے عظمت پیدا ہو جائے کیونکہ اس کے احترام کے بغیر قدرت کا صحیح مطالعہ ناممکن ہے

(۳) فرصت کے استعمال کی تعلیم

ایک آدمی کے چال چلن کا بہترین اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی فرصت کا وقت کس طرح گزارتا ہے اور آج کل کے حالات اس قسم کے ہیں کہ لوگوں کو روز بروز زیادہ سے زیادہ فرصت ملتی جا رہی ہے۔ قدرت کے مطالعہ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ کام صرف سکول کی پڑھائی کے ساتھ وابستہ ہے۔ بلکہ ہر ایک طالب علم یہ سمجھے کہ قدرت کے مطالعہ سے وہ ایک ایسی دنیا میں قدم رکھ رہا ہے جس کی دلفریبیاں مدت العمر اس کے لئے راحت جاں ہونگی۔

حصّہ دوم

سلیبس اور طریقۂ تعلیم

الف سلیبس

ہر ایک مضمون کا سلیبس بنانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے دل میں سوچ لیں اس مضمون کی

تعلیم سے کیا مقصود ہے جو کچھ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ اس مضمون میں ٹائم ٹیبل کی تنگی ناممکن ہے یہ درست نہیں ہے کہ ہم عام حیوانوں اور پودوں وغیرہ کی ایک فہرست بنا کر اس کا نام سلیبس رکھ دیں۔ ضروری ہے کہ سلیبس بناتے وقت ہم کوشش کریں کہ بچوں کو قدرت کے مختلف حصوں کی یگانگت اور باہمی تعلق کا کچھ احساس ہو جائے اور ساتھ ہی اُستاد کو یہ موقع ملتا رہے کہ خاص واقعات شلاً ایک پودے پر بے وقت پھولوں کا نمودار ہونا کسی نادر پرندے یا جانور کا آجانا۔ گرہن یا آندھی وغیرہ کو اپنے سبق کا موضوع بنا سکے۔

سلیبس ایسا ہونا چاہیے کہ ادنےٰ سے ادنےٰ جماعت کا کام اس میں شامل ہو اور سکول کی ہر ایک جماعت کے لئے درجہ بدرجہ کام دکھایا گیا ہو تا کہ شروع سے آخر تک بچے ترقی کرتے رہیں۔ ضروری ہے کہ مطالعہ کا آغاز طریقۂ تعلیم کے صحیح اصولوں پر مبنی ہو یعنی ہر ایک بچہ خود مشاہدہ کرے اور جو کچھ دیکھے اس کو بجنسہٖ تحریر میں لے آئے۔

بچے اپنی اپنی کاپیاں جماعت وار سنبھال کر رکھیں تاکہ ہر وقت اپنے گذشتہ مشاہدات سے فائدہ اٹھا سکیں اور انکی روشنی میں اپنے موجودہ مشاہدوں کی جانچ پڑتال کر سکیں اور جو نتیجے حاصل ہوں ان کی تردید یا تائید ہو سکے۔

مطالعہ کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ہر ایک طالب علم اپنی مرضی اور شوق کے مطابق جو مضمون چاہے چن سکتا ہے مگر اُسے اتنی آزادی بھی نہ دی جائے کہ وہ وسیع دلچسپیوں کو نظرانداز کر جائے۔

ہر ایک طالب علم کے کام پر فرداً فرداً بحث اور طلبا اور استاد کے کام اور معلومات پر بحث اس مطالعہ کے دستورالعمل کی اہم خصوصیت ہوگی۔

ضروری ہے کہ ٹائم ٹیبل بناتے وقت اس امر کو مدنظر رکھا جائے۔

اس کے علاوہ اس مباحثے سے بچوں کو زبان کے باقاعدہ استعمال کی مشق ہو جائے گی۔ مختلف چیزوں کی قدر کے تعین اور بحث کے اصولوں سے واقفیت پیدا ہوگی۔

اگر اچھی کتابیں مل سکیں تو ان کا باقاعدہ استعمال بھی اسی دوران میں سکھایا جا سکتا ہے۔

مشاہدے کے نتائج کو تحریر میں لانا اس تعلیم کا ضروری حصہ ہے اور مطالعہ قدرت کے پروگرام میں اس کی جگہ مستند ہے۔

آب و ہوا کے نقشے بچوں سے بنوانے چاہئیں۔ یہ نقشے جوں جوں بچے بڑے ہوتے جائیں اور اُن کا تجربہ ترقی کرتا جائے۔ زیادہ پیچیدہ اور صحیح بنائے جاسکتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے قدرتی مظاہر کے نقشے بھی بنائے جائیں اور بچے خود ان کی حسب موقع جانچ پڑتال کرتے رہیں بچوں میں جانوروں اور پودوں کی پرورش کرنے کا شوق ہونا چاہیئے اور وہ ان کی عادات اور تاریخ زندگی کا مطالعہ کریں اور اُسے تحریر میں لائیں۔

بعض جانور مثلاً کتا یا بلی گائے یا مرغی گھر میں رکھے جاسکتے ہیں بعض سکول میں پالے جاسکتے ہیں جیسے کیڑے سُنڈی اور مچھلی وغیرہ۔

جہاں تک ممکن ہوسکے جانوروں کا مطالعہ ان کو دق کئے بغیر ان کے قدرتی حالات میں کرنا چاہیئے اسی طرح گلہری اور پرندوں کے گھونسلوں، باغ کی مکڑی یا چھپکلی وغیرہ کا مشاہدہ کرنا اور تحریر میں لے آنا چاہیئے۔ پودوں کا مطالعہ بوتے جانے سے پھل لانے تک کرنا چاہیئے اس کے لئے ضروری ہے کہ سکول کا اپنا باغیچہ ہو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مٹی سے بھرے ہوئے مٹی یا لکڑی کے گملے مہیا کر کے اُس میں پودے لگا دیئے جائیں تاکہ بچے پودوں کے مکمل منازلِ زندگی کا مطالعہ کرسکیں۔ ساتھ ہی ساتھ بچوں کو اس بات کی تعلیم بھی دی جائے کہ روزنامچہ یا یادداشت کس طرح سے رکھتے ہیں۔ خاکہ کس طرح بنتا ہے۔ تاکہ وہ جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اُسے باقاعدہ تحریر میں لے آئیں۔

اُستاد کے بنائے ہوئے خاکوں کی نقل اور لکھائی ہوئی یادداشت سے بچے کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ اس لئے سلیبس میں خاکہ کشی اور یادداشت بنانے کو خاص جگہ دینی چاہیئے۔

سمندر، دریا یا تالاب۔ جنگل یا درختوں کے کسی جھنڈ یا کسی اور قدرتی منظر کے مشاہدے کو جو نزدیک ہو سکول کے روزانہ کام کا ایک لازمی حصہ تصور کرنا چاہیئے۔ جغرافیہ اور مطالعۂ قدرت میں بہت حد تک باہمی تعلق ہے اسلئے انہیں دو علیحدہ مضامین سمجھ کر ان کی حد بندی نہیں کرنی چاہیئے۔ بہترین نتیجے پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ہی اُستاد جغرافیے اور مطالعۂ قدرت کا مضمون پڑھائے۔

پرائمری سکول میں مطالعۂ قدرت کے سلیبس کا ایک خاکہ مفصلہ ذیل ہے۔

جماعت وار سلیبس موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق

پہلی جماعت

سال اول کا کام دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے۔

(۱) صبح آتے ہی ۱۰-۱۵ منٹ بچوں سے گفتگو کی جائے یا انہیں کہانیاں سنائی جائیں جس سے ان کے مشاہدے۔ اور خیالات کے اظہار کی ترقی ہو سکے اور سادہ قدرتی نظاروں کی خوبصورتی کا احساس ہو۔ عام گھریلو اور جنگلی جانوروں کے نام اور پہچان۔ چند مقامی پرندوں اور کیڑوں کے نام اور پہچان۔ عام درختوں اور پودوں کے نام اور پہچان۔ سورج۔ چاند اور ستاروں کا طلوع اور غروب دیکھنا۔

(۲) عملی کام

تصویریں بنانا اور ان کے نیچے ان کا نام لکھنا۔

یکے بعد دیگرے تصویروں کے سلسلے سے اپنے مشاہدے کو بیان کرنا تصویریں کاٹ کر البم میں لگانا

بادل۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں وغیرہ کی سادہ شکلیں بنانا۔

باغ میں پھول پودے کی دیکھ بھال کرنا۔

پالتو جانوروں کے رکھنے اور ان کی حفاظت کے قابل ہونا۔

جماعت دوم۔ اور آئندہ سالوں کا کام مفصلہ ذیل عنوانوں کے ماتحت ہونا چاہئے۔

(۱) آب و ہوا (۲) قدرتی نظارے (۳) نباتات (۴) پرندے (۵) کیڑے مکوڑے (۶) چوپائے (۷) رینگنے والے جانور (۸) تالاب اور اس کے آس پاس کی زندگی کا مشاہدہ۔

جماعت دوم

(۱) تصویر یا خاکہ کی شکل میں دھوپ اور بارش کے متعلق روزنامچہ بنانا۔ بارش کے قطروں کا مشاہدہ۔ بارش کے بعد سڑک اور مدرسے کے آس پاس پانی کا مشاہدہ۔

(۲) سورج۔ چاند۔ زمین۔ ستاروں کے متعلق عام گفتگو اور اگر ممکن ہو تو روزنامچہ لکھنا۔
(۳) گملوں یا زمین میں پودے لگانا اور ان کی حفاظت کرنا۔ بیج کے اُگنے کا مشاہدہ۔
(۴) طوطا یا کبوتر پالنا۔
(۵) (Caterpillar) یا چیونٹی کا مشاہدہ۔
(۶) چھچھوندر۔ خرگوش۔ یا گلہری کا پالنا۔ اور مشاہدہ کرنا۔
(۷) ممکن ہو تو کچھوے کا پالنا۔ یا چھپکلی کا مشاہدہ۔
(۸) تالاب کے کنارے بیٹھ کر پانی کے جانوروں کا مشاہدہ۔ یا مچھلی کے متعلق عام واقفیت۔

جماعت سوم

(۱) بارش۔ ہوا۔ سورج اور آسمان کے متعلق واقفیت اور ان کا مشاہدہ۔ سہ ماہی اور ششماہی گوشوارے بنانا۔ ہوا کا رخ دریافت کرنے کے مختلف ذریعے۔ قطب نما۔
(۲) قدرت کے متعلق اپنی مشاہدہ کردہ واقفیت کا تحریری اظہار۔
(۳) پودوں کی ضروریات کے متعلق عملی واقفیت اور سادہ تجربے۔
(۴) مرغی پالنا اور ان کی زندگی کا مشاہدہ کرنا۔
(۵) مکھی۔ یا شہد کی مکھی کے متعلق مشاہدہ کرنا اور عملی واقفیت بہم پہنچانا۔
(۶) گائے اور بچھڑا۔
(۷) مینڈک۔
(۸) مدرسے میں ایک چھوٹا پانی کا گڑھا بنانا اور اس کے متعلق مشاہدہ کرنا۔ تالاب کا مزید مشاہدہ۔

چوتھی جماعت

(۱) جسمانی اور مقامی حرارت کی پیمائش۔ بادل اور ہوا کے متعلق عملی واقفیت۔ بارش کی پیمائش۔ آب ہوا (جہاں تک ممکن ہو ہر ایک طالب علم اپنے مشاہدے کا روزنامچہ خود بنائے)
(۲) عام و خاص روزنامچہ۔ آب و ہوا کے روزنامچے کا عام مشاہدے کے ساتھ ساتھ مقابلہ۔ جماعت میں

ان مضامین پر گفتگو اور بحث۔

(۳) مقامی پھلوں کی قسمیں۔ پودے کی نشوونما۔ پھول اور پھل کی پہچان اور باہمی تعلق۔

(۴) تیتر یا چکور۔

(۵) عام کیڑوں مکوڑوں کے نام اور عادات۔

(۶) کتے اور بلی کی زندگی کے متعلق عملی واقفیت۔

(۷) سانپ کی زندگی اور عادات کے متعلق واقفیت۔ "پالتو" سانپوں کا مشاہدہ۔

(۸) تالاب کے فائدے اور نقصان۔ تالاب کی صفائی کے عملی طریقے۔

ب۔ طریقۂ تعلیم

بچوں کی خصوصیات

(ا) جاندار چیزوں سے اُنس

طریقۂ تعلیم سے سلیبس کو علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ ضروری ہے کہ طریقۂ تعلیم بچوں کی فطرت پر مبنی ہو۔ چھوٹے بچوں کو جاندار چیزوں سے قدرتی اُنس ہوتا ہے۔ اس لئے سائنس کے سلیبس کی بنیاد پودوں کی پرورش اور موزوں جانوروں کا پالنا ہونا چاہیے۔ مضائقہ نہیں اگر شروع میں چند چیزوں پر اکتفا کرنی پڑے۔

(ب) خاکہ کشی کا شوق

چھوٹے بچے لکھ نہیں سکتے اور کئی برس تک لکھائی کی ترکیب اور ہجوں کی پیچیدگی کی وجہ سے وہ اپنے احساسات کا بھی اظہار نہیں کر سکتے اس لئے وہ بچے اپنے خیالات کے اظہار کیلئے ڈرائینگ یا خاکہ کشی پر قناعت کرتے ہیں۔ رنگوں کا استعمال انہیں بہت بھاتا ہے۔ اسی لئے شروع شروع میں بچوں کا کام تختۂ سیاہ یا خاکی کاغذ پر ہونا چاہیے مگر جو کام ہو۔ بچے خود کریں۔ اُستاد یا کسی اور کے خاکے کی نقل نہ اُتاریں۔ جوں جوں ان کی

مشق پختہ اور ہاتھ صاف ہونا چاہئے اسی قدر ان کا کام زیادہ درست اور قابل اعتبار بنتا جائے گا مگر شروع سے اخیر تک خاکہ کشی کو طویل تحریری بیانوں کی نسبت زیادہ صحیح قابل فہم اور زود فہم سمجھا جائے۔ سکول کی آخری جماعتوں میں عبارت کو خاکوں کی وضاحت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی صورت میں خاکوں کو چھوڑ کر عبارت پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔

(ج) جانچ پڑتال کا شوق (اعجوبہ پسندی)

بچوں کو جانچ پڑتال کا قدرتی شوق ہوتا ہے اسی طریق سے قدرت ان کی ذہنی اور دماغی نشوونما کرتی ہے۔

ضروری ہے کہ بچے خود مشاہدہ کریں اور خود ہی اپنے نتائج اخذ کریں۔ اُستاد صرف وہ امور بیان کرے جن کے بغیر کام نہیں چل سکتا اور جنہیں بچے خود دریافت نہیں کر سکتے اُس حالت میں بھی اُستاد ایسے امور آخری جوابی صورت میں پیش نہ کرے بلکہ اس طرح بیان کرے کہ بچوں کو اپنے دائرہ معلومات وسیع کرنے کا شوق پیدا ہو ہر ایک بچے کے معمولی کام میں بھی اُستاد دلچسپی ظاہر کرے تاکہ اُس کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ اپنے کام میں کوشاں رہے۔

(د) فوری فیصلہ کی قوت

بچے تیز نکتہ چین اور منصف مزاج ہوتے ہیں انہیں یہ سکھانا نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے کام کی قدر اور اس پر خود ہی نکتہ چینی کریں۔ ہر ایک بیان جو وہ پیش کریں اس کی تائید میں ثبوت بھی بہم پہنچائیں غلطیوں پر اُستاد کے پنسل پھرا دینے سے وہ دوبارہ غلطی کرنے سے نہیں بچ سکتے۔ فی الواقع بات یہ ہے کہ ہماری معلومات کی موجودہ حالت میں مطالعۂ قدرت کے متعلق کسی بھی بیان کو بالکل ٹھوک دینا جلد بازی ہے۔ بچوں کو اس بات کا احساس ہو جانا چاہئے کہ وہ بیان جس کی پشت پر ثبوت نہیں ہے بے معنی ہے اور یہ ذمہ داری اُستاد کی نہیں بلکہ بچوں کی اپنی ہے کہ ان کی کاپیوں میں کوئی غلط بیانی نہ پائی جائے۔ بچوں کا مل کر کام کرنا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس طریقے سے وہ ایک دوسرے کے کام کی باہمی پڑتال کر سکتے ہیں اور مل کر کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ مطالعۂ قدرت میں وہ انفرادی اور شخصی طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں جس کی

ان مضامین پر گفتگو اور بحث۔

(۳) مقامی پھلوں کی قسمیں۔ پودے کی نشوونما۔ پھول اور پھل کی پہچان اور باہمی تعلق۔

(۴) تیتر یا چکور۔

(۵) عام کیڑوں مکوڑوں کے نام اور عادات۔

(۶) کتے اور بلی کی زندگی کے متعلق عملی واقفیت۔

(۷) سانپ کی زندگی اور عادات کے متعلق واقفیت۔ "پالتو" سانپوں کا مشاہدہ۔

(۸) تالاب کے فائدے اور نقصان۔ تالاب کی صفائی کے عملی طریقے۔

ب۔ طریقۂ تعلیم

بچّوں کی خصوصیات

(ا) جاندار چیزوں سے اُنس

طریقۂ تعلیم سے سلیبس کو علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ ضروری ہے کہ طریقۂ تعلیم بچوں کی فطرت پر مبنی ہو۔ چھوٹے بچوں کو جاندار چیزوں سے قدرتی اُنس ہوتا ہے۔ اس لئے سائنس کے سلیبس کی بنیاد پودوں کی پرورش اور موزوں جانوروں کا پالنا ہونا چاہئے۔ مضائقہ نہیں اگر شروع میں چند چیزوں پر اکتفا کرنی پڑے۔

(ب) خاکہ کشی کا شوق

چھوٹے بچے لکھ نہیں سکتے اور کئی برس تک لکھائی کی ترکیب اور ہجوں کی پیچیدگی کی وجہ سے وہ اپنے احساسات کا بھی اظہار نہیں کر سکتے اس لئے وہ بچے اپنے خیالات کے اظہار کیلئے ڈرائینگ یا خاکہ کشی پر قناعت کرتے ہیں۔ رنگوں کا استعمال انہیں بہت بھاتا ہے۔ اسی لئے شروع شروع میں بچوں کا کام تختہ سیاہ یا خاکی کاغذ پر ہونا چاہئے مگر جو کام ہو۔ بچے خود کریں۔ اُستاد یا کسی اور کے خاکے کی نقل نہ اُتاریں۔ جوں جوں ان کی

مشق پختہ اور ہاتھ صاف ہونا جائے اسی قدر ان کا کام زیادہ درست اور قابل اعتبار بنتا جائے گا مگر شروع سے اخیر تک خاکہ کشی کو طویل تحریری بیانوں کی نسبت زیادہ صحیح قابل فہم اور زود فہم سمجھا جائے۔ سکول کی آخری جماعتوں میں عبارت کو خاکوں کی وضاحت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی صورت میں خاکوں کو چھوڑ کر عبارت پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔

(ج) جانچ پڑتال کا شوق (اعجوبہ پسندی)

بچوں کو جانچ پڑتال کا قدرتی شوق ہوتا ہے اسی طریق سے قدرت ان کی ذہنی اور دماغی نشوونما کرتی ہے۔

ضروری ہے کہ بچے خود مشاہدہ کریں اور خود ہی اپنے نتائج اخذ کریں۔ اُستاد صرف وہ امور بیان کرے جن کے بغیر کام نہیں چل سکتا اور جنہیں بچے خود دریافت نہیں کر سکتے اُس حالت میں بھی اُستاد ایسے امور آخری جوابی صورت میں پیش نہ کرے بلکہ اس طرح بیان کرے کہ بچوں کو اپنے دائرہ معلومات وسیع کرنے کا شوق پیدا ہو ہر ایک بچے کے معمولی کام میں بھی اُستاد دلچسپی ظاہر کرے تاکہ اُس کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ اپنے کام میں کوشاں رہے۔

(د) فوری فیصلہ کی قوت

بچے تیز نکتہ چین اور منصف مزاج ہوتے ہیں انہیں یہ سکھانا نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے کام کی قدر اور اس پر خود ہی نکتہ چینی کریں۔ ہر ایک بیان جو وہ پیش کریں اس کی تائید میں ثبوت بھی بہم پہنچائیں غلطیوں پر اُستاد کے پنسل پھیر دینے سے وہ دوبارہ غلطی کرنے سے نہیں بچ سکتے۔ فی الواقع بات یہ ہے کہ ہماری معلومات کی موجودہ حالت میں مطالعہ قدرت کے متعلق کسی بھی بیان کو بالکل لغو کہہ دینا جلد بازی ہے۔ بچوں کو اس بات کا احساس ہو جانا چاہیے کہ وہ بیان جس کی پشت پر ثبوت نہیں ہے بے معنی ہے اور یہ ذمہ داری اُستاد کی نہیں بلکہ بچوں کی اپنی ہے کہ ان کی کاپیوں میں کوئی غلط بیانی نہ پائی جائے۔ بچوں کا مل کر کام کرنا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس طریقے سے وہ ایک دوسرے کے کام کی باہمی پڑتال کر سکتے ہیں اور مل کر کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ مطالعہ قدرت میں وہ انفرادی اور شخصی طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں جس کی

بنا پر ہر ایک بچے کے کام کی علیحدہ علیحدہ پڑتال کر کے اس کی محنت کا پھل نمبروں کی شکل میں دیا جاتا ہے ایک دوسرے سے مل کر کام کرنے کی عادت ہونی چاہیے۔ اس طریقہ سے بچے نہ صرف اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کریں گے بلکہ آپس میں مل کر کام کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔ جماعت میں اکثر بحث مباحثہ ہوتا رہنا چاہیے۔ وہ نتائج جن پر کوئی بچہ پہنچا ہو تمام جماعت کے سامنے پیش کئے جائیں اور کہا جائے اِن پر سوال کرو اور اِن کی نکتہ چینی کرو۔

(۳) چیزیں بنانے کا شوق

مطالعہ قدرت کے لئے کم از کم چند آلات کا مہیا کرنا ضروری ہے مگر جہاں تک ممکن ہو یہ آلات بچے خود بنائیں اِن آلات کو بنانے کے دوران میں بچے اُس اصول کو خوب سمجھ لیں گے جس پر یہ آلات کام کرتے ہیں۔ بچے کاریگری کے کام میں ماہر ہو جائیں گے اور اپنے بنائے ہوئے آلات پر بڑے فخر کا اظہار کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ اگر سکول چھوڑنے پر اُن کا یہ شوق قائم رہا اور انہیں قدرت کا مطالعہ جاری رکھنے کی خواہش ہوئی تو اپنی ضرورت کے مطابق اپنے گھر پر خود آلات تیار کر سکیں گے۔ چھوٹے بچے بڑے بچوں کی بنی ہوئی چیزوں کو استعمال کر سکتے ہیں تاوقتیکہ وہ خود بنانا نہ سیکھ لیں۔

(۴) تفصیل کا شوق

بچوں کو تفصیل میں جانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو گا کہ چھوٹے بچے اس بات پر بڑی ضد کرتے ہیں کہ جو کہانی انہیں سنائی جائے وہ لفظ بلفظ ویسی ہی ہو۔ اس میں ذراسی تبدیلی پر بھی وہ چڑ جاتے ہیں۔ یہ تفصیل کا شوق جو بچوں میں قدرتی ہے۔ مشاہدوں کو تحریر میں لاتے وقت خوب استعمال ہو سکتا ہے مثلاً جانوروں اور پودوں کی فہرست بناتے وقت یا آب و ہوا کا نقشہ تیار کرتے وقت یعنی یہ کہ ایک خاص مہینے میں بارش کتنے روز ہوئی اور سورج کتنے روز دکھائی دیا۔ یا مہینے یکے بعد دیگرے کس ترتیب سے آتے ہیں وغیرہ اسی طرح بچوں کو چیزیں اکٹھا کرنے انہیں چھانٹنے اور ان کے نام رکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ سائنٹیفک (Scientific) تربیت کیلئے یہ عمدہ بنیاد ہے۔ اُستاد کو اس شوق کی پرورش کرنی چاہیے۔ محض چیزوں کو اکٹھا کرنا اور انکی فہرست وغیرہ بنانا بے فائدہ وقت ضائع کرنا ہے اگر انہیں باترتیب

رکھا جائے اور ہر ایک چیز کا نام اس کے ساتھ کاغذ لگا کر ظاہر کیا جائے تو یہ مقامی معدنیات وغیرہ کی قیمتی یادداشت بن سکتی ہے۔ اُستاد کے لئے صرف اتنی کوشش ہی ضروری ہے کہ وہ بچوں کے اس قدرتی شوق کو بڑھائے اور اس شوق سے فائدہ اٹھائے۔

نتیجہ

یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ تصویروں یا ماڈلوں وغیرہ پر مطالعہ قدرت کے سبق کا انحصار کبھی نہیں ہونا چاہئے۔ مطالعۂ قدرت بدیہی اشیاء۔ قدرت کا مطالعہ ہے۔ ماڈل یا تصویر خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں قدرتی اشیاء کا درجہ نہیں لے سکتے تصویریں جب بھی استعمال کی جائیں محض حوالے کے طور پر استعمال کی جائیں مثلاً مقامی پرندوں کی تصویروں کے ایک اسیٹ مجموعے کا بہترین استعمال یہ ہے کہ لڑکے خود ہی بتائیں کہ ان میں سے کونسا پرندہ اُن کی نظر سے گذرا ہے مگر ایک پھول کے مختلف حصوں کی تصویر خواہ کتنی ہی درستی سے بنائی گئی ہو بچوں میں دلچسپی پیدا نہیں کر سکتی۔ پرائمری سکول کے طلبا کے لئے جیتے جاگتے پودے ہی کچھ اصلیت رکھتے ہیں۔ بچوں کو دکھانے کے لئے بہترین تصویریں وہ ہیں جو انہوں نے خود تیار کی ہوں۔ یہی تصویریں ان کے لئے پُرمعنی ہیں۔

شروع شروع میں پودوں اور جانوروں کی چیر پھاڑ کی ضرورت نہیں۔ شروع میں تو یہ ضرورت ہے کہ بچے زندگی کی قدر کرنا سیکھیں اور اسے ایک پُر اسرار چیز جانیں پتوں کو توڑ کر اُن کی پنکھڑیاں وغیرہ علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بچے تو خواہ مخواہ ہر وقت پھول توڑ کر اس کی ہر ایک پتی علیحدہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چوتھی اور پانچویں جماعت میں اگر اُستاد چاہے تو وہ بچوں کو پھول کی ساخت کا غور سے مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ کرے چھوٹے بچوں کو تو یہ سکھانا چاہئے کہ قدرت کی کاریگری کے نمونوں کو کس طرح دیکھنا چاہئے اور ان کی توڑنے پھوڑنے کی عادت کو روکنا چاہئے۔

آخر میں ہم اس بات پر زور دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مطالعۂ قدرت کے اصلی منشاء کو پانے کے لئے لازمی ہے کہ اُسے ادنےٰ سے ادنےٰ جماعت میں جگہ دی جائے۔ بہت سے اُستادوں کو یہ دقت پیش آتی ہے کہ بعد ازاں بڑے ہو کر اُن کے پاس وہ طلبا سائنس پڑھنے آتے ہیں جنہوں نے کبھی سائنس کا نام ہی نہیں سُنا۔ ایسے طلبا آلات کو بڑے بھدّے طریق سے استعمال کرتے ہیں اور صحیح مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

خاص خاص پودوں یا جانوروں کو ہاتھ لگانے سے پہلو تہی کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں عجیب عجیب قسم کے شکوک اور اوہام کو جگہ دیتے ہیں۔ وہ طلبا جنہیں اُستادوں کے تیار کردہ علم کو سننے کی بُری عادت پڑ جاتی ہے۔ اپنے ہاتھ اور محنت سے اپنے لئے کچھ کرنا دشوار سمجھتے ہیں اور وہ طلبا جنہیں اس طرح سے تعلیم ملی ہو۔ کہ مقررہ سوالوں کا مقررہ جواب کس طرح دیا جا سکتا ہے حیران اور چپ رہ جاتے ہیں جب انہیں قدرت کی اصلیتوں مثلاً ایک پھدکتے ہوئے جانور یا اُگتے ہوئے پودے کا مشاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے اُستادوں اور ایسے طالب علموں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ شروع میں اپنا قدم آہستہ بڑھائیں۔ سبق کے موضوع کا احتیاط سے انتخاب کریں تاکہ آہستہ آہستہ مطالعۂ قدرت میں دلچسپی پیدا ہو جائے۔ ہاتھ میں صفائی آ جائے۔ شک شبہ یا بدظنی دور ہو جائے اور سائنس کے اصلی نقطۂ نگاہ سے ہر چیز کو دیکھنا سیکھ لیں۔ مطالعۂ قدرت سے خوشی اور پورا فائدہ اُسی اُستاد اور اُسی طالب علم کو ہوتا ہے جس نے شروع سے ہر ایک سبق کو پڑھایا اور پڑھا ہو۔

سکول کا پہلا دن ہی مطالعۂ قدرت کے شروع کرنے کا دن ہے اور اسی طریقے سے بچے کے دل میں قدرتی چیزوں کی قدر اور سائنس کے نقطۂ نگاہ کی اہمیت پیدا ہو سکتی ہے

آٹھواں باب

حفظانِ صحت کی تعلیم

جس کسی کو ہندوستان کے مدرسوں کے کام سے واسطہ ہے اس پر خوب روشن ہے کہ سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ طلبا کو حفظانِ صحت کی ایسی تعلیم دی جائے جو اُن کی روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہو۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمارے بچوں کو انسانی جسم کی ہڈیوں کے نام یاد ہو جائیں۔ انسانی جسم کی بناوٹ اور مناسب استعمال سے واقفیت فائدہ مند اور ضروری ہے مگر حفظانِ صحت کی محض اس قسم کی تعلیم سے بچوں کی سب ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ حفظانِ صحت کا مطالعہ عملی ہونا چاہئے۔ تاکہ بچے اس کے اصولوں پر قدرتی طور پر عمل کرنا سیکھ جائیں۔ اصولوں کی فہرست کو رٹنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

پرائمری سکول کی تمام جماعتوں میں حفظانِ صحت کی تعلیم کہانیوں، کھیلوں، اشتہار اور خاکہ نویسی کے ذریعے دی جائے۔ پہلی اور دوسری جماعت میں خیالی افسانے بچوں کو بہت پسند ہوتے ہیں اس لئے ان جماعتوں میں کہانیوں کا موضوع انسان کی طرح بولنے والے جانور یا بے جان چیزیں، دیو اور پریاں ہونی چاہئیں تیسری اور چوتھی جماعت میں ایسے افسانوں میں دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور بچے اصلی بچوں کی کہانیاں سننا پسند کرتے ہیں مگر کسی جماعت میں بھی کوئی کہانی زبانی یاد کرانے کی ضرورت نہیں۔

حفظانِ صحت کی تعلیم کے لئے ٹائم ٹیبل میں ایک خاص گھنٹہ وقف کیا جا سکتا ہے۔ یا کسی اور مضمون کے پڑھانے کے دوران میں اس سے متعلقہ کہانیاں سنائی یا پڑھی جا سکتی ہیں۔ ورزش کے گھنٹے میں حفظانِ صحت کے متعلق کھیلوں کا انتظام ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے اشتہارات دستکاری کے گھنٹے میں تیار کئے جا سکتے ہیں۔ جو بھی ترکیب استعمال کرنی منظور ہو اُستاد کو چاہئے کہ تمام سال کا کام پہلے ہی

سوچ رکھے تاکہ سال کے دوران میں اُس کی جماعت مقررہ ترقی کرسکے ایک ہی باب میں ہر ایک جماعت کے لئے بالتفصیل سلیبس کا درج کرنا ممکن نہیں مفصلہ ذیل خاکہ اُستادوں کے سامنے اشارے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

سال اوّل

پہلی جماعت کیلئے ضروری ہے کہ ہر ایک قسم کا کام مثلاً کھیل، کہانیاں، گیت، اور اشتہار لکھنا یہ سب کام کسی ایک ہستی کے متعلق کئے جائیں مثال کے طور پر ایک ہندوستانی بچے گوبند نامی کو لے لیا جائے۔ صفائی کے مضمون پر تمہیدی وعظ کے بغیر ہی یہ کہانی یوں شروع کی جائے۔ کہ گوبند کے پالتو جانور گوبند کی اُن عادات کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے دکھائے جائیں جو وہ سکول میں یا گھر پر سیکھتا اور مشق کرتا ہے۔ پہلی کہانی میں ایک سے زیادہ عادتوں پر زور نہ دیا جائے مثلاً ہاتھ صاف کرنا۔ بعد ازاں کہانیوں میں مدرسہ کے لئے تیار ہونا۔ منہ صاف رکھنا۔ بال سنوارنا۔ دانت صاف کرنا اور لباس کو ستھرا رکھنا وغیرہ عادات کا ذکر کیا جائے۔ دانتوں کے درد کے متعلق اگر ایک کہانی سُنا دی جائے تو لڑکوں پر دانت صاف کرنے کی اہمیت خوب واضح ہو سکتی ہے اس وقت تک ہر ایک بچے کو گوبند میں دلچسپی ہو جائے گی اور اگر اُستاد یہ کہے کہ اب ہر ایک بچہ اپنا گوبند کاغذ کا تیار کرے تو بچے بڑے شوق سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح کام کے کسی اور گھنٹے میں اُن اشیا کے خاکے بنوائے اور کٹوائے جن کی گوبند کو ہاتھ منہ دھونے کے لئے ضرورت پڑتی ہے مثلاً صابن۔ تولیا۔ لوٹا مسواک (داتن) وغیرہ وغیرہ۔ اگر کاغذ مہیا کرنے یا کاٹ کر یہ چیزیں بنانے میں کوئی دقت ہو تو چکنی مٹی اس کام کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔ جب یہ سب چیزیں تیار ہو جائیں تو یہ کھیل کھیلا جائے کہ کون اپنے گوبند کو سکول کے لئے سب سے پہلے تیار کرتا ہے۔ اس طرح سے وہ صفائی کا کام جو ہر ایک بچے کو سکول آنے سے پہلے کرنا چاہیے۔ اُن کے دماغ میں بیٹھ جائے گا۔ ان کہانیوں اور کھیلوں کے بعد بہتر ہوگا۔ کہ اُستاد خود نمونہ پیش کرے کہ ہاتھ اور منہ اچھی طرح کیسے صاف ہو سکتے ہیں ناخن کس طرح صاف کئے جا سکتے ہیں۔ داتن کس طرح بنانا اور استعمال کرنا چاہیے۔ سرسری طور پر یہ ذکر کرنا بھی ہمارے بچوں کے لئے مفید ہوگا کہ ہمارے گھروں میں صفائی کی عادتوں کے متعلق کیا طریق اختیار کیا جاتا ہے اور کیا کرنا چاہیے۔

اِس وقت تک بچوں کو صفائی میں دلچسپی پیدا ہو گئی ہوگی اور انہیں عام واقفیت بہم پہنچ چکی ہوگی۔ اس لئے ان کا روزانہ معائنہ شروع کر دینا واجب ہے ایک چارٹ بنا لیا جائے جس میں ہر ایک طالب علم کو اس کی صفائی کے نمبر دے کر درج کر دیئے جائیں پہلی جماعت میں ابتداً صرف ہاتھ، مُنہ اور دانت ہی دیکھنے چاہئیں معائنہ کے وقت جو بچے صاف ہوں اُنہیں شاباش دینی چاہئیے اور جو کم صاف ہوں اُن کا مذاق اڑانا یا اُن پر نکتہ چینی کرنا فائدہ مند نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے گھر کے حالات کو سمجھ کر حتی الوسع اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ محض نکتہ چینی سے کبھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

ذاتی صفائی کی جو تعلیم اِس جماعت میں دی جائے وہ کہانیوں، نمونوں اور تجربوں پر مبنی ہو۔ اس کے بعد معائنے کے دوران میں آنکھ۔ کان۔ ناک اور بالوں کی صفائی خوب اچھی طرح سے سمجھا دینی چاہیے۔ اس مطلب کیلئے اُستاد یا تو خود قصے گھڑ لے یا کسی کتاب یا رسالے سے کہانیاں بہم پہنچائے۔ جہاں تک ممکن ہو سب کہانیاں گوبند کے متعلق بنانی چاہئیں۔ اگر بچے خود کہیں تو اُستاد ان کہانیوں کے بنیادی اصولوں کو ان کے صفائی کے نقشوں پر لکھ دے اس طرح انہیں یاد رکھنے میں مدد ملے گی۔ روزانہ معائنہ کرنا کہیں بیگار نہ بن جائے۔ اگر باقاعدہ معائنے کا وقت ہر روز نہ مل سکے تو ہفتہ میں دو بار یا تین بار معائنہ کرنا کافی ہوگا۔

اگر وزن کرنے کا کانٹا مل سکے تو بہت اچھا ہے۔ بچوں کو وقتاً فوقتاً اپنا وزن کرنے اور دیگر پیمائش کرانے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔ کھانے اور سونے کے متعلق ہدایات پانے میں یہ شوق استعمال کیا جا سکتا ہے پہلی جماعت میں کھانے کے متعلق بہت آسان اور سادہ ہدایات ہونی چاہئیں اگر ایک کہانی اس مضمون کی بنائی جائے تو بہت مفید ہو سکتی ہے مثلاً گوبند کو خواب آتا ہے۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے کھانے پینے کی چیزیں ایک دوسرے سے بات چیت کر رہی ہیں اور یہ جھگڑا ہو رہا ہے کہ کون کون سی چیزیں گوبند کے لئے مفید ہیں۔ بچے خود بخود بہترین غذا خصوصاً سبزی اور پھل کی فہرست تیار کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ ایک نقشہ تصویروں کی شکل میں تیار کر لیا جائے آٹھ دس دن تک ہر ایک بچہ اس نقشے پہ یہ بتائے کہ اس نے کون کون سی چیزیں استعمال کی ہیں۔ بتائی ہوئی چیزوں کے سامنے ایک خانے میں بچے کا نام اور تاریخ پُر کر دی جائے۔

کہانی سُنا کر یہ ذہن نشین کرا دینا چاہیے کہ کھلی ہوا میں ننگے منہ اکیلے اور ہلکے گرم بستر میں گھنٹوں سونا مفید ہے یہ سچ ہے کہ موجودہ حالات کے مطابق ہر گھر میں اِس تمام آرام کا مہیا ہونا ممکن نہیں مگر ان باتوں پر زور دینا چاہیے اُستاد کی مدد سے بچے اپنے حالات کو بہتر بنا کر روز بروز ترقی کر سکتے ہیں۔ کم از کم یہ تو ممکن ہے

کہ ہر ایک بچے سے یہ دریافت کیا جائے کہ وہ کتنے گھنٹے سوتا ہے اور اُسکی یادداشت رکھ لی جائے۔

یہ خاکہ باہر کھلی ہوا میں کھیلوں کا ذکر کئے بغیر نامکمل رہ جائے گا۔ نئی نئی کھیلیں سکھانی چاہئیں آگے کو بچوں کا ماہوار وزن کرنے کے بعد اس قسم کی کہانیاں سنانی چاہئیں جن سے بچوں کو معلوم ہو جائے کہ وزن اچھی خوراک کھانے، اور نیند بھر کر سونے اور کھیلنے سے بڑھتا ہے۔

صحت کی روزانہ ترقی کا شوق قائم رکھنے کی ایک اعلےٰ ترکیب یہ ہے کہ ایک بہت بڑی تصویر بنائی جائے جس میں ایک میدان اور آسمان دکھایا گیا ہو۔ ہر ایک بچے کے لئے ایک پتنگ (گُڈی) کاغذ کی ایک ایک گُڑیا کاٹ کر علیحدہ علیحدہ اُس پر چسپاں کر دی جائے پھر کاغذ کی چھوٹی چھوٹی پتنگیں بنا کر ڈور کا سرا ایک ایک گُڑیا کے ہاتھ کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ ہر ایک مہینے کے بعد اگر ایک بچے کا وزن اُس کی عمر اور قد کے مطابق ہو تو اُس کی پتنگ کو آسمان میں اونچا اُڑتا ہوا دکھایا جائے اگر وزن کے لئے یہ ترکیب استعمال نہ ہو سکے تو روزانہ حفظانِ صحت کے معائنے کے سلسلے میں اسے استعمال کیا جائے۔ وہ بچے جنہوں نے مہینے کے دوران میں سب سے زیادہ دن صحت کے اصولوں پر عمل کیا ہو اپنی پتنگ سب سے اونچی اڑائیں۔

یہ سب کام اور بھی زیادہ مفید ہو سکتا ہے اگر اُستاد بچوں کی معرفت والدین کو ان باتوں سے دلچسپی دلائے گا ہے گا ہے اُستاد بچوں کے گھر جا سکتا ہے اور والدین سکول آنے کے لئے مدعو کئے جا سکتے ہیں۔ موقع ملے تو سکول میں اس قسم کا پروگرام تجویز کیا جائے کہ اُس میں لیکچر یا ناٹک کی شکل میں حفظانِ صحت کے اصول والدین کے سامنے پیش کئے جائیں۔

سالِ دوم

دوسرے سال کے دوران میں پہلے سال کا کام دہرایا جائے۔ اس کے ضروری پہلوؤں پر زور دیا جائے اور بچوں کی واقفیت کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ مختلف قسم کی باتیں صحت کے متعلق زیرِ بحث لائی جائیں بچوں کی دلچسپی قائم رکھنے کے لئے واقعات کو نئی شکل میں پیش کیا جائے۔ ایک طریقہ یہ بھی مفید ہو سکتا ہے کہ صفائی کے متعلق جانوروں کی کہانیاں تصنیف کر کے سنائی جائیں۔ اِس عمر کے بچوں کو یہ بات دلچسپ معلوم ہوگی کہ پرندوں اور جانوروں کے بچوں کو کس طرح صاف رکھا جاتا ہے۔

سونے کے متعلق عادتوں کا ذکر جانوروں کی کہانیوں کے ذریعے سے بہترین صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو جماعت سفید چوہے یا خرگوش پالے اور اُن کی عادتوں کا غور سے مشاہدہ کرے صفائی اور خوراک کے بہت سے اسباق اِن جانوروں کی خوراک اور صفائی کا انتظام کرتے وقت پڑھائے جا سکتے ہیں۔ اگر جانوروں کا پالن ممکن نہ ہو تو خوراک، پانی اور صاف ہوا کی ضرورت ظاہر کرنے کے لئے پودوں کی مدد لی جا سکتی ہے۔ جب جماعت میں اس بات کی تعلیم دی جا رہی ہو کہ کیا کھانا چاہئے اور کیسے کھانا چاہیے تو بچے گھر بنا کر گھر کا کھیل کھیلیں۔ اس کھیل سے انہیں یہ سبق دیا جا سکتا ہے کہ کیا خوراک ہونی چاہیے۔ اور کھانے والی چیزوں کو کس طرح سے تیار کر کے دستر خوان پر پیش کرنا اور کھانا چاہئے۔

چال اور نشست کے متعلق سبق جانوروں کی چال اور اُن کے پاؤں کی بناوٹ کا مطالعہ کرتے وقت پڑھایا جا سکتا ہے۔ ان سبقوں میں پاؤں کی صفائی۔ جوتوں کی صحیح بناوٹ۔ کھڑے ہونے اور چلنے کے درست طریقوں کے متعلق ہدایت کی جا سکتی ہے اور اس کے دوران میں اُستاد یہ بھی ذکر کرے کہ کس خوراک سے اچھی ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں کیونکہ ان کے بغیر اچھی چال ڈھال ناممکن ہے۔

جب جانوروں کی قوت سامعہ۔ شامہ اور باصرہ کے متعلق ذکر ہو رہا ہو تو اُستاد کے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ اپنے طالب علموں کی واقفیت۔ ناک۔ کان۔ آنکھ کے متعلق اور بھی زیادہ بڑھا دے۔ اس جماعت میں ان اعضا کی بناوٹ کا مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں مگر ان کی حفاظت کے متعلق بہت کچھ سکھایا جا سکتا ہے۔ آنکھ، کان، ناک میں اشیا ڈالنے کے نقصانات کہانیوں کی شکل میں بتائے جا سکتے ہیں۔ اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ بچے ناک سے سانس لیں منہ کے راستے سے نہ لیں ان اعضا کی صفائی جماعت کے سامنے نمونہ پیش کر کے بیان کرنی چاہئے۔

پڑھنے کے متعلق یہ ہدایت کرنا کافی نہیں کہ پڑھتے وقت روشنی کا انتظام اچھا ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ جماعت کے کمرے میں روشنی باقاعدہ ہو تا کہ ہر ایک لڑکا اچھی روشنی میں پڑھنے کا عادی ہو جائے ان سبقوں کے دوران میں لڑکے اس قسم کا کھیل بڑے شوق سے کھیلیں گے کہ دیکھیں مقررہ وقت میں کون زیادہ آوازیں سُن سکتا ہے۔ خوشبو کون پہچان سکتا ہے۔ اور سب سے زیادہ چیزیں کسے نظر آتی ہیں۔

تمام سال وزن کرنا اور دوسرے ہر ایک قسم کا معائنہ جاری رہنا چاہئے۔ نما کے باقاعدہ رکھنے

جائیں اور لڑکوں سے دیواروں پر لگانے والے اشتہار بنوا کر حفظانِ صحت میں ان کا شوق قائم رکھنا چاہئے۔

سال سوم

اُمید کی جا سکتی ہے کہ تیسرے سال تک طلباء کو ذاتی صفائی کی بھلی عادتیں پڑ جاتیں گی لیکن اس قسم کے اسباق جاری رکھے جا سکتے ہیں۔ البتہ کہانیوں کا افسانوی عنصر کم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اسباق جن سے بیماریوں کے اسباب و انسداد کا ذکر ہو سکے شروع کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ اگر یہ خیال ہو کہ اس سال میں بھی جماعت کسی خاص تجویز پر عمل کرے تو اتنی عمر کے بچوں کے واسطے اس قسم کی کہانی موزوں ہوگی۔ کسی خاص گاؤں کے لڑکے لڑکیاں حفظانِ صحت کے اصولوں سے ناواقف ہیں اور اُنہیں صفائی کا شوق نہیں ہے رفتہ رفتہ ان بچوں کے سننے میں آتا ہے کہ ساتھ والے ایک گاؤں میں ایک اور مدرسہ ہے۔ اس مدرسے کے لڑکے لڑکیاں اپنی اور گاؤں کی صفائی کا خوب دھیان رکھتے ہیں۔ جوں جوں یہ ذکر پھیلتا جاتا ہے۔ مدرسے، بچوں اور گاؤں کی صفائی کا معیار اونچا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طریقے سے ذاتی صفائی کے متعلق جو ہدایتیں پہلی دو جماعتوں میں دی گئی تھیں دہرائی جا سکتی ہیں۔ معائنہ۔ وزن اور دوسری چیزوں کی پیمائش جاری رہ سکتی ہے۔ اور یہ کوشش کی جا سکتی ہے کہ سکول گاؤں والوں کے حق میں حفظانِ صحت کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے اس سال کے دوران میں کچھ نئی باتیں بھی سکھائی جا سکتی ہیں جیسے ان جانوروں کا ذکر جو بیماری پھیلاتے ہیں خصوصاً مکھی۔ مچھر اور پسو اس طریقے سے گھر اور گاؤں کی صفائی کا ذکر بھی ہو سکے گا۔ ان کیڑوں کی زندگی و نشوونما کے حالات سے بھی آگاہی ہو جائے گی۔ بچوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح یہ بیماری پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔

اس مطالعہ کا ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ پانی اور دودھ کس طرح مہیا کرنے چاہئیں اور ان کا صحت پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس امر پر بھی بحث ہونی چاہئے کہ کوڑے کرکٹ کو دور کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے۔

مگر ان سوالوں پر محض بحث کرنے سے چنداں فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس مطالعہ سے اصلی معنوں میں فائدہ حاصل کرنا ہو تو چاہئے کہ جماعت کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ کام

پر لگا دیا جائے۔ مثلاً مکھیوں کی بیخ کنی۔ ان مقامات کی صفائی جہاں وہ انڈے دیتی ہیں۔ پانی کے نکاس کا انتظام تاکہ وہاں مچھر پیدا نہ ہو سکیں اور کوڑے کرکٹ کا باقاعدہ انتظام کرنا۔ ہر ایک کام کے لئے نمبر دیئے جائیں۔

جماعت ناٹک لکھنے کا انتظام کرے جس میں حفظانِ صحت کے اصولوں پر بحث کی ہو اور ایسے ڈرامے گاؤں والوں کے سامنے کر کے دکھائے۔ اشتہاروں کی بجائے لمبے کاغذ پر تصویروں کا ایک سلسلہ تیار کیا جائے جس میں مختلف بیماریوں کی مختلف منازل دکھائی گئی ہوں۔ اس کاغذ کو ایک لکڑی کے رول کے گرد لپیٹ کر ڈبے یا صندوق میں ایک سنیما کی تصویر کی طرح دکھایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے کام کو اپنے ہاتھ سے کر کے بچے نہ صرف اصولوں کو خوب سمجھ لیں گے بلکہ اپنے ہمسایوں کی مدد بہترین طریقے سے کر سکیں گے۔

سال چہارم

چوتھی جماعت میں وہ سب باتیں جو فرسٹ ایڈ (First Aid) سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور عام طور پر آئندہ سالوں میں پڑھائی جائیں گی شروع کر دی جائیں۔ دیہاتی سکولوں میں یہ خاص طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ دیہات کے اکثر لڑکے چوتھی جماعت سے آگے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہ ہوگا کہ اس جماعت میں بھی ذاتی صفائی کو نظر انداز کر دیا جائے عام عادتیں تو بلاشبہ اس وقت تک پختہ ہو گئی ہونگی لیکن باقاعدہ معائنہ اور جانچ پڑتال ہمیشہ مفید ثابت ہونگے۔ اب خوش رہنے پر زور دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ خوشگوار ذہنی عادات کے متعلق قوانین کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ جن نئے قوانین کا اضافہ کیا جائے۔ وہ اُستاد کی خود رائی کا نتیجہ نہ ہوں بلکہ جماعت نے اُن کو اپنی معلومہ ضرورت کی بنا پر وضع کیا ہو۔ البتہ اُستاد کہانیوں اور مباحثوں کے ذریعے جماعت کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

وزن اور جانچ پڑتال کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے اسباق پڑھائے جائیں جن میں مختلف قسم کی خوراک اور اس کی ترکیب پر ابتدائی بحث شامل ہو۔ ان بیماریوں کا ذکر کیا جائے جو خوراک کے عدم توازن

سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ بہت سا پانی پینے اور صحیح خوراک کے فائدے بیان کر دینے چاہئیں اور یہ بتا دینا چاہیئے کہ پانی اور خوراک کا اثر ہاضمے اور جسم کی اندرونی صفائی پر کیا پڑتا ہے۔

عام بیماریوں کے اسباب اور علاج کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے اس میں کچھ اسباق تو اُستاد کو لیکچر کے طور پر ہی دینے پڑیں گے مگر وہ جماعت جو اُستاد کے لیکچر کو سننے اور اس کے سوالات کا جواب ہی دینے میں مشغول رہے گی اپنا وقت ضائع کرے گی اس لئے جہاں تک ہو سکے اُستاد اُن واقعات کو جن کا وہ ذکر کرتا ہے جماعت کے مشاہدے میں لے آئے اگر یہ ممکن نہ ہو تو طلبا اپنے آپ کو ان حالات میں تصور کرنے کی کوشش کریں حتیٰ کہ اُستاد کی تسلّی ہو جائے کہ وہ مختلف بیماریوں کے اسباب۔ نشانیوں اور علاج کو سمجھتے ہیں۔

رفاہِ عام کے لئے جیسے سینما۔ کٹ پتلی کا کھیل جماعت کے لڑکے وقتاً فوقتاً عملی کام کے طور پر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پٹی کرنا یا زخم اور آگ سے جلے ہوئے کا علاج کرنا بھی عملی کام کے طریقے سے سکھایا جا سکتا ہے۔

حفظانِ صحت کے چار سالہ نصاب کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو اچھی عادتیں پڑ جائیں۔ صحت کے کل معاملات میں ہمسایوں کی خدمت کرنے کا شوق اُن کے دل میں پیدا ہو جائے۔ صحت۔ کے اصولوں سے ایسی واقفیت حاصل ہو کہ اس قسم کی خدمات خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکیں۔ اُمید ہے کہ چند سالوں میں ہندوستان میں اس قسم کی کتابیں اس مضمون پر لکھی جائینگی جو ہماری ضروریات کے مطابق ہوں۔ مجھے تو صرف دو ذریعوں سے مصالحہ مہیا ہوا ہے جس سے مجھے اس خاکے کو تیار کرنے میں مدد ملی ہے۔ میری مراد ہے اُس مواد سے جو ہماری ضرورت کے مطابق ہے کچھ سال ہوئے مس فرن سٹورم (Fernstorm) نے جو میری ولسن سینی ٹوریم ٹل اینا میں کام کرتی تھیں ایک سلیبس معہ کہانیوں، کھیلوں اور گیتوں وغیرہ کے تیار کیا تھا۔ اور ۱۹۳۴ء میں ایک سلیبس موگا ٹیچرز جرنل میں پرائمری سکولوں کے لئے شائع ہوا تھا ممکن ہے کہ اور بہت سے مضمون موجود ہوں جن کا مجھے علم نہیں۔

اگر وہ معلمین جو اپنے سکول میں ایک معینہ سلیبس تجویز کر سکیں اور اُس پر عمل کریں۔ اپنے تجربے سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں تو یہ ہندوستان کی ایک نمایاں خدمت ہوگی۔

نواں باب

جسمانی ورزش

انگلستان کے تعلیمی بورڈ نے ایک قیمتی سلیبس جسمانی ورزش کے متعلق ۱۹۳۳ء میں شائع کیا تھا۔ اس میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ موجودہ انتظام جو سکول میں طلبا کی جسمانی ترقی کے لئے کیا جاتا ہے ہرگز کافی نہیں ہے۔ ہمیں اپنے بچپن کا زمانہ یاد ہے جب ہم نے سکول کے طلبا کو ڈرل کرتے دیکھا تھا۔ اس میں حد درجے کا تکلف تھا۔ مگدر یا موگری اور ڈمبل کا استعمال بہت پسندیدگی سے دیکھا جاتا تھا۔ جو مشقیں دی جاتی تھیں۔ وہ سلسلہ وار نہ تھیں اور مارچنگ ضرورت سے زیادہ کرایا جاتا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ طریقہ کسی صورت میں اس نصاب سے بہتر نہ تھا جسے آج کل کے ہندوستانی سکولوں میں جسمانی ورزش کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن اس زمانے سے آج تک انگلستان کے سکول اس لحاظ سے بہت ترقی کر گئے ہیں۔ اس ترقی کے باوجود جب ان کا انتظام خاطر خواہ نہیں سمجھا گیا تو ہندوستان کا تو ذکر ہی کیا۔ جہاں اکثر سکولوں میں اب تک ایک سرے سے دوسرے تک مارچ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرایا جاتا جسمانی ورزش اصلی معنوں میں شاید ہی کسی پرائمری سکول میں شروع کرائی گئی ہوگی۔

ہندوستان کے اکثر سکول دیہاتی ہیں اور ان میں زیادہ تعداد ایسے سکولوں کی ہے۔ جہاں ایک ہی مدرس پہلی۔ دوسری اور ادنےٰ جماعتوں کو دوسرے سکولوں میں داخلے کے لئے تیار کرتا ہے یہ سوچ کر کہ ان مدرسوں میں بڑی تعداد ایسے معلموں کی ہے جو جسمانی ورزش کے اصولوں اور جدید طریقوں سے ناواقف ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جسمانی ورزش کا باقاعدہ انتظام کرنا نہایت مشکل ہے ان سکولوں کے مدرسوں کو تنخواہ بہت کم ملتی ہے۔ ان کے رہنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے اور بہت سے تو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں کھا سکتے جن بچوں سے انہیں پالا پڑتا ہے۔ وہ ان سے ایک قدم آگے ہوتے ہیں۔

صوبجات متحدہ کے ایک ایسے حصے میں جہاں پرائمری تعلیم سب کے لئے لازمی ہے۔ پڑتال کی گئی تو معلوم ہوا کہ طلبا میں سے ۴۰ فیصدی کے پاس سوائے ایک لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہیں۔ ورزش جسمانی کے مضمون پر بحث کرتے وقت اس نہایت ضروری امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے البتہ مایوس ہونے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں۔ صوبجات متحدہ میں جو کام شروع کیا گیا ہے۔ اس کے نتائج حوصلہ افزا ہیں۔

دس سال ہوئے وہاں کی کمیٹی نے اس کام پر غور خوض کیا تھا۔ اس کمیٹی کو عام حالات کی جانچ پڑتال کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اس نے جسمانی ورزش کے مقصد و انتظام کو مفصلہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا۔

اول مقصد یہ ہے کہ بچوں کے لئے آزادانہ روش کا موقع پیدا کیا جائے یعنی آسان قسم کی مشقیں جن میں کھیل کود عام ہو مگر اس قسم کا کھیل کود جو اُستاد کی زیر نگرانی ہو۔ رفتہ رفتہ مشقیں با ترتیب ہوتی چلی جائیں مگر کھیل کود کا شوق قائم رہے۔ آخر میں اس قسم کی مشق ہو جو مشکل ہو اور جس کا مقصد مختلف اعضا کی نشوو نما ہو۔

اُستادوں کی ٹریننگ

دوسرے صوبے کے اُستادوں کے لئے یہ جاننا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ صوبہ متحدہ میں نئی نئی قسم کی جسمانی ورزشیں رائج کرنے کا کیا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی۔

پہلے کئی ایک کمیٹیاں بنائی گئیں۔ انہوں نے تمام متعلقہ حالات کی تفتیش کی اور پھر یہ فیصلہ ہوا کہ چند ایسے آدمیوں کی خدمات حاصل کی جائیں جو خاص طور پر اُستادوں کو ٹریننگ دینے کے قابل ہوں۔

تجویز یہ تھی کہ یہ ٹریننگ نہ صرف پرائمری سکول کے اُستادوں کو دی جائے بلکہ ہر ایک قسم کے اُستاد اس سے مستفید ہو سکیں۔

پہلے پہل تین مہتمم جسمانی ورزش کے لئے مقرر کیئے گئے۔ ان میں سے دو ولایت میں تعلیم حاصل کر چکے تھے انہیں اینگلو ورنیکولر ٹریننگ کالجوں میں تعینات کیا گیا۔ وہاں سے جو اُستاد ٹریننگ حاصل کر کے نکلے اُن میں سے آٹھ بہترین اُستادوں کو نارمل سکولوں میں ورنیکلر اُستادوں کو ٹریننگ دینے کے لئے مقرر کیا گیا۔

لہٰذا اب تمام اُستاد جو ان نارمل سکولوں میں ٹریننگ حاصل کرتے ہیں جسمانی ورزش کے نئے طریقوں سے آشنا ہیں۔ علاوہ اس کے ہر سال ان نارمل سکولوں میں چھ ہفتے کے لئے ایک کورس کا انتظام کیا جاتا ہے اور دیہاتی سکولوں اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ٹریننگ سکولوں سے اُستاد یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ سرکاری سکولوں اور دوسرے سنٹرل ٹریننگ کالجوں میں ایک ایک آدمی مقرر ہے جو جسمانی ورزشوں کے نئے طریقوں کی ٹریننگ دے سکتا ہے۔ چنانچہ وہ سب اُستاد جو آج کل نارمل، سینٹرل ٹریننگ یا ڈسٹرکٹ بورڈ ٹریننگ سکول سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ورزش جسمانی کے نئے طریقوں کی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ پرائمری کے پُرانے اُستادوں کے لئے ہر ضلع میں ایک کورس کا انتظام کیا جائے۔ جہاں انہیں جسمانی ورزش کے نئے طریقوں کی تعلیم دی جا سکے۔ اس خیال سے کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر جسمانی ورزش کے ان اصولوں سے واقفیت پیدا کر سکیں۔ یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ جس وقت مہتمم جسمانی ورزش کا چھ ہفتے کا کورس نارمل سکولوں میں کرا رہے ہوں ڈسٹرکٹ انسپکٹر بھی اس کورس میں شامل ہو کر تمام ان امور سے آگاہ ہو جائیں جو انہیں سکولوں کے معائنہ کے وقت خاص توجہ سے دیکھنے چاہئیں۔

یہ لازم ہے کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں میں دن بدن زیادہ تعداد ایسے افسروں کی بڑھے گی جو ان تین ٹریننگ کالجوں میں سے ایک میں خود ورزشِ جسمانی کے نئے طریقوں میں تعلیم حاصل کر چکے ہونگے۔ اور اس کی نگرانی کرنے کی خاص قابلیت رکھتے ہونگے سب سے بڑی مشکل اس وقت یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں میں سے بہت کم افسروں کو ورزشِ جسمانی کے اصل طریقوں سے واقفیت حاصل ہے۔

چند اضلاع ایسے ہیں جہاں دورہ کرنے والے ڈرل ماسٹر مقرر کئے گئے ہیں اور یہ سب جسمانی ورزش کے مہتمم کے زیرِ اہتمام تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ یہ لوگ جگہ جگہ ایسے اُستادوں کے لئے جو نارمل یا ٹریننگ سکولوں نہیں جا سکے ہیں کورسوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس طرح سے ہر ایک دیہاتی سکول میں ورزشِ جسمانی کے نئے اصولوں اور طریقوں کی واقفیت رفتہ رفتہ بہم پہنچ رہی ہے۔ یہ طریقہ بہت اعلےٰ قسم کا نہیں ہے مگر موجودہ حالات میں دیہاتی علاقے میں ورزشِ جسمانی کے اصولوں کو جلد رواج دینے کے لئے سب سے بہتر طریقہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس طریقے سے موجودہ اُستادوں کو جلدی اور سرسری طور پر ہی سکھایا جا سکتا ہے۔ مگر کم از کم نئے اُستادوں کو تو باقاعدہ اور مکمل عرصہ کے لئے ٹریننگ مل جاتی ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ نہ صرف ورزش جسمانی با اصول طریقے سے کرا سکتے ہیں بلکہ کھیلوں اور تفریح کا باقاعدہ انتظام کر سکیں

ہیں۔ دیہاتی بچوں کی کھیل کود کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے اور انہیں اس کا ازحد شوق ہے۔ جہاں پہلے جماعت سہمی ہوئی کھڑی رہتی تھی اور ڈرل کی بے معنی حرکات کرتی رہتی تھی اب بچے ہنسی خوشی مل کر بڑے شوق کیساتھ جماعت کی کھیلوں میں شریک ہوتے ہیں۔

ضلع میں کھیلوں کا مقابلہ

کھیل اور ورزشِ جسمانی کی ترقی کے لئے ہر ایک تحصیل میں مرکزی مقاموں پر لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور وہاں گرد و نواح کے مدرسے ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے آجاتے ہیں۔ ان موقعوں پر ورزشِ جسمانی کے مقابلے کے لیے ٹیموں کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ اگر یہ مقابلے بجائے ضلع کے ہر ایک تحصیل میں کئے جائیں تو خرچ کچھ نہیں ہوتا اور بڑے پیمانے پر انتظامات کرنے کی سردردی بھی جاتی رہتی ہے۔ جہاں جہاں بھی یہ آزمائش کی گئی ہے کامیابی حاصل ہوئی ہے زیادہ عمر کے لڑکوں کیلئے بہترین ورزشِ جسمانی کی ٹیموں کا مقابلہ نہایت مفید ثابت ہوا ہے اور اس طریقہ سے ترقی کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے۔ ان موقعوں پر ہر ایک ٹیم کا باقاعدہ معائنہ کیا جاتا ہے اور نمبر دیئے جاتے ہیں پھر ہر تحصیل میں سے بہترین ٹیم دوسری تحصیلوں کی ٹیموں سے ضلع کے صدر مقام پر مقابلہ کرتی ہے۔ بڑی ہوشیاری سے یہ ٹیمیں بہت سادہ مگر بہت خوش وضع وردیاں تیار کرلیتی ہیں جس میں رنگا رنگ قمیضیں اور نکریں شامل ہوتی ہیں اس شوق کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

کھیلوں کے انتظام کے لئے یہ مختصر سا خاکہ کافی ہوگا۔ اب ہم ان کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کا ذکر کرینگے جو سکولوں میں سکھانی ضروری ہیں۔

کھیل اور جسمانی ورزش

اول یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جسمانی ورزش کرانے میں ازحد احتیاط لازم ہے۔ کیونکہ اُستاد اور طلبا دونوں ابتدا میں نہ زیادہ علم رکھتے ہیں اور نہ انہیں تجربہ ہوتا ہے۔ اس لئے بچوں کو ایسے کوتاہ اندیش استادوں سے بچانا چاہیئے جو انہیں ابتدا ہی سے زیادہ مشکل ورزشیں کرائیں یا تھکا دینے والی ورزش بہت دیر تک کراتے چلے جائیں اور طلبا میں شروع ہی سے باخبری کی عادت ڈالنا محض جسمانی ورزش کرانے سے

بہتر ہے۔

ٹائم ٹیبل

یہ سوال کہ ہندوستان میں ورزش کس وقت کرنی چاہئے دو باتوں پر منحصر ہے کھانا کھانے کا وقت اور موسم۔

ہمارے ہاں سکول کا کام عام طور پر جاڑے کے موسم میں ۹ یا ۱۰ بجے اور گرمیوں میں ۶½ اور ۷ کے درمیان شروع ہوتا ہے۔ سردیوں میں بچے اکثر سکول آنے سے پہلے کھانا کھا کر آتے ہیں اور گرمیوں میں سکول سے واپسی پر اسلئے ورزش جسمانی کا بہترین وقت جاڑوں میں دوپہر کا وقت ہے۔ کھیلیں سہ پہر کو کھیلی جا سکتی ہیں۔

گرمیوں کے موسم میں ورزش جسمانی صبح کے وقت جتنی جلدی ہو سکے کر لینی چاہئے اور کھیلیں شام کے وقت کھیلی جائیں۔

جن سکولوں میں صرف ایک ہی اُستاد ہے۔ وہاں کچھ تجربے کے بعد ادنےٰ جماعتیں اپنے اپنے رہنماؤں کے ساتھ کھیل میں اس وقت مشغول ہو سکتی ہیں جس وقت اُستاد اعلےٰ جماعتوں کو پڑھا رہا ہو۔

بعض سکولوں میں پڑھائی کا کام ڈالٹن پلین (تجویز تعلیمِ انفرادی) کے مطابق کھیل کے طریقے سے کرایا جاتا ہے وہاں چھوٹے بچوں کو کھیل کے لئے اور بھی زیادہ وقت مل جاتا ہے۔ ڈالٹن پلین یا تجویز تعلیم انفرادی کے مطابق اس کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ پہلے تین گھنٹوں کے لئے اعلےٰ جماعتوں کو اجارے دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ انفرادی حیثیت سے یا گروہ بنا کر اپنا اپنا کام کرتے رہیں۔ کام بالعموم ایسا ہو کہ طلبا اپنی تصحیح آپ ہی کر سکیں۔ اس اثنا میں اُستاد (ایک ہو یا دو) پہلی اور دوسری جماعت کو اپنی زیر نگرانی ورزشِ جسمانی اور پڑھائی کا کام بخوبی کرا سکتے ہیں۔ جب ادنےٰ جماعتوں سے فراغت ہو جائے۔ یا وہ گھر چلی جائیں تو اُستاد بڑے لڑکوں کی طرف متوجہ ہوں۔

بہت سے دیہاتی سکولوں میں بچے آس پاس کے گاؤں سے مل کر اکٹھے سکول آتے ہیں اور اپنے بھائی یا ساتھی کے بغیر واپس نہیں جا سکتے۔ پہلے یہ دستور ہوا کرتا تھا کہ ان بیچاروں کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی اور وہ بیٹھے سردی میں کانپا کرتے تھے یا بیٹھے بیٹھے سُست اور افسردہ ہو جاتے تھے

لیکن اب ان کے لئے اکثر کھیلوں یا دستکاری کا باقاعدہ انتظام ہونے لگا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ورزشِ جسمانی کا ٹائم ٹیبل مقامی حالات کے مطابق بنانا چاہیئے۔ صرف یہ خیال رکھنا لازمی ہے۔ کہ ورزش کا گھنٹہ کھانا کھانے کے بعد نہ ہو اور بچے دن کی گرمی سے محفوظ رہیں اور جو بچے دُور دُور گاؤں سے تھک کر آئیں انہیں زیادہ مشکل ورزشیں اُن کی مرضی کے خلاف نہ کرائی جائیں۔

لباس

یہ سوال بھی قابلِ غور ہے کہ عام دیہاتی بچوں کو زیادہ کپڑے میسر ہی نہیں آتے لیکن آسودہ حال زمینداروں کے بچے اکثر کوٹ یا اُونی سویٹر پہن کر سکول آجاتے ہیں۔ وہ استاد بھی جن کی ٹریننگ باقاعدہ ہوئی ہے۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ان موٹے کپڑوں کا اُتروا دینا لازمی ہے تاکہ فالتو لباس کو اُتار کر بچے اپنے اعضا کو آسانی سے جنبش دے سکیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک لڑکے کے لئے بنیائن اور نکر جو اس کام کے لئے نہایت موزوں لباس ہے مہیا ہو سکے لیکن موجودہ لباس کو ورزش کے وقت کارآمد بنانے کے لئے دھوتی تہ بند یا شلوار کو اُڑس لینا اور کُرتے یا قمیض کی آستینوں کو اوپر چڑھا لینا ضروری ہے۔

کئی سکولوں میں بچے سوائے ایک دھوتی یا تہ بند کے باقی سب کپڑے ورزش کے وقت اُتار لیتے ہیں یہ سب عادت پر منحصر ہے اور اچھی عادات کا ڈالنا مشکل نہیں۔

ورزش کے بعد پسینہ خشک کرنے کیلئے تولیہ یا اسی قسم کی کوئی اور چیز درکار ہوتی ہے مگر چونکہ یہ عام طور پر دستیاب نہیں ہو سکتی اس لئے ضروری ہے کہ بچوں کو سردی لگنے سے بچانے کے لئے کوئی لباس کا حصہ ورزش سے پہلے اُتروا لینا چاہیئے جس کو وہ ورزش کے بعد پہن لیں تاکہ گرم سرد ہوا کے اثر سے محفوظ رہیں۔

اغراض و مقاصد

چھوٹے بچوں کی جسمانی تربیت کا مقصد کیا ہے؟ اس سوال کا جواب نہایت صاف الفاظ میں بورڈ آف ایجوکیشن انگلستان کے اس سلیبس میں دیا گیا ہے جو انہوں نے سکولوں میں ورزشِ جسمانی کے متعلق شائع کیا ہے۔ اِسکے اغراض و مقاصد یہ ہیں:-

اوّل چستی کا بڑھانا۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنا۔ اچانک ہدایات پر پھرتی سے عمل کرنا۔

دوم۔ جسم کی بناوٹ اور اس کے لچک پن کو قائم رکھنا تاکہ بعد ازاں جسمانی نقائص کو دور کرنے کے لیے خاص ورزشوں کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

سوم۔ حرکات و سکنات میں سبک پن ہونا۔

چہارم۔ جسم کی آزادانہ حرکتوں سے سانس اور خون کی حرکت کو باقاعدہ ترقی دینا تاکہ نشو و نما درست ہو اور صحت قائم رہے۔

پنجم۔ خندہ پیشانی، خوش مزاجی اور طبیعت کو نڈر اور آزاد بنانا۔

اس سے بہتر مقصد بیان نہیں کیے جا سکتے مگر سب سے اوّل یہ ضروری ہے کہ بچے سادہ ہدایت پر فی الفور عمل کرنا سیکھیں۔

پہلا سال

چھوٹے بچوں کے جسم یا دماغ بہت ترقی یافتہ نہیں ہوتے اس لیے شروع میں آہستہ آہستہ قدم بڑھانا اور ہر ایک بات کو بار بار دہرانا ضروری ہے۔ بچوں کو یہ سکھانا چاہیے کہ وہ قدرتی طور پر ٹہلنا چلنا پھرنا۔ دوڑنا۔ کودنا پھاندنا۔ قدم بڑھانا اور ٹھہرنا سیکھیں۔

مگر سب سے زیادہ اس بات کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اُن کے جسم پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے۔ (Attention) کی حالت میں کھڑے ہونے کی ہدایت کبھی نہ کی جائے کیونکہ یہ پوزیشن ان کے لیے بہت مشکل ہے۔ شروع کی سب ورزشیں نقل پر منحصر ہوں گی مثلاً بچے اُستاد کی طرح چلنا پھرنا اور دوڑنا سیکھیں جب وہ چلے، چلیں اگر وہ ٹھہر جائے تو ٹھہر جائیں۔

مفصلہ ذیل ورزشیں بورڈ آف ایجوکیشن کے سلیبس سے لی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوگا کہ کس قسم کی ورزشیں ان جماعتوں میں کرانی چاہئیں۔ انہیں اس ترتیب سے لیا گیا ہے پہلے ابتدائی ورزشیں جن میں نشست و برخاست بھی شامل ہے۔ اس کے بعد دھڑ کی ورزشیں اور بعد ازاں توازن اور پھر کودنا پھاندنا اور کھیلیں۔

ابتدائی ورزشیں

یہ ورزشیں اس قسم کی ابتدائی حرکتوں سے شروع ہوتی ہیں جن کی مدد سے وقت پا کر بچے اپنی اپنی جگہ کھڑا ہونا یا مختلف شکلوں میں ہل کر ٹھہرنا آسانی سے سیکھ سکتے ہیں مگر ابتدا میں لڑکوں کو ایک قطار میں باقاعدہ کھڑا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ایک دیوار قریب ہو تو اس سے بچوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونے کی آسانی سے عادت پڑ سکتی ہے۔ اگر دیوار نہ ہو تو زمین پر چونے کا ایک خط کھینچ دیا جائے یا زمین پر کھود دیا جائے لیکن اس سے بھی پیشتر یہ ضروری ہے کہ وہ ایک مقررہ فاصلے پر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہونا سیکھیں۔ سب سے پہلے اُنہیں ہدایت کی جائے کہ اپنے لئے اکیلے کھڑے ہونے کیلئے جگہ ڈھونڈھ لیں پھر اُن سے کہو کہ ایک دوسرے سے علیحدہ کھڑے ہوں اور جتنی جگہ موجود ہو اس کا استعمال کریں۔ اس کے بعد انہیں اشاروں پر دوڑنا اور کھڑے ہونا سکھایا جائے۔ اشارہ سیٹی یا اُستاد کی اپنی آواز کا ہونا چاہیے پھر اُستاد خوان کے ساتھ دوڑے اور خط کے ساتھ پاؤں ملا کر کھڑے ہونا سکھائے۔ مقررہ فاصلہ پر بازترتیب کھڑے ہونا بار بار مشق کرنے ہی سے آسکتا ہے بعد ازاں وہ اپنی اپنی جگہ پر اچھلیں اور پنجوں کے بل زمین پر آئیں۔

اُستاد کو چاہیے کہ پہلے جماعت کو خود کر کے دکھائے اس مشق میں تبدیلی اسطرح کیجا سکتی ہے کہ جماعت ایک ایک ٹانگ پر باری باری اُچھلے۔

دھڑ کی ورزشیں

دھڑ یعنی جسم کے اوپر والے حصے کی ورزشیں جن کے لئے چھوٹے بچوں کا اُٹھنا بیٹھنا ہی کافی ہے۔ پہلے اُستاد نمونہ کے طور پر بتلائے کہ وہ کیا کرانا چاہتا ہے۔ اول آلتی پالتی مار کر بیٹھیں۔ گھٹنے باہر کی طرف اور حتی الامکان زمین تک جھکے ہوئے۔ ہاتھ سے پاؤں کے انگوٹھوں کو پکڑے ہوئے ہوں یا گھٹنوں پر رکھے ہوتے ہونے چاہئیں۔ پیٹھ سیدھی ہونی چاہیے اور لڑکوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اُستاد جماعت سے کہے" دیکھیں تم بیٹھ کر کتنا اونچا ہو سکتے ہو" یا" دیکھیں تم اپنی گردن کتنی لمبی کر سکتے ہو" شروع شروع میں اُس طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھنا جس طرح وہ گھر پر بیٹھتے ہیں بچوں کے لئے آسان ہوگا

پھر اس پوزیشن سے کئی دفعہ اُٹھ کر کھڑے ہوں۔ آہستہ آہستہ پنجوں کے بل کھڑا ہونا سیکھیں۔ پھر اس طرح کھڑے ہوکر ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں۔ اس کے بعد بیٹھنے کی پوزیشن تبدیل کی جا سکتی ہے۔ مثلاً پاؤں زمین پر اور گھٹنے ٹھوڑی کے نیچے رکھے ہوئے یعنی اُکڑوں بیٹھ جائیں۔ یا ٹانگیں سامنے زمین پر پھیلا کر بیٹھیں۔ یہ مشقیں مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہیں۔ جیسے بچے اُکڑوں بیٹھ کر ہاتھ اپنے سامنے زمین پر ٹیکیں اور ہاتھوں کو اسی پوزیشن میں رکھ کر ٹانگوں کو اچھال کر پیچھے کی طرف لیجائیں۔ اسی طرح سے بچّوں کو خرگوش کی طرح پھُدک پھُدک کر آگے بڑھنا سکھایا جا سکتا ہے۔

توازن یا جسم کا وزن تولنے کی ورزشیں

وزن تولنے کی ورزشیں مفصلہ ذیل ہیں۔

پاؤں کی انگلیوں کے بل چلنا۔ ایک جگہ کھڑے ہوکر رسی کودنا۔

دوڑتے دوڑتے مقررہ اشارے پر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جانا اور پاؤں کو دائیں بائیں پھیلا

وغیرہ وغیرہ۔

کُودنے پھاندنے کی ورزشیں

اِن جماعتوں میں کُودنے پھاندنے کی ورزشیں اکثر جانوروں کی نقل پر مبنی ہوتی ہیں جیسے گھوڑے کی دُلکی اور سرپٹ چال۔ پرندوں کا اُڑنا۔ پھُدکنا اور منڈلانا۔ مقررہ خط پر کُود کر پہنچنا۔ یا اُس سے پار ہونا۔ پا کو ہوا میں پھیلا کر بلّی کی گھات والی بیٹھک سے اوپر کو اچھلنا۔ خرگوش کی طرح سے پھُدکنا یا رینگنا۔ یہ ورزشیں اکثر زمین پر بیٹھ کر یا لیٹ کر یا رینگ کر کی جا سکتی ہیں۔ اکثر پرائمری مدرسوں میں سوائے ایک خشک رتیلی زمین کے قطعہ کے اور کوئی کھیلنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ ایسی زمین پر لیٹنا یا گھٹنوں کے بل بیٹھنا یا رینگنا صحت کے لئے مفید نہیں ہوتا اس لئے ورزش کے وقت وہ چٹائی جس پر جماعت میں لڑکے بیٹھتے ہوں استعمال میں لائی جاہئے اکثر اُستاد اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اس لئے ٹریننگ کے وقت ان کی توجہ خاص طور اس طرف دلائی جائے۔

نمونے کا سبق

ابتدا میں ورزش کے گھنٹے کے بیس منٹوں کو کس طرح بہترین طور پر استعمال کرنا چاہئے۔اس کی ایک مثال نیچے دی گئی ہے۔

ابتدائی - دوڑ کر اُس خط کے پاس جاؤ اور اپنے لئے کھڑے ہونے کی جگہ ڈھونڈلو۔ایک ٹانگ پر چھ دفعہ کودو پھر دوسری پر چھ دفعہ۔

جسم کے اوپر کے حصّے کی ورزشیں

بلّی کی طرح گھات لگا کر بیٹھو اور پھر کودو۔ اُلتی پالتی مار کر بیٹھو اور پھر کودو۔اس ورزش کو بار بار کرو۔

جسم کو تولنے کی ورزشیں

پنجوں کے بل اُستاد کے پیچھے پیچھے چلو۔ اور جب وہ اُلٹ کر تمہیں پکڑنے کی کوشش کریں تو دوڑ کر اپنی جگہ خط پر پہنچ جاؤ۔

کودنے پھاندنے کی ورزشیں

گھٹنوں کو خوب اوپر کی طرف لا کر گھوڑے کی طرح خوب سرپٹ دوڑو اور کود کر خط پر اپنی جگہ پہنچو۔ آخر میں اُستاد کسی کھیل کے ساتھ ختم کر دے۔ اور جہاں تک ممکن ہو یہ کھیل بھاگ دوڑ کی ہونی چاہئے۔ رومال کو ایک دوسرے کے پیچھے چپکے سے گرانا خاص دلچسپی کا باعث نہیں ہوتا اگرچہ اس سے کچھ چوکنا رہنے کی مشق ہو جاتی ہے۔

ابتدا میں بچے اُستاد کے پیچھے دوڑیں - پھر اُستاد لوٹ کر اُن کو پکڑنے کی کوشش کرے یہی کھیل مختلف طریقوں سے کھیلا جا سکتا ہے مگر اِن کا یہاں بیان کرنا ضروری نہیں ٹینس کے پُرانے گیند بچوں کے کھیلوں کیلئے بڑے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

دُوسرے سال اور آئندہ سالوں کی ورزشیں

ہم زیادہ مثالیں نہیں دینا چاہتے۔ انگلستان کے تعلیمی بورڈ کے سلیبس سے کافی مصالحہ مہیا ہو سکتا ہے صرف اسے اپنے حسب حال بنانے کی ضرورت ہے یہ سلیبس بہت حد تک ہمارے فزیکل ٹریننگ کالج میں جہاں اُستاد ورزش ماسٹر بنائے جاتے ہیں۔ پڑھایا جاتا ہے مگر مشکل یہ ہے ایسے اُستادوں کی تعداد کم ہے اور پرائمری سکولوں کے عام اُستاد ہر ایک چیز کو زبانی یاد کرنے پر زور دیتے ہیں اور اندھا دھند اُس کو عمل میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان مشقوں میں سمجھ سے کام لینے اور احتیاط سے رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے۔ آہستہ آہستہ جماعت کو زیادہ مشکل ورزشوں کی طرف بڑھایا جائے مثلاً وہ بچہ جو چھ مہینے سکول میں رہ چکا ہو اس قابل ہونا چاہئے کہ دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر حلقہ بنا سکے۔ اور ہاتھ پکڑ سکے اور پہلوؤں کو کُود سکے اور جسم کے اوپر کے حصے کی مفصلہ ذیل ورزشیں کر سکے۔

جُھک کر پاؤں کی انگلیوں کو ہاتھ لگانا۔ جُھک کر گھٹنے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور سر کو گھٹنے کی طرف کھینچنا۔ یا زمین پر لیٹ کر ٹانگیں اوپر کی طرف کرنا یا زمین پر لوٹنا یا گھٹنوں اور ٹخنوں کو پکڑنا۔ اس قابل ہونا کہ وہ ایک ٹانگ کے بل کُود کُود کر چل سکیں اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر دوسری ٹانگ کو پہلوؤں کی طرف پھیلا سکیں۔ ایسی رسی یا چھڑی پر سے کُود سکیں جو دوسروں نے پکڑ رکھی ہو۔ کرسی سے نیچے چھلانگ لگا سکیں۔ کھیلوں میں گیند کو زمین پر مارتے اور تھپیڑتے ہوئے دوڑ سکیں یا دوسری اس قسم کی کھیلیں کھیل سکیں جس میں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑیں اور دوڑ کر ایسی جگہ پہنچیں جہاں چھونے والا داخل نہیں ہو سکتا۔ جوں جوں مشقیں بدلتی اور زیادہ مشکل ہوتی جائیں گی بڑے بچوں کے لئے ورزش کے گھنٹے میں کھیلوں کا شامل کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا چلا جائے گا۔ بہت ضروری ہے کہ کھیلوں کا انتظام علیحدہ کیا جائے۔ سردیوں میں آخری گھنٹے کے بعد اور گرمیوں میں شام کے ٹھنڈے وقت میں کھیلیں کھیل جائیں۔ اس سے ہماری مراد پرائمری مدرسوں کی تیسری چوتھی اور بعض حالات میں دوسری جماعت سے ہے۔

ان جماعتوں کے لئے سکاوٹ کھیلیں دلچسپ اور مفید ثابت ہو چکی ہیں یہ اس قدر مقبولِ عام ہیں کہ اکثر بازار کے بچوں کو ایسے کھیل کھیلتے دیکھا گیا ہے۔ دیسی کھیلوں کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کبڈی کا کھیل

ہمیشہ سے ہر دلعزیز ہے اکثر مدرسوں میں کھیلوں کے وقت سکاؤٹنگ کیا جاتا ہے۔

سکاؤٹ ٹریننگ کے لئے ادنےٰ درجے کے پرائمری مدرسوں کے لئے کب خوب موزوں ہیں۔ اور جہاں جہاں اس قسم کے گروہ جاری کر دیتے گئے ہیں۔ وہاں کھیلوں کے سوال میں زیادہ مشکلات پیش نہیں آتیں۔

اعلےٰ جماعتوں کے بڑے بڑے بچے ورزش ماسٹر کے حکم پر باقاعدہ جسمانی ورزش کرینگے۔ لیکن ترتیب وہی ہونی چاہیئے یعنی پہلے ابتدائی مشقیں۔ پھر اپنی اپنی جگہ پہنچنا اور مارچ کرنا۔ ایک دوسرے کے پیچھے قطار میں دوڑنا اور اشارہ پاکر کودنا اور لوٹ کر دوسری سمت میں دوڑتے جانا یا ورزش والی جگہ میں پھدک دوڑ اور کود کر آگے بڑھنا یا اپنے لیڈر کے پیچھے یا دائیں بائیں دوڑ کر قطار باندھنا وغیرہ اس کے بعد جسم کے اوپر کے حصے کی ورزشیں کی جا سکتی ہیں مثلاً سر کو دائیں بائیں جھکانا یا گھٹنوں کو اوپر کی طرف ماتھے کے پاس لانا۔ یا اوپر کے جسم کو گھٹنوں کی طرف جھکانا۔ بازوؤں کی ورزشیں۔ بدن تولنے کی ورزشیں۔ پاؤں کی انگلیوں کے بل گھٹنوں کو جھکانا اور دراز کرنا۔ کودنے پھاندنے کی عام ورزشیں جن میں پھرتی ہو۔ اب موقع ہے کہ بچوں کو ان کی استعداد کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے اور آپس میں مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائی جائے تاکہ بہترین گروہ کو ضلع کے کپ کے مقابلے کے لئے بھیجا جا سکے ان سب باتوں میں سب سے مشکل بات اُستاد کا مہیا کرنا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ وہ اُستاد جس نے چند ماہ کے لئے ورزش ماسٹر کا کورس حاصل کیا ہے ان تمام ورزشوں کو باقاعدہ نہیں کرا سکتا۔

مناسب ورزشوں کا چناؤ اتنا ہی ضروری ہے جتنا یہ ضروری ہے کہ ان ورزشوں کو سلیقے اور باقاعدگی سے کرایا جائے۔

جو سلیبس بھی مقرر کیا جائے اُس میں یہ گنجائش ہونی چاہیئے کہ اُستاد اپنے ہنر کے مطابق ورزشوں کا انتخاب کر سکے۔ کیونکہ بچوں کی جسمانی ترقی کا انحصار اُستاد کی اس قابلیت پر ہے جس سے وہ باترتیب اور آہستہ آہستہ مشکل ورزشیں اُن کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ جسمانی ورزشوں کے نقشے بنانا ضروری ہے لیکن اگر یہ ورزشیں صاف اور نمایاں طریقے سے باترتیب بیان نہ کی جائیں تو تمام جسمانی ٹریننگ بے معنی ہو جاتی ہے اسلئے یہ لازم ہے کہ ہر وہ اُستاد جو نارمل یا ٹریننگ سکول میں زیر تربیت ہے اُستاد کے منصبی فرائض کے ساتھ ساتھ ورزش ماسٹری کا نصاب بھی ختم کرلے۔

ہماری رائے میں کم از کم چھ مہینے ٹریننگ دینے ہی سے اچھے ورزش ماسٹر تیار کئے جا سکتے ہیں۔ یہ عرصہ عام طور پر اس قسم کے اُستادوں کے لئے کافی ہے جو ہمارے نارمل سکولوں میں ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے اکثر آتے ہیں لیکن محض ورزش ماسٹری کی ٹریننگ کافی نہیں ہے۔

اکثر نارمل سکولوں میں ہر ایک اُستاد کو جسمانی ورزش کرانے۔ گاؤں میں کھیلوں اور ورزشِ جسمانی کرنے کا انتظام کرنے اور سکاؤٹ بنانے کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ پُرانے اُستادوں سے اس قسم کا کام ہونا بہت مشکل ہے خاص طور پر وہ بزرگ جو پچھلی صدی سے ہمارے دیہاتی مدرسوں میں کام کر رہے ہیں۔ اُن لوگوں کو بھی چند ہفتوں میں کم از کم یہ سکھایا جا سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں یا گاؤں کے لوگوں کی جسمانی ضروریات کس طرح پوری کی جا سکتی ہیں۔

دسواں باب

تربیتِ اخلاق

"کرتے کی ودیا ہے"

علم حاصل کرنے کا بہترین طریقہ بار بار مشق کرنا ہے۔ اس اصول کے مطابق مشق کے بغیر انسان کچھ نہیں سیکھ سکتا۔ یہ لازم ہے کہ ہم اپنے علم کو عملی جامہ پہنانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یہ ایک پرانا مقولہ ہے کہ "کرتے کی ودیا ہے"۔ عام لوگ اس اصول سے واقف ہیں اور زندگی کے اکثر پہلوؤں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اگر میری خواہش ہو کہ میں فلاں کھیل سیکھ لوں تو اس کھیل کے متعلق کتابیں پڑھنے یا اس کھیل کے قواعد یاد کرنے یا دوسرے لوگوں کو وہ کھیل کھیلتے دیکھنے سے چنداں فائدہ نہیں ہو سکتا۔ میرے لئے لازم ہے کہ میں کھیل کے میدان میں جاؤں اور خود کھیل کھیلوں۔ ورنہ میں کبھی وہ کھیل نہیں سیکھ سکتا۔ اور اس کھیل میں ترقی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں اس کھیل کی باقاعدہ مشق کروں۔ یہی اصول ہماری تعلیم کے ہر ایک پہلو میں عیاں ہے مثلاً مادری زبان کی تعلیم۔ محض پڑھنے یا دوسروں کو لکھتے دیکھنے سے ہم اپنی زبان نہیں سیکھ سکتے۔ ضروری ہے کہ ہم خود اپنے ہاتھ سے لکھنا سیکھیں۔ ورنہ اپنی مادری زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہم کبھی نہ سیکھ سکینگے۔

عین یہی اصول اخلاق اور چال چلن کے معاملات پر حاوی ہے۔ مگر ظاہر میں ہم تعلیم کے اس اصول کو اکثر بھول جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں بغیر مہارت کے ہمارا گذارہ ہو سکتا ہے۔ اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچوں کا اخلاق اور چال چلن بنانے کا طریق محض یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر ہماری ہدایات کو سنتے رہیں۔ یا اخلاقی کہانیوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔ یا چال چلن کے اصولوں کے متعلق وعظ سنتے رہیں یا اپنی

کتابوں میں اُن کے حالات پڑھتے رہیں۔ اس خیال کے مطابق اُستاد یا والدین کے زیر اثر ہونا ہی بچوں کے لئے کافی ہے اور وہ بغیر ہماری یا اپنی خاص کوشش کے بااخلاق انسان بن سکتے ہیں مگر یہ نقطۂ نگاہ سراسر غلط ہے اُستاد۔ سکول۔ والدین اور گھر کا اثر خواہ کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ بغیر بار بار عمل کے بچے کے لئے بااخلاق بننا اتنا ہی مشکل ہے جتنا اُس کے لئے بغیر مشق کے لکھنا سیکھنا مشکل ہے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم بچے کو نہ صرف اخلاق کے متعلق ہدایت دیں۔ کہانیاں سنائیں اور چال چلن کے اصولوں کے متعلق واقفیت بہم پہنچائیں بلکہ اُس کی روزانہ زندگی میں اس قسم کے مواقع پیدا کریں کہ وہ ان اصولوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔ بغیر اس کے ہماری اخلاقی تعلیم ناکامیاب ہوگی۔ اور بچوں کے چال چلن پر اس کا اثر صفر کے برابر ہوگا۔ لازمی ہے کہ ہم کرتے کی دیا ہے" کے سنہری اصول کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ یہ اصول اخلاقی معاملات میں بھی اتنا ہی صحیح ہے جتنا کہ تعلیم اور زندگی کے اور شعبوں میں۔

زندگی کے ساتھ تعلق

پس اخلاقی تعلیم ہمارے بچوں کی روزانہ زندگی اور ضروریات سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس کا تعلق ہماری ذاتی زندگی اور ضروریات سے نہیں ہے اور نہ ہی اُس زندگی اور اُن ضروریات سے جو ہم سمجھے بیٹھے ہیں کہ بچوں کی ہونی چاہئیں۔ اس کا تعلق ان حقیقی ضروریات اور حالتوں سے ہے جو بچوں کو اپنی زندگی کے دوران میں روزمرہ پیش آتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اُستاد کو اپنے بچوں کی روزانہ زندگی کا پورا علم ہونا چاہئے اسے ان کی گھریلو زندگی کے حالات سے واقفیت ہونی چاہئے اور اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اُنہیں روزمرہ کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کون کون سے رواج اور دستور ان کی اخلاقی زندگی میں مددگار یا سدِراہ ہو سکتے ہیں۔ اگر اُستاد کو ان باتوں کا ایک دفعہ پورا احساس ہو جائے تو وہ اپنی اخلاقی ہدایات کو بچوں کی روزانہ زندگی سے وابستہ کر سکتا ہے۔ وہ مسائل آزمائشیں اور مشکلات جو بچوں کو پیش آتے ہیں اُس کے لئے ایک ذریعہ مہیا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس مضمون کے متعلق اُن سے گفتگو کر سکتا ہے۔ اخلاقی تعلیم کا سلیبس بچوں کی ایسی ہی ضروریات پر مبنی ہونا چاہئے۔ اگر اُستاد کو ایسا سلیبس دستیاب ہو کہ اُس کے بنانے والوں نے اُس کے بچوں کو دیکھا تک نہیں۔ ان کے حالات سے واقفیت پیدا نہیں کی اور ننھے بچوں۔ خاص طور پر دیہاتی بچوں۔ کی ضروریات کو محسوس نہیں کیا تو اُستاد

کو جرأت ہونی چاہئے کہ وہ اس سلیبس کو اپنے بچوں کی مقامی ضروریات کے مطابق تبدیل کرلے حسب ضرورت وہ سلیبس کے غیر ضروری یا غیر مناسب حصّوں کو چھوڑ کر اپنی ضروریات کے مطابق نئے اجزا کو شامل کرلے۔

بہرصورت اُستاد ہی اپنے بچوں کی اخلاقی تعلیم کا بہترین انتظام اُن کی ضروریات کے مطابق کر سکتا ہے۔ وہی کہ سکتا ہے کہ پہلے کیا اور کس طرح سے پڑھانا چاہئے پروجیکٹ میتھڈ کا اصول بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ سلیبس بناتے وقت بچوں کی ضروریات کو ہرگز نظرانداز نہ کیا جائے۔

پراجکٹ میتھڈ یا منصوبی طریقہ

جہاں تک اخلاقی تعلیم کا تعلق ہے۔ پراجکٹ میتھڈ براہِ راست یا دوسرے مضامین کے ذریعے استعمال ہوسکتا ہے۔ اگر کسی پراجکٹ کا انحصار زندگی کے مختلف شعبوں پر ہو تو اخلاقی ہدایات اِس کے ساتھ شامل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً میں نے ننھے بچوں کی ایک جماعت کو اپنا کمرہ صاف کرنے کے لئے جھاڑو تیار کرنے کا پراجکٹ کرتے دیکھا ہے۔ دراصل سکول کا خاکروب کمرے کو اچھی طرح صاف نہ کرتا تھا اور لازمی تھا کہ کمرے کے کوڑے کرکٹ کو صاف کیا جائے۔ اِس پراجیکٹ کے دوران میں مختلف مضامین کا مطالعہ کرنا پڑا۔ جیسے مطالعہ قدرت۔ دستکاری۔ لکھائی اور گنتی۔ ساتھ ہی ساتھ صفائی رکھنے کی اہمیت کا اخلاقی پہلو بھی واضح کر دیا گیا۔ اور جماعت نے یہ سبق بھی سیکھا کہ اپنے کام کے لئے انسان ہمیشہ دوسروں پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔ اس پراجیکٹ نے اُستاد کو موقع دیا کہ اُس کے بچے گھرے۔ جسم اور گاؤں کی صفائی کے فائدوں کو سمجھ کر عملی جامہ پہنا سکیں۔ اور اس ذریعہ سے وہ اخلاقی ہدایات کو عمل میں لاسکیں۔

برخلاف اس کے پراجکٹ براہِ راست بھی کسی خاص اخلاقی سوال پر مبنی ہوسکتا ہے۔ لڑکوں میں اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو اُستاد اس موقعہ کو استعمال کر سکتا ہے۔ بچوں کو کہا جاسکتا ہے۔ کہ آئندہ ان لڑائی جھگڑوں سے بچنے کا کچھ انتظام کرنا چاہئے۔ مثلاً امن سبھا کا قائم کرنا۔ اس سبھا کے قائم کرنے اور جاری رکھنے کے لئے دوسرے مضامین جیسے پڑھنا۔ لکھنا۔ بولنا وغیرہ پراجیکٹ میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن پراجیکٹ کا مرکزی نقطہ اخلاقی سوال ہوگا۔

نصاب میں تعلیمِ اخلاق کا رتبہ

اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے اُستاد کو چاہیئے کہ مختلف ذرائع استعمال کرے۔ اگر یہ خیال ہو کہ اُستاد ٹائم ٹیبل اور سلیبس کے مطابق ہی کام کرے تو مقررہ وقت میں براہ راست کسی اخلاقی سوال کو پراجیکٹ بنایا جائے۔ قدرتی طور پر یہ پراجیکٹ کئی ایک گھنٹوں یا دنوں تک جاری رکھا جائے گا۔ جہاں تک ممکن ہو پراجیکٹ کو گھنٹوں کی کسی خاص تعداد تک محدود نہ کیا جائے۔ اگر کسی حد تک آزادی سے کام لیا جا سکے تو تعلیمِ اخلاق کا دوسرے مضمونوں کے پڑھاتے وقت حسبِ ضرورت موقع دیا جانا زیادہ فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو تعلیمِ اخلاق کے لئے حسبِ موقع ہر ممکن ذریعہ استعمال کر لینا چاہیئے۔

بہر صورت اخلاقی تعلیم کو مقررہ اوقات تک ہرگز محدود نہیں رکھنا چاہیئے۔ اگر ایسا کیا جائے تو لازمی طور پر بچوں کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اخلاق زندگی کا ایک علیحدہ شعبہ ہے اور زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے اس کا کم و بیش کچھ تعلق نہیں۔ اِس سے زیادہ باطل اور نقصان دہ اور کوئی خیال نہیں ہو سکتا۔ اخلاق زندگی کے کسی پہلو سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اِس لئے بہت ضروری ہے کہ اُستاد اپنی اخلاقی تعلیم کو زندگی کے ہر ایک پہلو سے وابستہ کرے اور اِس بات کو خوب واضح کر دے کہ اخلاق اور چال چلن ہر ایک چیز کی تہ میں ہیں۔ بعض مضامین اس اصول کو ذہن نشین کرانے کے لئے دوسرے مضمونوں سے زیادہ موزوں ہیں۔ مگر مضمون خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ حساب۔ تاریخ۔ جغرافیہ یا مطالعۂ قدرت۔ اُستاد کو چاہیئے کہ اخلاقی تعلیم دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ضروری نہیں کہ یہ تعلیم اخلاقی ہدایتوں کی شکل میں ہو۔ روزانہ رویہ اور مثال سے بہت کچھ سکھایا جا سکتا ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اس قسم کی تعلیم بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ تاہم ہر ایک ہدایت کو عملی جامہ پہنانے کی اہمیت کو کوئی اُستاد نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور اُس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے شاگردوں کے چال چلن کی ترقی کے لئے ہر ایک موقع استعمال کرے۔

کہانیاں

اُستاد اس تعلیم کو پیش کرنے کا خواہ کوئی طریقہ اختیار کرے۔ پرائمری جماعتوں میں تعلیمِ اخلاق کی

بنیاد کہانیوں کی صورت میں ہی ڈالی جاسکتی ہے۔ ان تمام جماعتوں میں ہر ایک اخلاقی سبق کو اُستاد کسی کہانی کی شکل میں ہی اپنی جماعت کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ اُس کے سبق کا تعلق کسی پراجیکٹ کے ساتھ ہو یا نہ ہو اُستاد کہانی کی مدد کے بغیر اپنے نقطہ نگاہ کو بچوں کے ذہن نشین نہیں کرا سکتا۔ اور نہ ہی بہترین چال چلن کی مثال صاف طور پر اُن کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ مختلف جماعتوں میں مختلف قسم کی کہانیاں مختلف طریقوں سے پیش کرنی چاہئیں۔

پہلی جماعت میں چھوٹے بچوں کے واسطے گیت۔ لوریاں۔ اور سادہ "قدرتی" کہانیاں زیادہ موزوں ہیں۔ اِس عمر میں بچوں کو وہ کہانیاں زیادہ پسند ہوتی ہیں جن میں ایک ہی بات کو بار بار دہرایا گیا ہو۔ یعنی ایسی کہانیاں جن میں خاص باتیں یا فقرے بار بار کہے جائیں۔ اور خاص واقعات کا بار بار ہونا پایا جائے۔ مثلاً چڑیا اور کوے کی کہانی۔ بندر اور چنے کے دانوں کی کہانی۔ اس قسم کی کہانیوں میں سے ہیں۔

دوسری اور تیسری جماعتوں کیلئے جانوروں۔ دیو اور پریوں کی کہانیاں۔ یا وہ کہانیاں جن میں قدرت کا مطالعہ زیادہ حد تک پایا جاتا ہو زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہیں ان جماعتوں میں ضروری نہیں۔ کہ ایک ہی بات اور گفتگو کو بار بار دوہرایا جائے۔ پرائمری سکولوں کی اعلےٰ جماعتوں کے لئے افسانے۔ غیر ملکوں کی پُرانی مذہبی کہانیاں۔ جوانمردوں کے کارنامے۔ اور سادہ تواریخی کہانیاں بہت مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

اگر بچوں کو کہانی تعلیم اخلاق دینے کے خیال سے سُنائی جائے تو ضروری ہے کہ اُستاد کہانی کو چنتے وقت کسی خاص پہلو کو مدِ نظر رکھے۔ کہانی کو محض کہانی کے طور پر سنانے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ کہانی اِس خاص نقطے کی مثال ہو جسے اُستاد سکھانا چاہتا ہے۔ اُس کہانی کے سُنانے کا کیا فائدہ ہے جو کسی اخلاقی ہدایت کو واضح نہیں کرتی۔ بچے کہانی کو تو ضرور یاد رکھ لیں گے۔ مگر وہ بڑے منطقی ہوتے ہیں فوراً بھانپ جائیں گے کہ کہانی اور اُستاد کی اخلاقی ہدایت میں کوئی مطابقت نہیں اس طرح سے اُستاد کا کہانی سنانا رائگاں ہی جائیگا۔ کہانی اخلاقی ہدایت کا قدرتی جزو ہونا چاہئے اور اُستاد کے نقطہ نگاہ کی بہترین مثال۔

کہانیاں ایسی ہونی چاہئیں جو بچوں کے جذبات اور احساسات کو متاثر کریں۔ ہمارے جذبات

ہمارے کاموں کی کنجی ہوتے ہیں اور اگر ہمارا یہ منشا ہو کہ بچے اخلاقی ہدایات کو عملی جامہ پہنائیں تو ضروری ہے کہ ہماری کہانیاں اُن کے جذبات پر اثر کریں۔ کہانی سُن کر بچے کے دل میں خواہش پیدا ہونی چاہیے کہ وہ بھی اُس کارنامے کے ہیرو یا ہیروئن کی طرح بن جائے۔ کہانی میں ناٹک کا جزو بھی ہے۔ اُسے سُن سُن کر بچے اس کہانی کے کیرکٹروں کی زندگی میں حصہ لیں۔ اگر کہانی ایسی ہو تو لازمی طور پر بچے برائی کو نفرت اور بھلائی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور ان کے چال چلن پر گہرا اثر پڑے گا۔

اُستاد کو چاہیے کہ اس قسم کی کہانیاں نہ سنائے جن میں نیکی کا بدلہ کسی غیر معمولی شکل میں فوراً مل جاتا ہو مثلاً دنیاوی ترقی یا روپیہ کی بڑی رقم کی صورت میں۔ دنیا میں اس قسم کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں اور اگر بچوں کی نظر میں نیکی کو ہمیشہ دنیاوی ترقی اور انعام کے ساتھ وابستہ کیا جائے تو ان کے اخلاق پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ زور اس بات پر دینا چاہیے کہ نیک کاموں سے انسان کو خاص خوشی حاصل ہوتی ہے۔ چال چلن پر اچھا اثر پڑتا ہے اور انسان دوسروں کی بہبودی کا باعث بنتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم بچوں کو اس قسم کی کوئی تعلیم نہ دیں جو بعد ازاں انہیں بھول جانی پڑے اور اگر وہ اُسے بھلا نہ سکیں تو وہ اُن کے اخلاق کے لئے مضر ہو۔ اگر کہانی میں نیکی اور دنیاوی ترقی کا ذکر ساتھ ساتھ کرنا منظور بھی ہو تو جہاں تک ہو سکے نیکی کے اس پہلو کو نظر انداز کر کے دوسرے پہلوؤں کو بچوں کے پیش نظر کیا جائے۔

دیو اور پریوں کی کہانیاں صرف چھوٹے بچوں کے لئے موزوں ہوتی ہیں بڑے بچوں کے لئے ایسی کہانیاں استعمال کرنی چاہئیں جو روزانہ زندگی کے ساتھ وابستہ ہوں۔ "قدرتی" کہانیوں کا استعمال بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ بہت چھوٹے بچوں کے لئے ان کہانیوں میں جانور انسانوں کی طرح گفتگو اور برتاؤ کر سکتے ہیں۔ مگر اعلےٰ جماعتوں میں رفتہ رفتہ یہ کہانیاں معمولی طریقہ سے سنائی یا پڑھائی جا سکتی ہیں۔

کہانی سناتے وقت مفصلہ ذیل اصولوں کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ (یہ اصول مادری زبان اور ادب پڑھاتے وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں)

(۱) جو کہانی آپ سنانا چاہتے ہیں وہ آپ کو خوب یاد ہو۔ اگر آپ کو کہانی کے واقعات سلسلہ وار نہیں

آتے تو آپ اُس کہانی کو پُر اثر نہیں بنا سکتے۔ بار بار کتاب کا آسرا لے کر کہانی سنانا واجب نہیں۔

(۲) آپ اپنی کہانی میں پوری دلچسپی لیں۔ اگر آپ خود اپنی کہانی میں دلچسپی نہیں لیتے تو آپ کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ آپ کے بچے اس میں کسی قسم کی دلچسپی لیں گے۔ آپ کہ سکتے ہیں کہ جب وہی کہانی مجھے سال بہ سال سنانی پڑتی ہے تو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ کسی حد تک یہ صحیح ہے مگر آپ کے لئے کامیابی کا کوئی اور طریقہ ہی نہیں ہے۔ اگر آپ اس کہانی کو ہر سال ایک نئے نقطۂ نگاہ سے پیش کریں تو اُس میں آپ کو خواہ مخواہ دلچسپی پیدا ہو جائے گی مثلاً بار بار کہانی کے مختلف افراد اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے کہانی کو سنائیں۔ اس طرح کہانی میں ہر سال ایک نئی تازگی پیدا ہو جائے گی۔

(۳) اپنی کہانی کو آپ بچوں کی زندگی کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ اگر کہانی کو کسی حد تک تبدیل بھی کرنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس میں بیشک مقامی رنگ بھر دو۔ اگر ضروری معلوم ہو تو اس کے افراد کو تبدیل کر دو۔ یا چند ایک کو نظر انداز بھی کر دو۔ بچوں کی دلچسپی کہانی کا سب سے اہم جزو ہے۔ اور اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کہانی کو تبدیل کر کے آپ ان کی توجہ کو کھینچ سکتے ہیں تو آپ کو ایسا کرنے میں بالکل تامل نہ ہونا چاہئے۔

(۴) کہانی کو سادگی سے قدرتی طور پر ادا کرو۔ اس بات کا پورا دھیان رکھو کہ آپ کے الفاظ بچوں کی سمجھ میں آ جائیں۔ زیادہ موثر ہونے کی کوشش ہرگز نہ کرو اپنے لب و لہجہ کو قدرتی رکھو۔

(۵) کہانی کے دوران میں جہاں تک ممکن ہو بچوں کو تنبیہ کرنے سے باز رہو "تم خاموش رہو" "تم کھڑے ہو جاؤ" وغیرہ کلمات سے پرہیز کرو۔ اگر آپ کی کہانی دلچسپ ہے اور آپ اسے اچھی طرح سے بیان کر رہے ہیں تو یقیناً ایسے کلمات کی چنداں ضرورت نہ پڑیگی۔ بہر صورت کہانی کے خاتمے تک انتظار کیجئے۔ اگر آپ ایسا نہیں کرینگے تو آپ کی کہانی کی دلچسپی زائل ہو جائے گی۔

(۶) اپنی جماعت کو نصف دائرہ کی شکل میں بٹھاؤ اور اُن کے سامنے خود بیٹھ جاؤ۔ اس طریقہ سے آپ ہر ایک بچے کو دیکھ سکیں گے اور یہ کہانی سنانے کے لئے ضروری ہے۔

(۷) آپ کی کہانی کے واقعات مسلسل و با ترتیب ہونے چاہئیں۔ کوئی جملہ معترضہ بیچ میں نہ آنے۔

نقطۂ نگاہ ایک ہی ہو اور رفتہ رفتہ کہانی دل چسپ ہوتی چلی جائے۔ حتےٰ کہ اسی طرح خاتمے پر پہنچ جائے۔

(۸) اپنی کہانی کو اس طرح سے پیش کرو کہ ہر ایک بچہ اس کی اہمیت کو محسوس کر سکے۔ سوچ سکے اور اس پر عمل کر سکے۔

ناٹک

کہانیوں کو ناٹک کی صورت میں پیش کرنا انہیں پُر اثر بنانے میں بہت مدد دیتا ہے۔ بچے اس طریقہ سے کہانی کو آسانی سے اپنی زندگی کا جزو بنا کر اس کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کر لیتے ہیں اور اس طرح کہانی زیادہ کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ اگر کہانی پرائمری جماعتوں کے لئے ہو تو ناٹک بالکل سادہ ہونا چاہیے۔ مگر اعلےٰ جماعتوں کے لڑکے چھوٹے چھوٹے کھیل خود کر سکتے ہیں چھوٹے بچے کہانی سُن کر خود بخود اسے کھیل کی شکل میں تبدیل کر لیں گے۔ جہاں تک ممکن ہو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کہانی سن کر اُسے خود بخود چھوٹے سے ناٹک کی شکل میں لے آئیں۔ کبھی کبھی اُستاد بنا بنایا کھیل (ناٹک) انہیں دے سکتا ہے مگر عام طور پر بہتر یہی ہے کہ بچے خود کھیل تیار کریں۔ حسب ضرورت استاد اُن کی مدد اور رہنمائی کر سکتا ہے۔ ایک بات جس کا دھیان رکھنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگر کھیل میں کسی بدمعاش کا پارٹ ہو تو ایک ہی بچہ یا خاص بچے ہمیشہ اس پارٹ کو ادا نہ کریں۔ کیونکہ بعض اوقات اس کا اثر بہت بُرا ہوتا ہے۔ پارٹ اس بات کو مدِ نظر رکھ کر بانٹنے چاہئیں کہ بچوں کو باری باری مختلف قسم کے پارٹ کرنے کے لئے ملیں۔ ایک اور بات جس کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس قسم کے کھیل دکھاوے کے لئے نہ کئے جائیں۔ کھیل تیار ہو چکنے کے بعد اگر کچھ لوگ دیکھنے کے لئے موجود ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر کھیل کی تیاری کے دوران میں تماشائیوں کا خیال بچوں کے دھیان سے دور ہی رکھنا چاہیے۔ ان کھیلوں کی وقعت دوسروں کے سامنے پیش کرنے میں نہیں ہے بلکہ بچوں کے خود اپنے لئے تیار کرنے میں ہے البتہ اگر حاضرین کی تلقین مدِ نظر ہو تو دوسری بات ہے۔ اُستاد کو معلوم ہونا چاہیے کہ کھیل کا مقصد کیا ہے۔ آیا بچوں کے لئے یا دوسرے لوگوں کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

چال چلن کی خصوصیات

تعلیم اخلاق کے دوران میں خواہ پراجیکٹ کا استعمال کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ لازمی ہے کہ پرائمری جماعتوں کے بڑے بچوں کو چال چلن کی مختلف خصوصیات سے آگاہ کر دیا جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ طریقہ استعمال کیا جا سکتا ہے کہ پہلے مختلف خصوصیات کے متعلقہ کہانیاں اور افسانے پڑھے یا سنائے جائیں اور پھر چیدہ اور ضروری پہلوؤں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ لڑکوں کیلئے اسائنمنٹ (Assignment) مقرر کئے جائیں۔ تاکہ طلبا سُنی ہوئی اور سیکھی ہوئی باتوں کو خود اپنی روزمرہ زندگی میں عمل میں لا سکیں۔ ہر ایک اسائن منٹ چال چلن کے کسی ایک پہلو سے تعلق رکھنے والا ہو اور یہ ممکن ہو کہ طلبا اسکا عملی اظہار کر سکیں۔ فرض کر لو کہ ہم "اعتماد" پر خاص زور دینا چاہتے ہیں تو ہماری رائے میں اسے مفصلہ ذیل طریقے سے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

اعتماد

اُستاد کا کام

اس اسائن منٹ کو جماعت کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اُستاد اپنی جماعت میں سے جھوٹ کی مثالیں فراہم کرے۔ اور یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ بچوں نے جھوٹ کیوں بولا۔

اس کے ساتھ ساتھ اُستاد بے اعتباری کی اور مثالیں بھی جمع کرے مثلاً وعدہ شکنی۔ مبالغہ۔ بلا ثبوت الزام لگانا۔ وقت پر یا حسب ضرورت کام میں کوتاہی کرنا۔ صحیح طریقہ پر کام نہ کرنا۔ دکھاوے کے لئے کام کرنا۔ اور جہاں تک ممکن ہو وہ ان وجوہات کو پانے کی کوشش کرے جن سے یہ کوتاہیاں ظاہر ہوتی ہیں۔

لازمی ہے کہ اُستاد اپنے کاموں کی بھی پڑتال کرے اور دیکھے کہ کس حد تک وہ خود صدق دلی ایمانداری اور با اعتبار ہونے میں کوتاہی کرتا رہا ہے (صدق دلی کے متعلق لوگ اکثر بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں مگر اس مشکل صفت کو عمل میں لانا نہایت دشوار ہے)

وہ کہانیاں جو اس سلسلہ میں اُستاد بچّوں کو سنانا چاہتا ہے وہ خود اچھی طرح تیار کرے۔ اور وہ ذرائع سوچے جن سے بچوں کو جرأت ہو کہ وہ سچ بولنے۔ سچ سوچنے اور سچ کو عمل میں لانے کی عادت پیدا کریں۔

اِس مقررہ کام کا مقصد

بچوں کو ہمیشہ سچ بولنے کی خواہش ہو۔
انہیں صحیح معنوں میں احساس ہو جائے کہ سچ بولنے اور با اعتبار شخص بننے میں کس کس چیز کی ضرورت ہے۔
انہیں یہ سمجھانا کہ بے اعتباری کے نقائص کیا کیا ہیں۔
اُن کے دل میں ایمانداری اور صدق دلی کے لئے محبت پیدا کرنا۔
اُن میں مکمل طور پر با اعتبار ہونے کی عادت پیدا کرنا۔

رسائی

(۱) مسئلہ۔ ہر ایک بچّے کو ہدایت کرو کہ ایک خاص دن خاص کام کے لئے (مثلاً ایک کھیل کی تیاری) سب حاضر ہوں اور ہر ایک کے ذمہ کچھ نہ کچھ کام لگاؤ۔ جو کام کسی کے سپرد کیا جائے وہ اُسے خاص طور پر واضح ہو جائے۔ اگر اُستاد بہت ہی خوش قسمت ہو تو جُدا بات ہے ورنہ ظاہر ہو جائے گا کہ مقررہ دن بہت سے بچّے یا تو غیر حاضر رہے ہیں یا وہ کام جو ان کے ذمے تھا بغیر کئے آ گئے ہیں بعض دیر سے حاضر ہوئے ہیں بعض نے کام بڑی لاپرواہی سے کیا ہے۔ اُس وقت اُستاد کو موقع مل جائے گا کہ وہ با اعتبار بننے کے سوال کو جماعت کے سامنے پیش کر سکے۔ اب جماعت کے سامنے ایک عملی مثال آ جائے گی کہ بد اعتمادی نہ صرف فرد ہی پہ اثر انداز ہوتی ہے بلکہ جماعت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ بچوں سے کہو کہ اپنی اپنی کاپیوں میں اپنے تجربے میں آئی ہوئی بے اعتباری کی اور مثالوں کو لکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ مثالیں اوروں کی بے اعتباری کی ہوں۔ ہر ایک بچّے کو اپنی بے اعتباری کی کوئی نہ کوئی مثال ضرور یاد ہوگی۔

اب جماعت کے ساتھ مل کر اس سوال پر غور کرو کہ کن باتوں کے کرنے سے انسان اعتبار سے گر جاتا ہے۔ مگر یہ دیکھ لو کہ ہر ایک بچے کو با اعتبار ہونے اور اس کے متضاد بے اعتبار ہونے کے صحیح معنے آتے ہیں اُن سے پوچھو کیا مفصلہ ذیل باتیں بے اعتباری میں شامل ہیں ؟ وعدہ خلافی۔ دکھاوے کے لئے کام کرنا۔ لاپروائی سے کام کرنا یا اسے باقاعدہ تکمیل تک نہ پہنچانا۔ جو کام ہمارے ذمے لگایا جائے اُسے کرنے سے کوتاہی کرنا۔ بلا ثبوت کوئی بات کہہ دینا۔ دوسروں کے متعلق رائے ظاہر کرنا جب فی الواقع ہم اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

اِس کے بعد اس بات پر غور کرو کہ با اعتبار ہونا کیا ہے۔ اور اس میں کون کون سی صفتیں شامل ہیں۔

سچائی با اعتبار ہونے کی ایک قسم ہے۔ دیکھو کہ جماعت اس بات سے اتفاق رکھتی ہے یا نہیں۔ جو شخص جھوٹ کا عادی ہو کیا وہ با اعتبار ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ کیا لوگ جھوٹ صرف بول ہی سکتے ہیں یا "کر" بھی سکتے ہیں معلوم کرو کہ جماعت کوئی مثالیں پیش بھی کر سکتی ہے۔ یا نہیں

(۲) سوال کی ترکیب

مفصلہ ذیل مثالوں کو جماعت کے سامنے پیش کرو اور معلوم کرو کہ کوئی بچہ بے اعتباری کی وجوہات کو بیان کر سکتا ہے۔ یا بتا سکتا ہے کہ با اعتبار بننے کے لئے کن صفات کی ضرورت ہے۔ اگر بچے خود جواب بہم نہ پہنچا سکیں تو اُستاد ان وجوہات اور صفات کو اُن کی مدد سے بیان کرے۔

(ا) ایک لڑکا کھیلوں کے سامان کا انچارج ہے۔ مگر کبھی وقت پر اُسے تیار نہیں رکھتا۔ نتیجہ۔ وقت ضائع ہوتا ہے اور سب کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ لڑکے کا کیا قصور ہے؟ کس قسم کا لڑکا سامان کا منتظم ہونا چاہیئے؟

(ب) معائنہ کے دن کے لئے لڑکے سکول کی خوب صفائی کرتے ہیں لیکن دو ہفتہ بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہینوں سے سکول کی صفائی ہی نہیں ہوئی سکول لڑکوں نے کیوں صاف کیا؟ کیا وہ وجہ معقول تھی؟

کیا وجہ ہونی چاہیے تھی؟ اُن وجوہات سے اُن کے چال چلن پر کیا روشنی پڑتی ہے۔

(ج) ایک شخص تمہیں کسی لڑکے کے متعلق سوال کرتا ہے۔ تم اس لڑکے کو اچھی طرح جانتے ہو۔ جواب میں تم اس لڑکے کے تمام نیک اطوار بیان کر دیتے ہو۔ مگر اُس میں جو ایک دو نقائص ہیں۔ تم اُن کا ذکر نہیں کرتے۔ پوچھنے والا شخص بعد ازاں ان نقائص سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ وہ تمہارے متعلق کیا رائے قائم کریگا؟ کیا وہ آئندہ تمہارا اعتبار کریگا؟

(ح) کسی خاص مقام کا فاصلہ تم سے پوچھا جاتا ہے تمہیں ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں مگر جواب میں تم بڑے وثوق سے کہہ دیتے ہو کہ اتنے کوس ہے۔

(س) تمہارا اُستاد تم سے کہتا ہے کہ تم فلاں وقت سکول میں حاضر ہو جاؤ۔ تم آدھ گھنٹہ دیر سے آتے ہو اور اُستاد اور دوسرے بچوں کو منتظر رکھتے ہو۔

(ش) تمہارے گاؤں میں فساد ہوتا ہے۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوتے تم کہتے ہو کہ بہت سے لوگ سخت زخمی ہوتے اور تمام گاؤں میں شور و غل مچ گیا۔ فی الواقع بات یہ تھی کہ ایک آدمی کو چوٹ لگی اور گاؤں والوں کو اس کا پتہ تک بھی نہ لگا تھا کہ فساد ختم ہو گیا۔

(ص) کسی مکان کی تعمیر ایک معمار کے سپرد ہوئی۔ اس نے بجائے پکی اینٹوں کے کچی اینٹ لگا کر اُن پر لال رنگ لگا دیا۔

(خ) چند آدمی ایک مکان بنانے میں مشغول ہیں۔ جب تک کوئی شخص اُن کی نگہبانی کرتا رہتا ہے وہ خوب دل لگا کر کام کرتے ہیں جب کوئی آدمی پاس نہیں ہوتا تو وقت ضائع کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ کام کرتے ہیں۔

خاص طور پر سچ بولنے کی مثالوں پر غور کراؤ۔ اور ان وجوہات کو معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ جن کی وجہ سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ جماعت کو سوچنے دو اور بیان کرنے دو کہ بچے وہ کیوں جھوٹ بولتے ہیں۔ مفصلہ ذیل مثالیں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

(ا) تم اُستاد کے سامنے کوئی کام پیش کرتے ہو۔ یہ کام تم نے کسی اور سے نقل کیا ہے۔ مگر تم اِسے اِس طرح پیش کرتے ہو۔ کہ اُستاد کو خیال ہو جاتا ہے کہ کام تم نے خود کیا ہے۔

(ب) ایک آدمی ایک گائے فروخت کرتا ہے۔ خریدار کو بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ گائے بیمار ہے۔
(ج) ایک لڑکا اپنے سے چھوٹے ایک اور لڑکے سے کوئی چیز لیتا ہے اور پھر انکار کر دیتا ہے کہ میں نے نہیں لی۔ اُس کے جھوٹ بولنے کی تمام وجوہات کیا ہیں۔
(د) ایک لڑکا بلا ٹکٹ ریل کا سفر کرتا ہے۔ کیا وہ راست گو ہو سکتا ہے ؟
(ہ) ایک لڑکے نے سکول کی ایک کھڑکی توڑ دی۔ کسی نے اس کو دیکھا نہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ قصور وار ہے۔ مگر وہ ہیڈ ماسٹر صاحب کو آکر خود بتا دیتا ہے۔ اُستاد کی مدد سے لڑکے جھوٹ بولنے کی وجوہات کو معلوم کر سکیں گے۔ مثلاً ڈر۔ سُستی۔ خود غرضی۔ شیخی۔ طمع۔ وغیرہ

سبق پیش کرنا

مفصلہ ذیل کہانیوں کی مدد سے "با اعتبار ہونے" کے سبق کو واضح کرو اور ان صفتوں کو بیان کرو جو با اعتبار بننے کے لئے ضروری ہیں۔
(۱) "شیر آیا شیر آیا۔ دوڑنا"
(۲) رشوت خور دربان اور ماہی گیر کی کہانی۔ (ایک ماہی گیر مچھلی فروخت کرنے کے لئے لایا۔ امیر آدمی کے دربان نے بلا نذرانہ اس کا داخلہ بند کر دیا۔ وعدہ یہ ہوا کہ جو کچھ ملے گا۔ اِس کا تین چوتھائی تمہاری نذر کروں گا۔ ماہی گیر نے مچھلی کی قیمت ۲۰ کوڑے مانگے۔ ۵ کوڑوں کے بعد کہا کہ دربان صاحب کو بلایئے۔ تاکہ اس کو حصّہ دیا جائے۔ دربان کو ۱۵ کوڑے لگا کر برخاست کیا گیا)
(۳) ایک آدمی اور اس کے چار لڑکوں کی کہانی (ایک آدمی نے اپنے چار لڑکوں کو ایک سال کے لئے کام کاج پر بھیجا اور کہا کہ جو بہترین ثابت ہوگا۔ اُسے ایک تھیلی اشرفیوں کی انعام دی جائیگی۔ سال کا اختتام ہوا اور ان کی واپسی۔ سب سے بڑا لڑکا حجام بنا۔ اور دعوےٰ کیا۔ کہ میں بھاگتے ہوتے خرگوش کی حجامت کر سکتا ہوں۔ دوسرا لڑکا لوہار بنا۔ دعوےٰ کیا کہ گاڑی میں جُتے ہوتے چار گھوڑوں کی ۵ منٹ میں بلا ٹھہرائے نعل بندی کر سکتا ہوں۔ تیسرا لڑکا سپاہی بنا دعوےٰ۔ تلوار کو اِس پھرتی سے گھماؤں کہ بارش میں ایک بوند اوپر نہ پڑنے دوں۔ چوتھے لڑکے نے کہا۔

میں اور تو کچھ نہیں سیکھ سکا صرف راست گوئی سیکھی ہے۔ باپ نے کہا یہ لو۔ یہ اشرفیاں تمہاری ہیں۔ تم نے بہترین کام سیکھا ہے۔

(۴) مزدور اور ریل کے پُل کی کہانی (کچھ مزدور ایک ریل کا پُل بنا رہے تھے۔ ایک آدمی کام سے کترا تا تھا۔ اپنی میخوں کو باقاعدہ ہوشیاری سے نہیں لگاتا تھا۔ پُل مکمل ہوگیا۔ آزمائش کا دن آیا۔ انجن پُل پر چلایا گیا۔ جہاں یہ مزدور کام کیا کرتا تھا وہاں سے پُل پھٹ گیا۔)

(۵) ورن اور گلہاڑوں کی کہانی۔

اوصاف

اگر ہم با اعتبار ہونا چاہتے ہیں تو لازمی ہے کہ ہم میں مفصلہ ذیل اوصاف ہوں۔ دلیری۔ صدق دلی۔ ایمانداری۔ اور ہمت۔

استاد دیکھے کہ کہاں تک جماعت بحث مباحثے اور ان کہانیوں کی مدد سے خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے۔ اُن ہی مثالوں کو پھر لو اور دکھاؤ کہ اگر اُن اشخاص میں وہ صفتیں ہوتیں جو با اعتبار ہونے کے لئے ضروری ہیں تو نتائج کیسے مختلف ہوتے۔

مقررہ کام

بے اعتبار اور با اعتبار ہونے کے نتائج کو واضح کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا ناٹک لکھو اور تیار کرو۔ ان کہانیوں میں سے کوئی کہانی لے کر اس کا ناٹک بنا دو۔ جماعت کا ہر ایک لڑکا فیصلہ کرے اور تحریری وعدہ کرے کہ اگر مجھ سے کوئی قصور ہؤا تو میں فوراً بتا دونگا۔ اگر میں کوئی وعدہ کرونگا تو حتے الامکان اسکو پورا کرونگا۔ اور جو کام میرے سپرد کیا جائیگا اسکو تکمیل تک پہنچانے کی پوری کوشش کرونگا۔ اس وعدہ کی تحریک کے لئے حسب ضرورت خاص تقریب تجویز کی جاسکتی ہے۔

اگر سکول میں (Wolf Cub) نہ ہوں تو جاری کر دیئے جائیں اور اگر ہوں تو ان کی تعداد بڑھانے کی کوشش کیجائے اور اس تحریک کو با اعتباری اور راست گوئی کی تعلیم کے لئے استعمال کیا جائے۔

رپورٹ

کچھ عرصہ کے بعد استاد اپنے طریقے سے اس بات کو معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کس حد تک بچے اپنے وعدہ کو پورا کر سکے ہیں۔ بات چیت میں انکی مشکلات پر ان کے ساتھ غور کرے اور جہاں تک ممکن ہو ان کی مدد کرے۔ اصولاً یہ کام جماعت میں کرنے کی بجائے انفرادی طور پر کیا جانا چاہیے۔

گیارھواں باب

ڈرائنگ اور دستکاری کی تعلیم

چھوٹے بچوں کی تعلیم میں ڈرائنگ اور دستکاری کی ضرورت اور اہمیت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے۔ مگر یہ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے بہت سے پرائمری سکولوں میں نہ ڈرائینگ اور نہ دستکاری کی تعلیم کا کوئی انتظام کیا جاتا ہے پچھلے چند سالوں سے دستکاری کی طرف کچھ توجہ ہونے لگی ہے۔ مگر فی زمانہ ڈرائنگ کو تعلیم کے بے فائدہ لوازمات میں سے گنا جاتا ہے اور ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہندستان کا افلاس اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنا قلیل سرمایہ تعلیم کے ان پہلوؤں پر صرف کریں۔

اس قسم کے خیالات ہماری رائے میں ایک غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ عام لوگ ڈرائنگ کے تعلیمی پہلو کو مصوری اور فنونِ لطیف (Fine arts) کا جزو سمجھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم ڈرائنگ کے اصلی تعلیمی مدعا کو سمجھیں اور وہ طریقے استعمال کریں۔ جن سے بغیر فضول خرچی کے تعلیمی نقطہ نگاہ سے ہم پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ جہاں تک چھوٹے بچوں کا تعلق ہے۔ ڈرائنگ کا اصلی مدعا یہ ہے کہ بچوں کو اپنی شخصیت کا اظہار کرنے کے ذرائع مہیا کئے جائیں۔ مصور پیدا کرنے یا فنونِ لطیفہ کا صحیح مذاق پیدا کرنے کا سوال اس عمر میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس میں کلام نہیں کہ اعلےٰ پایہ کے مصور بھی وہی قومیں پیدا کر سکتی ہیں اور صحیح مذاق بھی انہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جنہیں بچپن سے ہی اس قسم کی تعلیم دی گئی ہو کہ خوبصورتی۔ سڈول پن۔ وغیرہ کا احساس ہوتے ہی دماغ ہاتھوں کو جنبش دے کہ وہ رنگ اور سطر کی شکل میں اپنے تصور کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مگر اس عالیشان عمارت کی صحیح بنیاد تب ہی قائم ہو سکتی ہے۔ جب ہم ننھے سے ننھے بچے کو اس بات کی مکمل آزادی دیں کہ جو چیزیں انہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی شکل جس طرح چاہیں کھینچ ڈالیں یہ ضروری نہیں کہ جن چیزوں کو استاد سادہ اور دلفریب سمجھتا ہے۔ بچے کو بھی سادہ اور دلکش معلوم ہوں۔ مثلاً ہمیں اور

تمہیں لفافے کی پشت بہت سادہ اور آسان معلوم ہوتی ہے اور بہت سے اُستاد ڈرائنگ کا سبق اسی سے شروع کراتے ہیں۔ مگر ضروری نہیں کہ بچے کو لفافے کی پشت میں کوئی خاص دلچسپی ہو۔ ہاتھ کی صفائی اور خاکہ کشی کی مہارت غیر دلچسپ چیزوں کے خاکوں کی نقل اُتارنے سے حاصل نہیں ہوتیں وہ اس محنت اور کوشش کا نتیجہ ہیں جو انسان ہو یا بچہ اپنے تصور کو کاغذ پر خاکہ کی صورت میں ڈھالنے کے لئے کرتا ہے۔ ہمدرد اور سمجھ دار اُستاد کی نگرانی میں بچہ بار بار مشق کر کے خیالات کا ایک مجموعہ اکٹھا کر لیتا ہے جس سے وہ ان طریقوں کی تہ تک پہنچ جاتا ہے جس سے انسان اپنے تصور کو ایک رنگدار تصویر کی شکل میں کاغذ یا کپڑے پر ظاہر کر سکتا ہے۔ جیسے بچوں کو شوق ہوتا ہے کہ جو نئی۔ خوبصورت۔ یا بھڑکیلی چیز دیکھتے ہیں اُسے ہاتھ سے چھوتے ہیں۔ اسی طرح انہیں فطرتی شوق ہوتا ہے کہ جن چیزوں میں انہیں دلچسپی ہو یا جو اُن کی آنکھوں میں دلکش معلوم ہوں اُن کی تصویر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے پرائمری جماعتوں میں ڈرائنگ کی بنیاد اس فطرتی شوق پر رکھنی چاہئے۔ اور اُستاد ہر اس موقع سے فائدہ اٹھاتے۔ جب بچے کسی چیز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر اُس کی تصویر بنانے کی خواہش ظاہر کریں۔ اس طریقے سے وہ آہستہ آہستہ اُن میں ہاتھ کی صفائی بھی پیدا کر سکے گا۔ حتیٰ الوسع وہ جماعت میں ایک ایسا ماحول پیدا کرے جو خوبصورتی اور صحیح مذاق کا ہو۔ ان رنگوں سے جو گاؤں میں دستیاب ہو سکیں اور دائن وغیرہ سے وہ کم قیمت سامان مہیا کرے اور اُن کے استعمال کا طریقہ اپنے عمل سے سمجھا دے تو ضروری ہے کہ بچوں کا شوق دن بدن ترقی پر ہو گا خصوصاً اگر اُستاد بچوں کی حوصلہ افزائی میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک جماعت میں چند بچے اس قسم کے ہوتے ہیں جو اس آزادی سے فائدہ حاصل کرنے کے ناقابل ہوں گے۔ ان کی یہ عادت بن چکی ہے کہ جو کچھ کرنا ہوتا ہے وہ اس کے متعلق مفصل ہدایات کے منتظر رہتے ہیں ایسے طلبا کا دماغ سست ہو چکا ہوتا ہے اور شخصی اظہار کی قوت اُن میں مر چکی ہوتی ہے۔ ان طلبا کو صحیح راستہ پر لانے کے لئے اُستاد کو خاص ہوشیاری سے کام لینا پڑے گا اُن کی سوئی ہوئی طاقتوں کو از سرِ نو جگانا پڑے گا۔ اُن کی فطرتی خواہشوں کی حوصلہ افزائی کرنی پڑے گی۔ اور جہاں لکھائی اور پڑھائی کا شوق پیدا کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ وہاں ڈرائنگ اور دستکاری سیکھنے میں وہ کبھی پس و پیش نہ کریں گے اور جلد ہی خاص توجہ سے اُستاد کی ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔

خاکہ کشی اور دستکاری چاہے کسی قسم کی ہوں بچوں کے لئے قدرتی طور پر کھیل کا کام دیتی ہیں تصویریں بنانا۔ مشاہدہ کی ہوئی اشیا کی نقل اتارنا۔ اپنے تجربہ کو مٹی کے کھلونے بنا کر مادی شکل میں لانا۔ نہ صرف بچے کا فطرتی اظہار ہیں بلکہ قدرت نے ان مشاغل کو اُن کے دماغ اور حواسِ خمسہ کی تربیت کا ذریعہ پیدا کیا ہے۔ اُن قوموں میں بھی جہاں مدرسوں اور باقاعدہ تعلیم کا کوئی انتظام نہیں بچے کھیل کھیل میں والدین کی روزانہ زندگی کی نقل اتارتے ہیں۔ گھاس۔ مٹی۔ سرکنڈا۔ درخت کی شاخوں اور پتوں سے۔ گھر۔ شکار۔ جنگلی جانور وغیرہ کی تصویریں اور بُت بنا کر وہ نہ صرف اپنی طبیعت کو بہلاتے ہیں بلکہ قوم اور فرقے کی مجلسی زندگی اور معاشرت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ فطرتاً بچہ یہ چاہتا ہے کہ اُس کے ابتدائی اسباق اُس کھیل کی صورت میں ہوں جسے ہم نے ڈرائنگ اور دستکاری کے نام سے پکارا ہے۔

طریقہ

اگر ہم چاہتے ہیں کہ بچے وہی خاکہ کھینچیں جو وہ خود بنانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اُن کی رہنمائی اور مدد کریں تاکہ وہ اپنی کوششوں سے پورا فائدہ اُٹھا سکیں۔

فرض کرو کہ انھوں نے شہزادے اور بولنے والی مچھلی کی کہانی پڑھی یا سُنی ہے اور وہ اس کہانی کے لئے ایک تصویر کھینچنا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ضروری ہے کہ وہ اس کا صحیح صحیح تصور باندھ لیں۔ اُستاد اس کہانی کے متعلق ان سے گفتگو کرے اور اس کے دوران میں وہ سب نقطے واضح کردے جن کا خاکہ چھوٹے بچے بآسانی کھینچ سکتے ہیں۔ مثلاً شہزادہ کا کوٹ کس رنگ کا تھا؟ پگڑی کیسی تھی؟ کیا وہ درخت کے نیچے کھڑا تھا؟ کیا دریا کے کنارے سرکنڈے بھی اُگے ہوتے تھے؟ تمہارے خیال میں مچھلی شہزادے سے بولتے وقت پانی سے کتنی بار باہر نکلی ہوگی جب پانی میں کوئی چیز چل رہی ہو تو اُس کی سطح پر تہیں کیا نظر آتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ صرف ایسی تفصیل کے متعلق گفتگو کرو جس سے تصویر بنانے میں مدد ملے۔ مثلاً سرکنڈوں سے دریا کا کنارہ خوب ظاہر کیا جا سکتا ہے (اور شاید شہزادے کے پاؤں بھی بنانے کی ضرورت نہیں رہتی!) سطح پر کی لہروں سے پانی خوب دکھلایا جا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس صفحہ کے سامنے والی تصویر ملاحظہ ہو۔ بچوں کی عمر اور لیاقت کے مطابق تفصیل کم و بیش ہو سکتی ہے۔ بہت ننھے بچوں

کے لئے لال کوٹ اور نیلی پگڑی اور ہرے رنگ کی آدھی مچھلی ظاہر کرنے پر ہی اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

بعض بچے تو چاہیں گے کہ فوراً ہی اپنے تازہ ترین تصور کا خاکہ کھینچ ڈالیں۔ دوسرے کچھ سوچیں گے کہ شروع کیسے کیا جائے۔ اس لئے اُستاد کے لئے ضروری ہے کہ تختہ سیاہ پر اس مصالحے سے جو بچے استعمال کر رہے ہیں کچھ بنا کر دکھا دے۔ بنی بنائی تصویر جماعت میں لانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بہتر بلکہ لازمی ہے کہ اُستاد بچوں کے سامنے کچھ خاکہ کھینچے۔ تاکہ بچے دیکھ سکیں کہ اُستاد کس طرح سے کام کرتا ہے۔ اور کس طرح سے اپنے تصور کا اظہار کرتا ہے۔ تختہ سیاہ والا خاکہ بڑا ہونا چاہئے۔ تاکہ ہر بچہ ہر ایک تفصیل کو بخوبی دیکھ سکے اور اُستاد اپنے خاکہ میں وہی تفصیل ظاہر کرے جو وہ چاہتا ہے کہ بچے اپنے اپنے خاکوں میں دکھلائیں۔ یہ نقطہ نہایت ضروری ہے۔ اُستاد اپنی قابلیت کو اسی درجہ تک ظاہر کرے جہاں تک اُس کی جماعت اُس کی پیروی کر سکتی ہے۔ اتنی جلدی چلنے کی کوشش نہ کرے کہ طلبا اس کا ساتھ ہی نہ دے سکیں۔ وہ ضرورت محسوس کرے گا کہ بچوں کو تفصیل کی سادگی سکھانے کی ضرورت ہے۔ تزئین سکھانے کی نہیں۔ اور اگر وہ زیادہ تفصیل دکھانے کی کوشش کریں تو انہیں ایسا کرنے سے منع کیا جائے۔ خوش قسمتی سے بچے بڑے اچھے نقال ہوتے ہیں جب اُستاد کو تصویر بناتا دیکھیں گے تو آسانی سے اُس کی نقل کر لیں گے۔

ایک اور طریقہ بھی ہے جس سے بچوں کی یہ عادت مفید بنائی جا سکتی ہے لفظ (Perspective) (قواعد مناظر یا نسبت ظاہری) یا اُس کے اصولوں پر بحث کئے بغیر بچوں کو اُس کے متعلق بہت سی واقفیت بہم پہنچائی جا سکتی ہے مثلاً مذکورہ بالا تصویر میں پانی کی سطح پر ہلکی لہریں پڑتی ہیں۔ قدرتی طور پر اُستاد انہیں بیضہ کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ بچے سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ گول لہروں کا خاکہ بیضوی شکل میں بنتا ہے۔ اسی طرح سے پیالے یا کنوئیں کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اور (Perspective) نسبت ظاہری والے منظروں کا خاکہ بنایا جا سکتا ہے۔ سڑکیں اور دریا دُور دراز فاصلے پر نظر سے اوجھل ہوتے ہوئے دکھائے جا سکتے ہیں اور تصویر کا اوپر والا حصہ صاف دکھائی دیتا ہے تاکہ وہاں ہم آسمان دکھا سکیں۔ اُستاد کو ایسے بہت سے مواقع دستیاب ہو جائیں گے جہاں وہ بچوں کے ذہن نشین کرا سکتا ہے کہ ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دُور سے

چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے تصویرکشی کے اصول کو (Perspective) کہا جاتا ہے۔

بس اسی طرح اُستاد کہانیاں سناتا اور خاکے بناتا چلا جاتا ہے اور بچے اس کی پیروی کرتے جاتے ہیں۔ قابلِ توجہ یہ امر ہے کہ بچے بغیر سوچے سمجھے اس کی پیروی کرتے ہوئے مکھی پر مکھی نہ مارتے جائیں بعض اوقات انہیں نقل کرنے پر آمادہ کیا جائے اور بعض اوقات اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی آزادی ہو۔ اُن کے دل میں یہ خیال ہرگز پیدا نہ ہو جائے کہ نقطہ بہ نقطہ اُستاد کی نقل کرنا ان کا فرض ہے۔ اگر بچے جدت اور آزادیٔ طبع کا اظہار کریں تو اُستاد کو شکرگذار ہونا چاہیئے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض بچے اُستاد کے خاکہ کی طرف توجہ ہی نہ دیں۔ حکومت پسند یا فکرمند اُستاد اس کو بہت بُرا خیال کرینگے۔ مگر مضائقہ نہیں۔ بچے کو صرف کاہلی سے بچانا چاہیئے اگر بچہ کام کر رہا ہے۔ یا تجربہ کر رہا ہے۔ یا مشق کر رہا ہے تو وہ اپنے ذرائع اظہار کا تجربہ حاصل کر رہا ہے اور اپنی شخصیت کو ایک یا دوسری شکل میں ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس حالت میں اُستاد کا فرض ہے کہ بچے کو مکمل آزادی دے۔ علاوہ بریں یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا بچہ اُستاد کے خاکے اور بیان کے بغیر اُستاد کے علم سے بہت حد تک مستفید ہو رہا ہو۔ اُستاد اپنی توجہ زیادہ تر اُن بچوں پر صرف کرے جو اس کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتے وہ بچوں کا رہبر ہے۔ افسرِ اعلےٰ نہیں۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ اُستاد بچوں کو کبھی ہدایت ہی نہ کرے۔ وقتاً فوقتاً وہ جماعت کو اپنی طرف متوجہ کرے اور جو مشکلیں اکثر طلبا کو درپیش ہوں۔ ان کے متعلق ہدایت کرے مثلاً اگر بچے بوتی مچھلی کو شہزادے کے سر کے قریب بنا دیں۔ گویا وہ ہوا میں تیر رہی ہے۔ تو بغیر ان کا مضحکہ اڑائے۔ اُستاد بچوں کی توجہ اس نقطہ کی طرف دلائے "مچھلی تو شہزادے کے پاؤں کے قریب ہوگی نا؟ دراصل وہ پاؤں سے بھی نیچی ہوگی۔ یوں اب ٹھیک معلوم ہوتی ہے" اس کے ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر مچھلی کا صحیح خاکہ بنتا چلا جائے۔

مجھے ڈر ہے کہ اکثر اُستاد سوچ رہے ہونگے "یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ کر کے تو دیکھو کیا اودھم مچتا ہے۔ والدین کیا کہیں گے۔ انسپکٹر صاحب کیسے بگڑیں گے" وغیرہ وغیرہ اس میں شک نہیں کہ اکثر لوگ بچوں کے خاکوں کو صرف ہاتھ کی صفائی کے نقطۂ نگاہ سے ملاحظہ کرتے ہیں اور اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ اُستاد انہیں یقین دلائے کہ ڈرائنگ سے محض آنکھ اور ہاتھ کی تربیت مراد نہیں ہے

اِس کے معنے ہیں شخصیت کا اظہار۔ تصوّر۔ اور خوبصورتی کی جانچ۔ ڈرائنگ کی تعلیم کا اولین مقصد بچے کے دل و دماغ کی ترقی کے سامان بہم پہنچانا ہے۔ وہ نتائج جو کاغذ پر خاکے کی شکل میں ہی نمودار ہوتے ہیں مقابلتاً ہیچ ہیں۔ ننھے ننھے ہاتھوں کے عضلے اور نسیں اِس درجے تک ترقی یافتہ نہیں ہوتے کہ وہ اپنے تصوروں کو صحت اور صفائی سے ظاہر کر سکیں۔ یہ صفات بعد میں مشق اور شوق سے ظاہر ہوں گی۔ ابتدا میں بچے کی تمام طاقتوں کو صفائی کے مقصد پر قربان کر دینا اس کے ساتھ بے انصافی ہے اور سنہری موقع کو ہاتھ سے کھو دینا ہے۔ سابقہ طریقہ تعلیم ڈرائنگ کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے اُستاد کو بڑی دلیری کی ضرورت ہو گی۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اگر ڈرائنگ سکھانے کے اس آزادانہ طریقہ کی پیروی محنت اور شوق سے کی جائے تو بچوں کی بے انتہا خوشی کا باعث ہو سکتی ہے اور جلد ہی ایسے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں کہ تمام نکتہ چین خاموش ہو جائینگے۔

بچوں کو شروع شروع میں ہی شکلیں وغیرہ بنانے پر لگانے کی وجہ ایک اور بھی ہے۔ یہ لازمی ہے کہ اپنے کام کی نکتہ چینی خود بخود کرنا سیکھنے سے پیشتر انھیں ڈرائنگ میں قدرے قابلیت پیدا ہو جائے۔ اُستاد خود بچوں کے رُوبرو تصویریں کھینچکر یا گاہے گاہے ہدایت کر کے ان کی قابلیت بڑھاتا جائے۔ مگر اِس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ہدایت کرتے وقت کسی بچے کے کام کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ اُس سے بچوں کا شوق بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے کام کو اپنے دل و دماغ کا جزو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اِس لئے وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اُن کی ہنسی اڑائی جائے۔ اظہارِ محبت سے ان کا شوق بڑھتا ہے۔ ہنسی مخول سے ان کے دل پر ایسی چوٹ لگتی ہے کہ انہیں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے کی خواہش ہی نہیں رہتی۔ اُن کی بنائی ہوئی تصویریں آپ کیسی ہی مضحکہ خیز کیوں نہ معلوم ہوں مگر بچوں کے لئے مشاہدہ کی ہوئی اصلیت کا نہایت سنجیدہ اظہار ہوتی ہیں اور یہی اُستاد قابل تصور کیا جا سکتا ہے جو انہیں اِس نگاہ سے دیکھ سکے۔ بچے تب ہی ترقی کر سکتے ہیں۔ جب ان کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے اور اُن کی عجیب سے عجیب کوشش میں بھی کوئی قابلِ ستائش بات دریافت کی جائے۔ اگر یہ منظور ہو کہ بچے اپنی جانب سے پوری کوشش کریں تو اُستاد کے لئے ضروری ہے کہ جماعت میں امید اور خوشی کی فضا پیدا کرتا رہے۔

سامان

یہ لازمی ہے کہ ہر ایک استاد بچوں کے لئے مختلف رنگ بہم پہنچا سکے۔ رنگ کی تعلیمی اہمیت بہت

زیادہ ہے اور بچوں کو اس سے زیادہ اور کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہوتی۔ بچے ہر ایک چیز کے رنگ کو اس کے دوسرے پہلوؤں سے پیشتر دیکھ سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اُن کے لئے رنگ مہیا کرنے کی پوری کوشش کریں۔

رنگ کئی قسم کے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر غالباً بہترین رنگ آب رنگ ہوتے ہیں دیوز کے بنے ہوئے خاص طور پر سکولوں کے استعمال کے لئے رنگوں کی بڑی بڑی شیشیاں سستے داموں مل سکتی ہیں۔ صرف تین رنگوں کا خرید لینا کافی ہو گا۔ لال۔ نیلا۔ اور پیلا۔ ہر ایک لڑکے کے پاس ایک پرچ ہونی چاہئے جس پر رنگ کی ایک چٹکی رکھی اور استعمال میں لائی جا سکے۔ پانی کا ایک برتن نزدیک رکھا رہنا چاہئے۔ بُرش کی بجائے اگر ایک چیتھڑے کو گول کر کے اس کی نوک نکال لی جائے تو چھوٹے بچوں کے استعمال کے لئے زیادہ موزوں و مفید ثابت ہو گا۔ اول تو یہ ہے کہ چیتھڑا برش سے کہیں زیادہ سستا رہے گا۔ چیتھڑا استعمال بھی آسانی سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے پانی کاغذ پر پھیلنے سے بچتا ہے۔ (البتہ اگر ایک کے بعد دوسرا رنگ استعمال کرنا ہو تو دھونے میں زیادہ تکلیف ہو گی)۔ اِسے اُسی طرح پکڑنا چاہئے جیسے اُستاد تختہ سیاہ پر لکھنے کے لئے کھریا مٹی کا قلم پکڑتا ہے۔ اس طرح بچے کندھے سے نیچے نیچے اپنے تمام بازو کو بآسانی استعمال کر سکتے ہیں پنسل کی قسم کی چھوٹی نوکدار چیزیں صرف انگلیوں کی گرفت سے استعمال ہو سکتی ہیں اور اس لئے بچہ رُک رُک کر لکھتا ہے۔ مگر چیتھڑے کے بُرش سے بچہ غیر ضروری تفصیل نہیں بنا سکتا اور اسی لئے ابتدا میں جو غلطی بچے اکثر کرتے ہیں اُس سے بچ جاتا ہے۔ باریک سطروں اور صفائی سے بچ کر وہ "چیز" کی مجموعی شکل کو جلدی اور آسانی سے خاکے کی شکل میں کھینچ سکتا ہے۔ اگر آب رنگ۔ زیادہ قیمتی معلوم ہوں تو معمولی بازاری رنگوں سے کام لیا جائے۔ مگر رنگوں کا ہونا لازمی ہے۔ اور نہیں تو مختلف قسم کی رنگ دار مٹیوں سے گذارہ ہو سکتا ہے۔ بچے خود بخود تجربے سے سیکھ جائیں گے کہ اُن تین رنگوں سے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کس طرح مختلف رنگ بنائے جا سکتے ہیں۔ اس تجربے سے بہتر اور کوئی تعلیم اُن کے لئے مہیا نہیں ہو سکتی۔

اگر اُستاد بجائے گیلے رنگوں کے رنگدار چاک یا موٹی رنگدار پنسل استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک لڑکے کیلئے علیحدہ تختہ سیاہ اور دیوار کا حصہ مہیا ہو جس پر وہ آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔ سلیٹ پر کام کرنا اتنا مفید ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اِس عمر میں بچوں کے

لئے بڑے پیمانے پر خاکہ کشی کرنا زیادہ تعلیمی اہمیت رکھتا ہے۔ ہاتھ اور کپڑے تو دونوں سے یکساں ہی خراب ہوتے ہیں۔ مگر ان ابتدائی مرحلوں سے گذرے بغیر انسان اپنی حفاظت خود کرنا کبھی نہیں سیکھ سکتا۔ اگر رنگدار یا سادہ عام پنسلیں استعمال کرنا منظور ہو تو ضروری ہے کہ وہ نرم اور لمبی ہوں اور بچہ انہیں قلم کی طرح نہ پکڑے بلکہ اس طرح جیسے اُستاد تختہ سیاہ پر لکھتے وقت چاک کو پکڑتا ہے۔ بہرصورت بچوں میں خواہش پیدا کرنی چاہیئے کہ سفید یا خاکی کاغذ کی بڑی بڑی کاپیوں میں وہ حسب موقع خاکہ کشی کرتے رہیں اور اپنے خیالات کے اظہار کا مختلف ذریعوں سے تجربہ کرتے رہیں۔ جماعت میں کام کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ ورق زیادہ موزوں ثابت ہونگے کیونکہ خاکے کے مطابق وُہ چھوٹے یا بڑے کاٹے جا سکتے ہیں۔ اور اگر اتفاق سے ایک خراب بھی ہو جائے تو آسانی سے دوسرا استعمال ہو سکتا ہے۔

دستکاری

ڈرائنگ کی نسبت دستکاری کا تعلیمی استعمال اور بھی زیادہ آسان ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے مدرسوں میں دو بھاری مشکلات درپیش ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارے اکثر اُستاد خود اس قسم کے کام سے ناواقف ہیں۔ دوسرے اس قسم کی کوئی سکیم رائج نہیں جس سے اُستادوں کی رہنمائی ہو سکے کہ ہماری غربت اور مقامی حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہمارے مدرسوں میں کون کون سا کام ہے جو کامیابی سے سکھایا جا سکتا ہے مگر یہ بات قابلِ غور ہے کہ اُستاد سے بہتر اور کوئی شخص اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ ہی بہترین طور پر آگاہ ہے کہ مقامی حالات کیا ہیں۔ اس کے گرد و نواح گھروں میں عورت مرد کیا کام کرتے ہیں جن پر تعلیمی دستکاری کی بنیاد قائم کی جا سکتی ہے۔ بچے سکول آنے سے پہلے کس قسم کا ہنر اور واقفیت پیدا کر چکے ہیں جسے وہ ترقی دے سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مفصلہ ذیل خیالات کو اُستاد اپنی تعلیم۔ مقامی حالات۔ بچوں کی مالی حالت کے مطابق تبدیل اور ترمیم کر سکتا ہے۔ تعلیم کا یہ ایک پہلو ہے جس میں اسے مکمل آزادی ہونی چاہیئے۔ محض ایک اصول کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس میں بچوں کو پوری دلچسپی ہو اور اُستاد پر واضح ہو کہ اس کی تعلیمی اہمیت کیا ہے۔

عام دستکاریوں کی ایک فہرست مفصلہ ذیل ہے۔

کاغذ کا کام۔ یعنی کاغذ تہ کرنا۔ کاٹنا۔ لپیٹنا۔ پھاڑنا۔ دھجیاں بنا کر نمونے بنانا وغیرہ۔

گتے کا کام۔ گتے کے نمونے بنانا۔ وغیرہ

مٹی کا کام۔ خشک ریت یا چکنی مٹی سے نمونے بنانا۔

بُننا۔ اُون۔ روئی۔ بید۔ مونج وغیرہ سے۔

درختوں کی شاخوں سے بُنائی وغیرہ کا کام۔

سٹینسل کاٹنا۔

چمڑے کا کام۔

جلد سازی

بڑھئی اور لوہار کا سادہ کام۔

اِن دستکاریوں کے لئے عام سامان ہر ایک جگہ بہت کم قیمت پر دستیاب ہو سکتا ہے۔ مثلاً شہروں میں خالی ٹین اور ٹین کے ڈبے۔ گتے کے خالی ڈبے اور خول۔ دیا سلائی کی ڈبیاں۔ ریلیں۔ وغیرہ۔ دیہات میں جوار۔ باجرہ اور کپاس کے خشک پودے۔ کھجور کے پتے۔ درختوں (شہتوت وغیرہ) کی شاخیں۔ مونج سن۔ وغیرہ۔ کوڑیاں۔ گھونگھے وغیرہ۔ چکنی مٹی۔ پرندوں کے پر۔ وغیرہ۔

یہ سب سامان مکانوں۔ جھونپڑیوں۔ قلعوں۔ اور دیگر سامان کے نمونے بنانے میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اس سے گڑیاں۔ کھلونے۔ زیورات۔ اوزار وغیرہ بنائے جا سکتے ہیں۔ اس قسم کا کافی سامان ہر ایک پرائمری سکول میں مہیا ہونا چاہئے اور طلبا میں شوق پیدا کرنا چاہیے کہ حسب موقع وہ اس سامان میں اضافہ کرتے رہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے سامان کے لئے زیادہ روپیہ کی ضرورت نہیں۔ اگر کچھ اوزار یا سامان خریدنے کی ضرورت محسوس ہو تو (Sportsfund) کھیلوں کے فنڈ میں سے خرید لینا چاہئے یہ اُس فنڈ کا جائز استعمال ہے۔

دستکاری کی تعلیم بھی ڈرائنگ کی طرح بچے کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ بچے دستکاری سے کبھی نہیں اُکتاتے۔ اور اسے کھیل ہی سمجھتے ہیں۔ دستکاری کا کام طلبا مل کر یا علیحدہ علیحدہ حسب ضرورت کریں۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو مل کر بہتر ہو سکتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ کام کرنے سے بعض بچے سست

یا لاپروا ہو جاتے ہیں برخلاف اس کے ہمیشہ دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا شخصیت کے اظہار کے مانع ہوتا ہے۔ اس لئے اُستاد کو چاہئے کہ ہر ایک بچے کی طبیعت اور تعلیمی ترقی کے مطابق اُسے انفرادی یا جماعتی کام سپرد کرے۔

مفصلہ ذیل سکیم تجربہ سے مفید ثابت ہو چکی ہے۔ مگر اُستاد اپنی ضرورت اور مقامی حالات کے مطابق اس میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔

پہلا سال

(۱) مقصد

بچے کا اپنے عضلوں کے استعمال پر قابو پانا اور اپنے حواسِ خمسہ کی نشو و نما کرنا۔

(۲) عملی کام

(ا) ملی جلی چیزوں کو ترتیب وار علیحدہ کرنا۔ ایک چیز کا کسی دوسری چیز کے ساتھ مقابلہ کرنا اور فرق کی جانچ کرنا۔ مختلف قسم کی اشیاء سے کھیلنا جس سے حواسِ خمسہ کی نشو و نما ہو۔

(ب) گڑیوں سے کھیلنا۔ کوڑی۔ گھونگے۔ پتھر کے ٹکڑے اور شیشے کی گولیوں سے کھیلنا (انفرادی کام)

(ج) اپنے مشاہدے کے مطابق کھیلنا اور فرش پر مختلف اشیاء سے اس کا نمونہ بنانا۔ مثلاً بچہ جو کچھ گھر میں۔ بازار میں کھیتوں میں دیکھتا ہے اُس کی نقل اتارنے کی کوشش کرے (یہ کام انفرادی اور جماعتی طریقے سے ہو سکتا ہے)

(د) ابتدائی طریقہ سے مفصلہ ذیل کام کرنے کی کوشش کرنا۔ خشک اور گیلی ریت سے نمونے بنانا۔ چکنی مٹی سے کھلونے بنانا۔ کاغذ اور درختوں کی شاخوں سے مختلف اشیاء کا بنانا۔

ان نمونوں اور کھلونوں کا انحصار اُن اسباق پر ہو سکتا ہے جو بچہ کہانیوں اور گیتوں کی شکل میں استاد یا والدین سے سنتا ہے۔ یا حساب (گنتی وغیرہ) میں سیکھتا ہے یا اپنے قاعدہ اور کتاب

یں پڑھتا ہے۔ اِس طریقے سے اُس کی زبان دانی اور دماغی چستی میں نمایاں ترقی ہو سکتی ہے۔

(۳) سامان

رنگدار منکے مختلف قسم کے بیج۔ گوٹیں۔ اُون۔ کاغذ۔ چھلے۔ کاک۔ کوڑیاں اور گھونگھے۔ دیاسلائی کی خالی ڈبیاں۔ خالی ٹین۔

مختلف قسم کے ٹین۔ شیشے اور پتھر کے صاف ٹکڑے اور گولیاں۔ گتا۔ درختوں کی نرم شاخیں۔ فیتہ۔ رسّی۔ ریت۔ چکنی مٹی۔ کھجور یا اور اسی قسم کے پتے۔ مختلف قسم اور شکل کے لکڑی کے ٹکڑے۔ مختلف قسم کے رنگدار کپڑوں کے ٹکڑے۔ بانس کے ٹکڑے۔ وغیرہ وغیرہ۔

دُوسرا سال

(۱) مقصد

حواسِ خمسہ کی نشوونما۔ اوزاروں کا استعمال۔ قوتِ مشاہدہ اور اظہارِ شخصیت کی نشوونما۔

(۲) عملی کام

(ا) حواسِ خمسہ کا استعمال۔ (انفرادی کام)

(ب) مختلف لوگوں کی زندگی و معاشرت کے متعلق کھیلوں کا تجویز کرنا اور بنانا۔ بچے اس کی تفصیل اپنے مشاہدے، کتاب کے مطالعے اور اُستاد کی گفتگو سے اکٹھا کریں۔ کھیل کمرہ جماعت کے فرش پر کھیلا جائے۔ (کام انفرادی۔ جماعتی۔ یا گروہ کی حیثیت سے ہو سکتا ہے)

مفصلہ ذیل کھیلیں کھیلی جائیں۔

دھوبی - اُستاد کپڑوں کو تہ کرنے اور سنبھال کر رکھنے کا طریقہ خود بتائے۔

رنگریز - رنگوں وغیرہ کے متعلق گفتگو۔

کنجڑا - عام سبزیوں کے متعلق گفتگو۔ عام وزن کرنے کے ترازو اور بٹے۔

پنساری ۔ عام اشیا کے نام ۔ وزن اور پیمانے ۔
گوالا ۔ گائے بھینس ۔ بکری وغیرہ کے متعلق گفتگو ۔
حلوائی ۔ مختلف مٹھائیوں کے نام اور اجزا ۔
جولاہا ۔ مختلف قسم کے کپڑوں ۔ رنگوں اور پیمانے کے متعلق گفتگو ۔
بہشتی ۔ پانی کنوئیں اور تالاب کے متعلق گفتگو ۔
جماعتی اور گروہ کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے اِن لوگوں کو اکٹھا کر کے ۔ باغ ۔ بازار میلے وغیرہ کا ماحول پیدا کر دیا جائے ۔

(ج) کھلونے بنانا ۔ (انفرادی کام)

(د) گڑیوں اور کھلونوں سے حسب منشا کھیل ۔ (انفرادی اور گروہ کی حیثیت سے کام)

(ہ) یہ سب کام مشاہدہ و مطالعہ قدرت ۔ زبان دانی اور حساب کے ساتھ وابستہ ہو ۔

(۳) سامان ۔ جیسے پہلے سال کے لئے تجویز ہو چکا ہے ۔

تیسرا سال

(۱) مقصد

اوزاروں کا استعمال ۔ مشاہدے شخصی اظہار ۔ اور تخیل کی نشوونما ۔

(۲) عملی کام

(ا) دوسرے سال کے مطابق مگر زندگی اور معاشرت کے جو مناظر سوچے جائیں وہ زیادہ پیچیدہ اور قدرے مشکل ہوں ۔ اور بجائے گاؤں اور شہر تک محدود ہونے کے تمام صوبے کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں ۔ مشاہدے ۔ کتابی مطالعے اور اُستاد کی گفتگو کا طریقہ جاری رہے ۔ بمفصلہ ذیل لوگوں اور پیشوں کا مطالعہ کیا جائے ۔

موچی ۔ لوہار ۔ سُنار ۔ قلعی گر ۔ بڑھئی ۔ درزی ۔ انجن ڈرائیور ۔ موٹر والا ۔ سپاہی (فوجی اور پولیس)

چشمی رسانِ وغیرہ
بازار - اسٹیشن - اور ڈاکخانہ کی روزانہ لین دین کے متعلق کھیل کھیلے جائیں - انفرادی جماعتی اور گروہی طریقے استعمال ہوں

(ب) کھلونے بنانا -

(ج) ہندوستان کے قدیم انسانوں کی زندگی کا مطالعہ اور اس سے متعلق کھیل کھیلنا - ان کے مکانوں ہتھیاروں - برتنوں - پوشاک وغیرہ کی نقل -

(د) کاغذ - مٹی - ریت سے نمونے بنانا - سٹینل کاٹنا -

یہ سب کام قدرت کے مشاہدے - زبان دانی - اور حساب کے کام کے ساتھ ملا جُلا ہو -

(۳) سامان - جیسے پہلے دو سالوں میں بیان ہو چکا ہے -

چوتھا سال

(۱) مقصد

بچوں میں محنت اور استقلال کی عادت ڈالنا -

(۲) عملی کام

(ا) تیسرے سال کی طرح - مگر لوگ اور پیشے کل ہندوستان اور ہو سکے تو دُور دراز کے مُلکوں سے چُنے جائیں مثلاً - ملاح - موتی نکالنے والے - کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ وغیرہ -

کام حسب سابقہ مشاہدہ - مطالعہ - اور اُستاد کی گفتگو پر مبنی ہو -

(ب) کھلونے بنانا - اُستاد صفائی اور پیچیدگی کا معیار بڑھا دے -

(ج) دوسرے ملکوں کے قدیم انسانوں کی زندگی اور معاشرت -

(د) پہاڑوں - دریاؤں - جھیلوں وغیرہ کے مناظر -

(ہ) کاغذ - گتّے - اور چکنی مٹی سے کام کرنا - طلبا خود سوچیں - خاکہ کھینچیں اور پھر نمونہ تیار کریں جنگاتی

صحت۔ اور تفصیل کی طرف خاص توجہ دی جائے۔
سب کام تیسرے سال کی طرح مشاہدہ۔ مطالعہ اور اُستاد کی گفتگو پر مبنی ہو۔
زبان دانی۔ جغرافیہ اور حساب وغیرہ کے کام سے وابستہ ہو۔
(۳) سامان۔ مثل سابق۔